مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی دامت برکاتہم

قرآن وحدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے

باہتمام
حافظ محمد رزین اشرف ندوی

قرآن وحدیث میں جن پر

لعنت

کی گئی ہے

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ محبوب العلماء والصلحاء پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی

نام کتاب	:	قرآن وحدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے
نامِ مؤلف	:	مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر	:	مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سالِ اشاعت اوّل	:	صفر المظفر ۱۴۳۵ھ م دسمبر ۲۰۱۳ء
تعداد	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۲۸۸
قیمت	:	۲۸۰
کمپیوٹر کمپوزنگ و سرورق	:	مدنی گرافکس، پونہ
طباعت	:	اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونہ

ملنے کے پتے

- محمد نقیب اشرف ندوی (00971557556248)،
  محمد صہیب اشرف (00971557770769)،
  مسجد الحستبور بلڈنگ، بردبئی، امارات العربیہ، دبئی
- حضرت مولانا امین اشرف (ادارہ دعوۃ الحق)(09934453995)
  مادھو پور، سلطان پور، پوسٹ ٹھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
- محمد نفیس اشرف، علی گڑھ،(09557482696)
- محمد سلمان اشرف فہمی(09370187569)
  فلیٹ نمبر 301، زم زم ٹاور، سروے نمبر 50/1/1، کونڈوا، پونے-۴۸
- مدنی گرافکس، شاپ نمبر۵، انامئے بلڈنگ، ۳۰۵، سوموار پیٹھ، پونے-۱۱

انتساب

نبی رحمت آقائے نامدار

حضرت محمد مصطفیٰ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ

کے نام

جن کی تعلیمات سے

ہم لعنت کے کاموں سے

بچ سکتے ہیں۔

محمد ثمین اشرف قاسمی ابن حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ

فہرست

عرضِ ناشر

کتاب 'قرآن و حدیث میں جن پر لعنت کی گئی ہے' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ لعنت کے معنی اللہ پاک کی رحمت و نعمت سے دوری اور اس کے غیض و غضب میں مبتلا ہونا ہے۔ کسی کا کسی کے لیے لعنت کرنا دراصل یہ دو دھاری تلوار ہے۔ اگر لعنت کرنے والا حق بجانب ہے تو یہ لعنت کی تلوارِ بے نیام سے بچ نکلا اور اگر لعنت کرنے والا حق بجانب ہونے کی بجائے غلط اور جھوٹے راستے پر ہے تو یہ لعنت کی تلوار خود اُسی پر چلنے والی ہے جس سے یہ خود اللہ تعالیٰ کی رحمت و نعمت سے کٹ کر اللہ کی پکڑ میں آ جائے گا۔ آج ہمارے معاشرہ میں لعنت اور بددعا ایک عادت سی بن گئی ہے۔ جس کو دیکھو وہ اس میں مبتلا نظر آتا ہے۔ حوا کی بیٹیوں کا حال تو اس سلسلے میں بہت ہی برا ہے۔

پُر ہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا
اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے

جبکہ آدم کے بیٹے بھی کچھ کم نہیں کہ اس سلسلے میں وہ کیوں حوا کی بیٹیوں سے پیچھے رہیں؟ ان کی مردانگی اور برتری پھر کیا رہ جائے گی؟

کتابِ ہٰذا لعنت کے موضوع پر ایک اچھی کتاب ہے جس میں صاحبِ کتاب نے پوری عرق ریزی اور محنتِ شاقہ سے وہ تمام قرآنی آیتیں اور حدیثیں جن میں لعنت کی مذمت و برائی اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے سے روکا گیا ہے، کو جمع کر دیا ہے۔ نیز وہ آیتیں اور

حدیثیں بھی پیش کردی گئی ہیں جن میں ملعونین یعنی لعنت زدہ لوگ اور اُن کی صفات کا اجمالی یا تفصیلی احاطہ کیا گیا ہے۔

پھر یہ قلم ایک ایسے صاحبِ دل حق گو حق نواز اور ترجمانِ قرآن و حدیث کا جن کے قلمِ گوہر بار سے گزشتہ دو دہائیوں میں دسیوں کتابیں منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو کر ملک و بیرونِ ملک کی عظیم دینی، دعوتی اور علمی شخصیات سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ نیز ہزاروں کی تعداد میں بندگانِ اللہ ربّ العزّت فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔

کتابِ ہٰذا تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں اُن لوگوں یا اُن چیزوں کا بیان ہے جن پر لعنت کرنے سے روکا گیا ہے۔ دوسری فصل اُن لوگوں کے بیان میں ہے جن پر قرآنی آیتوں میں لعنت کی گئی ہے۔ اور تیسری فصل میں ان لوگوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے جن پر احادیثِ رسولؐ میں لعنت آئی ہے۔

اپنے موضوع پر یہ ایک مکمل کتاب ہے جس کا ہر صفحہ رہنما خطوط فراہم کرتا ہے تو ہر عنوان قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ کتاب کے مشمولات پڑھنے والوں میں احساسِ ذمہ داری پیدا کر دیتی ہیں۔ جس سے قاری نامرضیاتِ رب سے بچتا ہے اور رضائے رب کی کوشش کرتا ہے۔

کتاب کا آغاز ان لوگوں اور چیزوں کے بیان سے کیا گیا ہے جن پر لعنت سے آنحضرت ﷺ نے روکا ہے جبکہ عام طور سے لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ مثلاً گنہگار مسلمانوں پر لعنت، ہوا پر لعنت، پسو پر لعنت، مرغ پر لعنت، وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب میں بعض ایسے موضوعات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے جن میں آج بہت سے لوگ بلکہ اچھے خاصے لوگ مبتلا نظر آتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرامؓ کے موضوع پر، صحابہ کرامؓ کو گالی دینے والے پر لعنت، شراب کے موضوع پر، شراب سے وابستہ دس لوگوں پر لعنت، جادو ٹونا کے موضوع پر۔ جادو کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت۔

اسی طرح کچھ ایسے موضوعات بھی آ گئے ہیں جو بہت سوں کے لیے شاید بالکل نئے ہوں جیسے خطیبوں پر لعنت، خنزیر کی طرح جسم موٹا کیے ہوئے پر لعنت، بھائی بھائی میں جدائی کروانے والے پر لعنت، سوئے ہوئے فتنوں کو جگانے والے پر لعن، چہرے کو سرخ کرنے، ابرو بنوانے والی پر لعنت، وغیرہ۔

کتاب اس لائق ہے کہ ہر گھر کی زینت بنے۔ والدین، سرپرست اور اساتذہ نوجوان نسل کو لعنت کے کاموں سے آگاہ کریں۔ علمائے دین اپنے خطبات میں اُمتِ مسلمہ کو ملعون کاموں سے بچنے کی ترغیب دیں۔

بندہ لعنت کے کاموں کو نیکیوں کے گھڑے کے سوراخ سے تعبیر کرتا ہے۔ اگر سوراخ یعنی لعنت کے کام بند نہ کر دیے جائیں تو نیکیاں اس میں سے رِستی رہیں گی اور برباد ہوتی رہیں گی۔ نیز نیکیوں کے ساتھ لعنت کے کام کرنے والے یوں اپنی نیکیاں برباد کرتے رہیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس سوراخ پر پہلے توجہ دی جائے۔

ایک خوش خبری

قارئین کو جان کر خوشی ہوگی کہ آئندہ چند ماہ میں مصنف کی عظیم تصنیفی کاوش تجلیاتِ قدسیہ شرح جامع الاحادیث القدسیۃ، تالیف ابوعبد الرحمٰن عصام الدین الضبابطیؒ کی سات جلدوں میں پر مشتمل ہے، پریس کے حوالے ہوچکی ہے جبکہ اس کے معاً بعد 'نفحاتِ قدسیہ' دو جلدوں میں چھپنے کے لیے تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے فیض کو جاری رکھے، آمین!

اللہ تعالیٰ مؤلف و ناشر اور تمام معاونین کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لیے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین یا ربّ العالمین!

مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی

اُستاذِ حدیث، دار العلوم نظامیہ صوفیہ، پونے

KORA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ مَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَ الْآفَاتِ وَ تَقْضِی لَنَا بِھَا جَمِیْعُ الْحَاجَاتِ وَ تُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِھَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ. اَمَّا بَعْدُ ...

آج بتاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۵ مارچ ۲۰۱۳ء کو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور توکل علی اللہ حق جل مجدہ کی رضا و خوشنودی اور عام مسلمانوں کی خیرخواہی و بھلائی کی غرض سے ان تمام اعمال و افعال، حرکات و سکنات کو یکجا کر کے اُمتِ رحمت علی صاحبھا الف الف ازکی الصلوٰۃ والسلام سے باخبر کیا جائے جن اسباب کی وجہ سے کسی قوم یا فرد پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت اور رحمت سے دوری کا وبال نازل ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کی نظرِ عنایت سے قوم یا فرد گر جاتی ہے۔ قرآن مجید میں لعنت و پھٹکار کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں اور بے شمار مواقع پر یہود بے بہبود اور نصاریٰ، کفار و مشرکین پر لعنت و پھٹکار کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو متنبہ کیا ہے کہ جن وجوہ و اسباب کی

بناء پر وہ لوگ ملعون قرار دیے گئے تم ان اعمال و اسباب سے بچو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت باقی رہے۔

نیز یہ بھی یاد رہے کہ بندہ اللہ کا محبوب یا مبغوض صفات سے بنتا ہے۔ فضلِ حق کے لیے فضل والے اعمال کرنے ہوں گے۔ جو قومیں ملعون قرار دی گئیں انھوں نے لعنت کے اعمال اختیار کیے اور جو قومیں محبوبِ الٰہی بنیں انھوں نے محبوبیت کے اعمال اختیار کیے۔ اسی اصول کے تحت قرآن مجید اور احادیثِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اعمالِ محبوبیت اور اسباب و اعمالِ لعنت کا واضح بیان آیا ہے۔ اس وقت ان کا اِحصاء تو ممکن نہیں تاہم کوشش بعون اللہ کی جائے گی کہ کچھ بیان ہو جائے۔ وَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَ عَلَیْہِ التُّکْلَانُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

لعنت کا اصول

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ ھُمْ کُفَّارٌ اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَائِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ (سورۂ بقرہ : ۱۶۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی، انہی پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

لعنت کس صورت میں جائز ہے

جس کافر کے کفر کی حالت میں مرنے کا یقین نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اور چونکہ ہمیں کسی شخص کے خاتمے کا یقینی علم ہونے کا اب کوئی ذریعہ نہیں اس لیے کسی کافر کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جن کافروں پر نام لے کر لعنت کی ہے آپ ﷺ کو ان کی موت علی الکفر کا منجانب اللہ علم ہو گیا تھا۔ البتہ عام کافروں، ظالموں پر بغیر تعیین کے لعنت کرنا درست ہے۔ (معارف القرآن، ج:۱، ص:۴۰۵)

کسی مسلمان پر لعنت درست نہیں

اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جب لعنت کا معاملہ اتنا شدید ہے کہ کسی کافر پر بھی اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس کا یقین نہ ہوجائے کہ اس کی موت کفر ہی پر ہوگی تو کسی مسلمان پر یا کسی جانور پر لعنت کیسے جائز ہوسکتی ہے اور عوام تو اس سے غفلت میں ہیں ہی۔افسوس! بعض علماء و خواصِ اُمت پر جن کو دیکھا کہ وہ زبان پر قابو نہیں رکھتے اور لعنت و ملامت یا اُردو میں لعنت کے مترادف الفاظ کا بلاجھجک دوسروں کے حق میں استعمال کر بیٹھتے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خاص کر عورتیں تو بات بات پر لعنت کے الفاظ اپنے متعلقین کے متعلق استعمال کرتی رہتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ لعنت صرف لفظِ لعنت ہی کے کہنے سے نہیں ہوتی بلکہ اس کے ہم معنی جو الفاظ ہیں وہ بھی لعنت ہی کے حکم میں ہیں۔

لعنت کے معنی

لعنت کے اصل معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے ہیں، اس لیے کسی کو مردود، رائندۂ درگاہ، اللہ کا مارا، اللہ کی پھٹکار، ناس ہو، تباہ و برباد ہو، اس کا برا ہو، اللہ اس کو غارت کرے، فلاں کا ستیاناس ہو، اللہ اس کو ہلاک کردے، یہ سب الفاظ لعنت ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔اس لیے لعنت یا لعنت کے ہم معنی الفاظ کا استعمال کرنا بھی اسی وقت جائز ہے جب کہ اصول کے مطابق اس پر لعنت بھیجنا جائز ہو۔اس سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ مسلمان خواہ جیسا بھی ہو اس پر لعنت بھیجنا یا اس کے حق میں لعنت کے مترادف الفاظ کا استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔نیز لعنت کرنے والے کے لیے یہ بات خود قابلِ غور اور ہزارہا توجہ طلب ہے کہ ایسا شخص بروزِ قیامت حقِ شفاعت سے محروم کردیا جائے گا۔الامان والحفیظ! تفصیلات آئندہ صفحات میں پڑھیے۔

پہلی فصل

کن لوگوں یا چیزوں پر لعنت کرنے سے روکا گیا

لعنت بھیجنے میں احتیاط کرو

(۱) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ : "اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا لَعَنَ شَیْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَۃُ اِلَی السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ دُوْنَھَا ثُمَّ تَھْبِطُ اِلَی الْاَرْضِ فَتُغْلَقُ اَبْوَابُھَا دُوْنَھَا ثُمَّ تَأْخُذُ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَاِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ اِلَی الَّذِیْ لُعِنَ فَاِنْ کَانَ لِذٰلِکَ اَھْلًا وَ اِلَّا رَجَعَتْ اِلٰی قَائِلِھَا." (رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے، چنانچہ آسمان کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں پھر زمین کی طرف اُتاری جاتی ہے۔ سو زمین کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں اپنا راستہ دیکھتی ہے، جب کوئی جگہ نہیں پاتی تو لعنت اس پر لوٹ جاتی ہے جس کے لیے لعنت بھیجی ہے سو اگر وہ اس کا اہل تھا تو اس پر لعنت پڑ جاتی ہے اور اس کا اہل نہیں تھا تو اسی پر پلٹ جاتی ہے جس نے لعنت کے لفظ زبان سے نکالے تھے۔ (انوار البیان۔ گلدستہ، ج:۱، ص:۲۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی لعنت بھیجنے والا خود ہی اپنی لعنت سے ملعون اور

رحمتِ الٰہی سے محروم ہوجاتا ہے یعنی جس پر پھٹکار و غارت ہونے کی بددعا کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پھٹکار اور غارت و تباہی کا مستحق نہ تھا تو یہ وبال پلٹ کر واپس آجاتی ہے اور اس طرح دوسروں کی تباہی و بربادی اور پھٹکار و غارت کے کلمات کا استعمال کرنے والا خود ہی پھٹکار اور غضبِ ربانی کا شکار ہوجاتا ہے۔

اس لیے کبھی کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہیں کرنا چاہیے۔ کیا پتہ ہم اپنی نادانی اور کم علمی کی بناء پر خود ہی اللہ کی رحمت سے دور ہوجائیں اور ہمارے بول کا وبال ہماری طرف ہی پلٹ جائے۔ استغفر اللہ!

(نوٹ: لعنت کی تفصیلی بحث کے لیے تجلیاتِ قدسیہ، حدیث نمبر ۲۹۷ پڑھیں۔)

کسی گنہگار مسلمان پر بھی لعنت نہ بھیجو

(۲) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ اِسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَ كَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَ كَانَ يُضْحِكُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ. وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَاُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأُمِرَ بِهِ فَيُجْلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا اَكْثَرَ مَا يُوْتٰى بِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ."

(رواہ البخاری۔ ترجمان السنہ، ج:۱، ص:۳۶۳)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک شخص تھا اس کا نام عبداللہ اور اس کا لقب 'حمار' تھا۔ وہ آنحضرتؐ کو ہنسایا کرتا تھا۔ شراب پینے کے جرم میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اس کو کوڑے لگانے کا حکم دے چکے تھے۔ ایک دن پھر اسی شکایت میں وہ دوبارہ گرفتار ہوکر آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ پھر اس کو کوڑے لگائے جانے کا حکم دیا گیا۔ کوڑے لگا دیے گئے۔ اس پر ایک شخص بولا یہ شراب کے مقدمے میں کتنا کثرت سے گرفتار کر کے لایا جاتا ہے (اور باز نہیں آتا) اے

اللہ! تو اس پر لعنت فرما۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت مت برساؤ۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔

اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

یہ واقعہ خیبر کا ہے۔ عرب کی گھٹی میں شراب پڑی ہوئی تھی، اسی لیے اس کی حرمت بھی آہستہ آہستہ نازل ہوئی۔ اسی بیچ بعض آزاد طبائع سے اس میں تساہل ہوا۔ چنانچہ اس تساہل کا شرعی نتیجہ بھی انھیں بھگتنا پڑا۔

گنہگار کو بھی اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہوسکتی ہے

بعض لوگوں کے مزاج میں خوش طبعی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ وہ اپنے اسی طبعی مزاج کے مطابق جہاں بیٹھتے ہیں ہنسی کی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اگر اتنی بات اپنے حدود میں رہ کر ہو تو چنداں معیوب نہیں۔

آنحضرت ﷺ کے فرمان کا منشا یہ ہے کہ اگر کوئی نوآموز کمزور فطرت، کسی صبر آزما منظر کو دیکھ کر استقامت نہیں دکھلا سکا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس پر لعنت برسائی جائے اور بجائے دعا کے اس کے لیے اور بددعائیں کی جائیں۔ یہ ممکن ہے کہ ایک طرف قلب میں اللہ اور رسولؐ کی محبت ہو اور دوسری طرف تقاضائے محبت کے علمی استحضار میں کچھ قصور رہے اور غلطی سرزد ہو جائے۔

اسی قسم کے ایک دوسرے واقعے میں مذکور ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو "اَخزَاکَ اللّٰهُ" (اللہ تجھے رسوا کرے) کہہ دیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَقُولُوا هٰكَذَا، لَا تُعِينُوا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ." (بخاری)

ایک اور روایت میں ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ." (ابو داؤد)

یہ کلمات مت کہو اور اس کے مقابلے میں شیطان کی اعانت مت کرو۔ وہ بھی اس کو شراب پلا کر رسوا کرنا چاہتا تھا، تم بھی بددعائیں کر کے اس کا مقصد پورا کرنا چاہتے ہو۔

مناسب یہ ہے کہ اس کے لیے مغفرت اور رحم کی دعا کرو۔ بالخصوص جبکہ وہ شراب خوری کی پاداش بھگت بھی چکا ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث کو بَابُ مَا یَکْرَہُ مِنْ لَعْنِ شَارِبِ الْخَمْرِ وَ اَنَّہٗ لَیْسَ بِخَارِجٍ مِنَ الْمِلَّۃِ شراب خور پر لعنت کرنا پسندیدہ نہیں ہے (بالخصوص جبکہ اس پر حد بھی قائم ہو چکی ہو) اور اس وجہ سے وہ خارج از ملت بھی نہیں ہوتا۔

(ترجمان السنہ، ج:۱،ص:۳۶۴)

اس حدیث سے چند امور کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

۱۔ کبیرہ گناہ کے مرتکب کو بھی ایمان کے دائرے سے خارج نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ گناہِ کبیرہ کے مرتکب پر بھی لعنت برسانا شریعت کی رو سے ممنوع ہے۔

۳۔ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو بھی اللہ و رسولؐ سے محبت ہوتی ہے۔ اور گناہِ کبیرہ کے ارتکاب کا سبب صرف اور صرف اللہ و رسولؐ کی محبت کے علمی استحضار میں قصور و خلل ہوتا ہے جس کی وجہ سے گناہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ گناہ میں مبتلا شخص کو دیکھ کر برا بھلا کہہ کر شیطان کی مدد نہیں کرنا چاہیے بلکہ شفقت و محبت کا معاملہ کر کے از راہِ ترحم اس کے لیے استغفار اور اللہ تعالیٰ سے رحم و کرم کی دعا کرنا چاہیے۔ یہ سلامتی اور ایمانی رشتے کی بنیاد پر مسلمان کی نصرت و مدد ہوگی۔

۵۔ کبیرہ کے مرتکب کو اللہ و رسولؐ سے محبت کی شہادت زبانِ رسالت کے حلفیہ بیان سے ہوتی ہے۔ اور لعنت کی ممانعت بھی خاتمِ نبوت ﷺ نے واضح کر دی۔

مومن کے لیے لعن وطعن، فحش کلامی، بدزبانی مناسب نہیں

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَ لَا بِاللَّعَّانِ وَ لَا الْفَاحِشِ الْبَذِیِّ.

(رواہ الترمذی۔ ترجمان، ج:۲،ص:۲۵۰)

ترجمہ: ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کے لیے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لعن وطعن، فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مومن کے صفاتِ سلبی کا ذکر فرمایا ہے یعنی وہ عادات واخلاق جو مومن میں بالکل ہی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ مومن کے قلب میں رِقت و لین کی صفت ہوتی ہے۔ یہ صفت صرف اس کے قلب تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اعضاء وجوارح تک بھی سرایت کرجاتی ہے۔ وہ نرم خو، نرم مزاج، شیریں طبیعت، صاحبِ محبت ومروت اور ہر کس وناکس کی بات سننے والا اور ماننے والا ہوتا ہے حتی کہ مسلمانوں کے لیے ہمہ تن رحمت ہی رحمت ہوتا ہے۔

لعن طعن کرنا خیرخواہی اور رحمت کے خلاف ہے کیونکہ لعن وطعن لغت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ مومن کب اپنے کلمے والے بھائی کو اللہ کی رحمت سے دور کرنا چاہے گا؟

دوسری مذموم وگندی صفت جو مومن کے لیے مناسب نہیں فحش کلامی ہے۔ فحش کلامی جیسے گالی گلوچ بکنا، غلطیوں پر حرام زادہ، مردود، بدذات، خبیث یا ایسے الفاظ جو مروّت وشرافت، علم وفضل اور دینداری کے خلاف ہوں ان کا استعمال کرنا خاص کر مدارس کے ذمہ دار کا طلبہ کے حق میں یا اپنے ماتحت مزدور وخدام کے لیے استعمال کرنا یا بعض حالات میں گھر کے لوگوں کو کوسنا، اپنوں کی محبت ومودّت میں غیروں کی تباہی وبربادی کی بددعا کرنا، دوسروں کے حق میں تذلیل وتحقیر اور ہتک آمیز کلمات زبان سے نکالنا یا ان جیسے احوال میں انسان کا بے قابو ہوکر فحش بکنا خود اپنے ایمان کو داغدار کرنا ہے۔ مسلمان کو گالی دینا حدیث میں فسق کی دلیل بتائی گئی ہے۔ "سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ" مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ اہلِ ایمان کو اس سے بچنا چاہیے اور زبان پر قابو رکھنا چاہیے۔

قرآن مجید کی عظیم ہدایت

قرآن مجید نے بہت ہی خوبصورت تعبیر میں اہلِ ایمان کو ہدایت دی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور کہو بات سیدھی۔ (سورۂ احزاب: ۷)

یعنی تمام امور میں اللہ کی اطاعت کرو اور خاص کر کلام کرنے میں عدل و اعتدال سے تجاوز نہ ہو۔ اپنے کلام کی درستی اور اصلاح ایسا جزو ہے کہ اگر اس پر قابو پالیا جائے تو باقی اجزائے تقویٰ خود بخود حاصل ہوتے چلے جائیں گے جیسا کہ خود آیتِ مذکورہ میں 'قولِ سدید' اختیار کرنے کے نتیجے میں ﴿يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ﴾ کا وعدہ ہے۔ یعنی اگر تم نے اپنی زبان کو غلطی سے روک لیا اور کلام درست اور بات سیدھی کہنے کے خوگر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمادیں گے اور سب کو درست کردیں گے اور آخر آیت میں یہ وعدہ فرمایا کہ ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ یعنی جس شخص نے اپنی زبان پر قابو پالیا، راست گوئی اور سیدھی بات کا عادی بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے باقی اعمال کی بھی اصلاح فرمادیں گے اور جو لغزشیں اس سے ہوئی ہیں ان کو معاف فرمادیں گے۔ حاصل یہ کہ زبان کی اصلاح باقی سب اعضاء و اعمال کی اصلاح میں مؤثر ذریعہ ہے۔ اور زبان و کلام کی درستی دین و دنیا دونوں کے کام درست کرنے والی ہے۔ لہٰذا جو شخص قولِ سدید کا عادی ہوجائے، لعن وطعن نہ کرے، سوچ سمجھ کر کلام کرے، دل خراش بات نہ کرے اس کے اعمالِ آخرت بھی درست ہوجائیں گے اور دنیا کے کام بھی بن جائیں گے۔

زبان کو لعن طعن اور فحش کلامی و بدزبانی سے بچانے کی ہدایت مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو دی ہے۔ اللہ تعالیٰ زبان کی آفت و مصیبت سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین

پاکیزہ زبان ہونا اور بدزبانی سے بچنا

تیسری چیز حدیث میں بدزبانی کی مومن سے نفی کی گئی ہے۔ یعنی مومن بدزبان نہیں ہوتا، بدلگام و بدکلام نہیں ہوتا۔ بہت ہی مشہور بات ہے، زبانِ شیریں ملک گیریں۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں مگر زبان پر قابو نہیں۔ جب متنبہ کیا جاتا ہے تو

بول اُٹھتے ہیں حق بولتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کو فرعون کی ہدایت اور تبلیغ کے لیے روانہ کیا تو فرمایا﴿وَ قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾ بات سچ اور صحیح کہی جائے مگر تخاطب و تکلم میں لینت و رقت اور شفقت و محبت ہو۔ کلام میں ترشی اور تلخی نہ ہو، بات دلخراش و دل تراش نہ ہو بلکہ دل گداز و دل ربا ہو۔ 'از دل ریزد بر دل خیزد' ہو۔ الغرض لین الکلام کا مظہر ہو۔ لین الکلام پر جنت کی بشارت مبشرِ اعظم ﷺ نے دی ہے۔ اس کا خیال رہے۔

مومن کی شان لعنت نہیں رحمت ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ لَعَّانًا. (رواه الترمذی، ترغیب، ج:۳، ص: ۴۷۰)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کے لیے مناسب نہیں کہ ہر وقت لعنت کرتا رہے۔

عَنْ جَرْمُوْذَ الْجُهَنِّیِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَوْصِنِیْ. قَالَ : اُوْصِيْكَ اَلَّا تَكُوْنَ لَعَّانًا. (رواه الطبرانی و احمد)

(ترغیب، ج:۳، ص:۴۷۰)

حضرت جرموذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمادیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر وقت لعنت نہ کیا کرو۔ (طبرانی و احمد)

لعنت و ملامت ایمان کے منافی اور مومن کی شان سے بعید ہے۔ ایمان والا خود بھی رحمت سے وابستہ اور دوسرے مومن کے لیے رحمتِ الٰہی کا متمنی رہتا ہے۔ مومن بدخواہ نہیں، مومن خیر خواہ ہوتا ہے۔ جو لعنت کرتا ہے گویا کہ بدخواہی کا ثبوت دیتا ہے کہ دل میں مومن سے بغض، عداوت میں مبتلا ہے، جبھی تو اللہ کی رحمت سے مومن کو دور کررہا ہے۔ لوگوں میں عجیب بیماری پیدا ہوگئی ہے۔ ہلکی پھلکی اور غیر معمولی باتوں پر کیا نمازی کیا غیر نمازی، وہ جو شکل وصورت اور حلیہ و بشرہ سے محلّہ میں دیندار بنتے ہیں یا جن کو لوگ دیندار

تصور کرتے کرتے ہیں، روزہ، نماز کے پابند اور خیر و بھلائی کی اُمید رکھتے ہیں، جب معاملات کی دنیا میں سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت کھل کر سامنے ان کا دین وتقویٰ اور اُمت کے لیے زہر آلود بول وکلمات اور نفس وشیطان کی کیفیت نمایاں ہوتی ہے۔لوگوں نے محض شکل وصورت کو دین سمجھا ہوا ہے۔آج کے دور میں تزکیۂ نفس اور تہذیبِ اخلاق، اصلاحِ نفس اور کسی مرشدِ کامل کی صحبت میں بیٹھ کر اپنے عیوب کی درستگی کا شعبہ نہیں رہا۔اللہ تعالیٰ ہمارے عیوب پر ہماری نگاہ کو مرکوز کر کے اپنی اصلاح کی توفیق فرمائے۔ہر شخص اپنے مقام پر جنید بنا ہوا ہے۔پھر اصلاح کی فکر کہاں ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاھَا وَ زَکِّھَا اِنَّکَ اَنْتَ خَیْرٌ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلٰیھَا، آمین.

صدیق رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ہر وقت لعنت کرے

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَکُوْنَ لَعَّانًا.

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدیق کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ہر وقت لعنت برسایا کرے۔(مسلم)

(۴) عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَبِی بَکْرٍ وَ ھُوَ یَلْعَنُ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَ صِدِّیْقِیْنَ کَلَّا وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ! فَاَعْتَقَ اَبُوْبَکْرٍ یَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ. (رواہ بیہقی فی شعب الایمان۔ترجمان، ج:۲،ص:۲۵۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاس سے گزرے، وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرما رہے تھے۔ آپؐ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ربّ کعبہ کی قسم! یہ ہرگز نہ ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں۔اس واقعے کے بعد ابوبکرؓ نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔(بیہقی)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غلام آزاد کر کے غلطی کی تلافی کر دی

حضرت ابوبکر صدیق رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے جب رسول اللہ ﷺ سے اس نکتے کو سمجھ لیا تو فوراً اس کی تلافی غلام کی آزادی سے کر دی اور اس کا کفارہ ادا کر دیا اور آقا ﷺ کی بارگاہ میں جس طرح ان کی شان کے نامناسب کلمات سامنے تھے غلام کی آزادی کے بعد اُن کی شانِ صدیقیت بھی نمایاں ہوگئی اور سمع و طاعت کا نمونہ بھی۔ الغرض انھوں نے یہ ظاہر کر دیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔ یہ تھی ابوبکر صدیق رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کی شانِ فدائیت وفنائیت کہ علم ہوتے ہی راہِ تسلیم و رضا کو اختیار فرمالیا۔ واللہ اعلم!

لعنت کرنے والوں کو شہادت و شفاعت کا حق نہیں ہوگا

(۵) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ **قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ** صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ **يَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَ لَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.**

(رواہ مسلم۔ ترجمان، ج:۲، ص:۲۵۱)

حضرت ابودرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہر وقت لعنت برسانے والوں کو قیامت کے دن نہ شہادت کا حق دیا جائے گا اور نہ شفاعت کا۔

لغت میں لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا بھلا کیا حق ہوسکتا ہے۔ شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔ دنیا میں قانونِ شہادت یہ ہے کہ مقدمے میں گواہ وہ ہوسکتا ہے جو اس کا دشمن نہ ہو، پھر دنیا میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر کے اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکا ہے وہ آخرت میں کب کسی کا گواہ بن سکتا ہے۔

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے۔ اور اس کے بعد شہداء و صالحین کی شفاعت کا۔ صاحبِ نبوت نے سمجھایا کہ آخرت میں جس اُمت کو شفاعت اور شہادت

دونوں کا منصب عطا ہو جب اس کے لیے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلائیں ان کے لیے تو کتنا ناموزوں ہوگا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس نکتے کو خوب سمجھ لیا اور اسی لیے اس غلطی کی ہر ممکن طریقے پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔ (ترجمان السنۃ، ج:۲،ص:۲۵۱)

لعنت کرنے والا مسلمان کے حق میں خائن ہے

حضرت مولانا محمد یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ شہادت کی بنیاد امانت پر ہے اور مسلمان پر لعنت کرنے والا مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لعنت کے ذریعے دور کر کے مسلمان کے حق میں خیانت کا مرتکب ہے۔ اسی طرح شفاعت کی بنیاد رِقتِ قلب اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ نصیحت پر ہے۔ لہٰذا جو کسی کلمہ گو پر لعنت کرتا ہے دلیل ہے کہ سخت دلی اور قساوتِ قلب کا مریض ہے۔ ایسا شخص مسلمانوں کے لیے کب مخلص ہوسکتا ہے؟ لہٰذا قیامت کے دن مقامِ شہادت اور مقامِ شفاعت سے علیحدہ رکھا جائے گا۔ آمنت باللہ ورسولہ۔

مومن پر اللہ کے غضب کو نازل نہ کرو

(٦) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَ لَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَ لَا بِالنَّارِ. (رواہ البخاری۔ رواہ ابوداوٗد، نمبر:۴۹۰۶)

سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: ’’آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ برسایا کرو نہ ہی اللہ تعالیٰ کا غضب ڈھایا کرو نہ ہی دوزخ میں بھیجا کرو۔ (بخاری)

اس حدیث میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ آپس میں جب کسی وجہ سے کشیدگی ہو تو اس وقت ایک دوسرے پر لعنت نہ برسایا کرو یعنی یوں نہ کہا کرو کہ تم پر اللہ کی لعنت و پھٹکار ہو یا تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو، یا اللہ تعالیٰ تم کو دوزخ میں داخل کرے۔ یہ سب باتیں مومن کی شان کے مناسب نہیں۔ ایمان تو امن وامان، خیر و بھلائی اور خیر خواہی کا مذہب ہے۔

دوسروں کو اللہ کی رحمت سے محروم کرنے والا خود محروم ہے

عَنْ جُنْدُبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ وَ اللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِفَلَانٍ وَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَتَاَلّٰی عَلَیَّ اَلَّا اَغْفِرَ لِفَلَانٍ فَاِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لِفَلَانٍ وَ اَحْبَطْتُ عَمَلَکَ (و کما قال– و فی روایۃ لَا یَسْتُرُ اللّٰہُ عَلٰی عَبْدٍ فِی الدُّنْیَا اِلَّا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.)

(رواہ مسلم۔ترجمان السنہ،ج:۱،ص:۳۰۹)

حضرت جندب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اللہ کی قسم کھا کر کہا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھارہا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا (جا) میں نے فلاں کو بخشا اور تیرے عمل اکارت کیے۔(راوی کو تردد ہے کہ یہ یا اس کے مشابہ کوئی اور جملہ فرمایا) اور ایک روایت میں ہے:

جس بندے کی اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ پوشی فرمالے (اُمید ہے کہ) آخرت میں بھی ضرور اس کی پردہ پوشی کرے گا۔(اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔)

زبان کی بداحتیاطی سے ایک عابد جہنم رسید ہوگیا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : کَانَ رَجُلَانِ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مُتَوَاخِیَیْنِ ، فَکَانَ اَحَدُهُمَا یُذْنِبُ وَ الْاٰخَرُ مُجْتَهِدٌ فِی الْعِبَادَۃِ، فَکَانَ لَا یَزَالُ الْمُجْتَهِدُ یَرَی الْاٰخَرَ عَلَی الذَّنْبِ، فَیَقُوْلُ لَہٗ اَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِیْ وَ رَبِّیْ ! أَ بُعِثْتَ عَلَیَّ رَقِیْبًا؟ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ، اَوْ لَا یُدْخِلُکَ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ فَقَبَضَ اَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ فَقَالَ (اَیِ اللّٰہُ) لِهٰذَا الْمُتَجَهِدَ أَ کُنْتَ عَالِمًا بِیْ؟ اَوْ کُنْتَ عَلٰی مَا فِیْ یَدِیْ قَادِرًا؟ وَ قَالَ لِلْمُذْنِبِ اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِیْ وَ قَالَ لِلْاٰخَرِ : اِذْهَبُوْا بِہٖ اِلَی النَّارِ. قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَۃَ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ! لَتَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اَوْبَقَتْ دُنْیَاہُ وَ آخِرَتَہٗ. (ابوداؤد۔الاحادیث القدسیۃ،حدیث نمبر:۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں دو دوست تھے۔ ایک گنہگار تھا، دوسرا عبادت گزار۔ یہ اس گنہگار سے کہا کرتا گناہ مت کیا کرو۔ وہ جواب دیتا تجھے کیا پڑی ہے۔ میں جانوں اور میرا رب۔ کیا تو مجھ پر کوئی داروغہ تو مقرر نہیں ہے۔ (اسے غصہ آیا) اور اللہ کی قسم کھا کر کہا جا اللہ تیری مغفرت نہیں کرے گا اور نہ تجھے اپنی جنت میں داخل کرے گا۔ (اسی وقت اللہ تعالیٰ نے موت کا فرشتہ بھیجا) اس نے دونوں کی روح قبض کرلی۔ جب اس کے دربار میں دونوں کی پیشی ہوئی تو پہلے عبادت گزار کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کیا تجھے میرا علم تھا یا میری قدرت میں دخل تھا۔ اور گنہگار سے حکم ہوا: جا! میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا۔ اور عبادت گزار کے لیے حکم ہوا اس کو جہنم میں لے جاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس شخص نے ایک ایسی بات کہی جس سے اس کی دنیا و آخرت دونوں ہی تباہ و برباد ہوگئی۔ (اس روایت کو ابو داؤد نے نقل کیا ہے۔)

زبان کا وبال

آدمی بسا اوقات اپنے عبادت و اطاعت کے ظن میں ہوتا ہے اور خاص کر جب کسی کو گناہ و معاصی میں مبتلا دیکھتا ہے اس وقت شیطان اور بھی مختلف قسم کے خیالات باطنی طہارت و تقدس اور تزکیہ و تہذیب کے پیدا کرتا ہے۔ اس عابد نے گنہگار کو اللہ کی قسم کھا کر مغفرت نہ ہونے کی بات کہی جو کسی بھی حال میں اس کو کہنے کا حق نہ تھا۔ کیونکہ مغفرت و عذاب یہ مشیتِ الٰہی سے ہوتی ہے جس میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ پھر مخلوق کو کسی مخلوق کے لیے جنت و جہنم کے فیصلے کا حتمی اعلان کرنا یہ حدودِ الٰہی میں دخل دینا تھا۔ انسان خود کے متعلق نہیں جانتا تو دوسروں کا فیصلہ کیسے کرسکتا ہے۔ پھر اللہ کے مبارک نام کی قسم کے ساتھ تو اور بھی سنگین ہے۔ تفصیل کیلئے بندہ کی کتاب 'نفحاتِ قدسیہ' حدیث ۳۵ دیکھیں۔

ہوا پر لعنت نہ بھیجو

(۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اِنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيْحُ رِدَاءَهُ فَلَعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : "لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ وَ اِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ." (رواه الترمذی، مشکوٰۃ)

(الفتوحات الربانیہ علی الآثار الانبویۃ ،ص: ۵۰۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک شخص کی چادر ہوا نے ہٹادی۔اس نے ہوا پر لعنت کر دی تو حضرت رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو اللہ کے حکم کے مطابق چلتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ جو شخص کسی چیز پر لعنت کرے اور وہ چیز اس کی اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر ہی لعنت پلٹ جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الادب۔گلدستہ،ج:۱،ص:۲۸۶۔حدیث نمبر:۴۹۰۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیز ہوا یا آندھی وطوفان کے وقت ہوا پر لعنت نہیں کرنا چاہیے کہ ہوا کو چلانے والا اللہ ہے اور وہ اسی کے حکم سے چلتی ہے۔وہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مامور ہے۔ نیز حدیث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ یہ لعنت واپس پلٹ کر لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔لہٰذا زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے اور خود کو تباہی و بربادی سے بچانا چاہیے۔

بخار پر لعنت نہ بھیجو

(۸) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ عَلٰی بَعْضِ اَهْلِهِ وَ هُوَ وَجِعٌ وَ بِهِ الْحُمَّةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَهِيَ اُمُّ مِلْدَمٍ فَقَالَتْ إِمْرَأَةٌ نَعَمْ فَلَعَنَهَا اللّٰهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا تَلْعَنِيْهَا فَاِنَّهَا تَغْسِلُ اَوْ تَذْهَبُ بِذُنُوْبِ بَنِيْ آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خُبْثَ الْحَدِيْدِ. (اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، رقم : ۱۰۸۳۵)

جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے بعض

اہل کے پاس تشریف لے گئے اور وہ مبتلائے تکلیف تھے اور ان کو بخار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ اُمّ ملدم جان توڑ بخار ہے؟ ایک خاتون نے جواب دیا ہاں، یہ ام ملدم ہے تو اس خاتون نے اس بخار پر اللہ کی لعنت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جان توڑ بخار پر لعنت نہ کرو کہ یہ دھو دیتا ہے یا ختم کر دیتا ہے بنی آدم کے گناہ کو جیسا کہ آگ کی بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔ (نسائی)

بخار گناہ سے صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے

بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فِیْ مَرَضِهِ وَ هُوَ یُوْعِکُ وَعْکًا شَدِیْدًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اِنَّکَ لَتُوْعِکُ وَعْکًا شَدِیْدًا. قُلْتُ اِنَّ ذَاکَ بِأَنَّ لَکَ أَجْرَیْنِ. قَالَ أَجَلْ. مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُهُ أَذیً، اِلَّا حَاتَ اللّٰهُ عَنْهُ خَطَایَاهُ کَمَا تَحَاتُ وَرَقُ الشَّجَرَةِ. (بخاری)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ان کی بیماری کے زمانے میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید بخار کی تکلیف تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ کو بخار کی وجہ سے شدید تکلیف ہے؟ میں نے عرض کیا پھر تو آپ کو دوہرا اجر وثواب ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: بالکل دوگنا اجر وثواب ملے گا۔ جب کبھی کسی مسلمان کو اذیت و تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے گناہ کو اللہ تعالیٰ اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے (سردی کے موسم میں) درخت سے پتّے جھڑ جاتے ہیں۔ (بخاری)

بخار دوزخ کی آگ سے نجات کا ذریعہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اَنَّهُ عَادَ مَرِیْضًا وَ مَعَهُ اَبُوْ هُرَیْرَةَ مِنْ وَعْکٍ کَانَ بِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ أَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ هِیَ نَارِیْ اُسَلِّطُهَا عَلَی عَبْدِی الْمُؤْمِنِ فِی الدُّنْیَا

لِتَكُوْنَ حَظَّةً مِنَ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ. (اخرجہ ابن ماجہ، الاحادیث القدسیۃ، رقم: ۲۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے اور ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بھی ہمراہِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے جبکہ ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بخار کی شدید تکلیف تھی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حق جل مجدہ فرماتا ہے ''یہ (بخار) میری آگ ہے میں اپنے جس مومن بندے پر چاہتا ہوں دنیا میں مسلط کرتا ہوں تاکہ آخرت کی آگ کا بدل ہو جائے۔''

معلوم ہوا بخار خواہ کتنا ہی جان توڑ ہو، خون پانی ایک کرنے والا ہو، اس پر لعنت نہیں کرنا چاہیے کہ بخار کے ذریعے بندے کو گناہ و ذنوب اور روحانی گندگی سے طہارت و نفاست ملتی ہے۔ جسم کے انگ انگ، رگ و ریشہ سے گناہ و معصیت کی نحوست و نجاست کی تطہیر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مؤطا امام میں ایک روایت ہے:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اِذْ مَرِضَ الْعَبْدُ بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَيْهِ مَلَكَيْنِ فَقَالَ اُنْظُرَا مَاذَا يَقُوْلُ لِعَوَّادِهِ. فَاِذَا هُوَ اِذَا جَاءَ ُهُ حَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ، رَفَعَا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ هُوَ اَعْلَمُ. فَيَقُوْلُ لِعَبْدِىْ عَلَيَّ اِنْ تَوَفَّيْتُهُ اَنْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ؛ وَ اِنْ اَنَا شَفَيْتُهُ اَنْ اُبَدِّلَ لَهُ لَحْمًا خَيْرًا مِنْ لَحْمِهِ وَ دَمًا خَيْرًا مِنْ دَمِهِ وَ اَنْ اُكَفِّرَ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ. (الاحادیث القدسیۃ: ۲۱۶۔ اخرجہ الامام مالک فی المؤطا، ج: ۲، ص: ۲۰۶)

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں بندہ جب بیمار پڑ جاتا ہے تو حق جل مجدہ اس کے پاس دو فرشتے بھیجتے ہیں اور ان کو ہدایت ہوتی ہے کہ تم دونوں دیکھتے رہو کہ یہ مریض عیادت کرنے والوں کو کیا جواب دیتا ہے۔ جب اس کے پاس عیادت کرنے والے آتے ہیں تو مریض اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہے تو اس کی حمد و ثنا حق جل مجدہ کی بارگاہ میں پیش کی جاتی ہے جبکہ حق جل مجدہ کو سب کچھ خوب معلوم ہے تو حق جل مجدہ فرماتے ہیں میرے بندے کا میرے ذمہ حق ہے کہ اگر میں اس کو وفات دوں تو جنت میں داخل کروں گا اور اگر میں شفاء دے دوں تو میں اس کے گوشت کو پہلے کے گوشت سے بہتر عطا کروں گا اور پہلے

کے خون سے اچھا نظیف خون بدل دوں گا اور اس کے گناہ کا کفارہ بنا دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری کے بعد جسم کا گوشت و خون بھی سابقہ گناہ کی آمیزش اور ذنوب و سیئات کی ظلمت سے پاک و صاف ہوجاتا ہے اور طبیعت میں جو عبادت و اطاعت سے دوری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ بیماری کے بعد اس کو مٹا دیتے ہیں اور گناہ کا بیماری کفارہ بن جاتی ہے۔ نیز یہ نعمت مریض کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر ملتی ہے اس لیے بیماری میں جزع فزع اور گلہ شکوہ سے بہت ہی بچنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ مومن کے لیے بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ عافیت و صحت عطا فرمائے اور مرض کی صورت میں حامدین و شاکرین کے زمرے میں رکھے، آمین۔

پسو پر لعنت نہ کرو کہ اس نے ایک نبی کو نماز کے لیے بیدار کیا تھا

(۹) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَعَنَ رَجُلٌ بَرْغُوْثًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهُ اَيْقَظَ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لِلصَّلٰوةِ. (شعب الایمان، ۴۸۱۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پسو پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لعنت کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ بھیجو کہ اس نے ایک نبی کو نماز کے لیے جگایا تھا۔ (شعب الایمان)

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَدَغَتْ رَجُلًا بُرْغُوْثٌ فَلَعَنَهَا : فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : "لَا تَلْعَنْهَا فَاِنَّهَا نَبَّهَتْ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ." رواه ابو يعلى، و فى البزار : "لَا تَسُبُّهُ فَاِنَّهُ اَيْقَظَ نَبِيًّا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ." و الطبرانى فى الاوسط : ذُكِرَتِ الْبَرَاغِيْثُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : "اِنَّهَا تُوْقِظُ لِلصَّلَاةِ" وَ اَيْضًا رَوَاهُ الطبرانى فى الاوسط عن على بن ابى طالب رضی اللہ عنہ قَالَ : نَزَلْنَا مَنْزِلًا ، فَاٰذَتْنَا الْبَرَاغِيْثُ فَسَبَبْنَاهَا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ : ”لَا تَسُبُّوۡهَا فَنِعۡمَتِ الدَّابَّةُ فَاِنَّهَا اَيۡقَظَتۡكُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ.“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے تو ایک شخص کو پسو نے کاٹ لیا تو اس شخص نے پسو پر لعنت بھیجی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو کہ اس نے نبیوں میں سے ایک نبی کو صبح کی نماز کے لیے بیدار کیا تھا....اور بزار کی روایت میں ہے: پسو کو گالی مت دو کہ ایک نبی کو صبح کی نماز کے لیے بیدار کیا تھا۔... اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ پسو کا تذکرہ ہوا رسول اللہ ﷺ کے سامنے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ نماز کے لیے بیدار کرتی ہے۔ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ ہم لوگ ایک مقام پر ٹھہرے تو ہم لوگوں کو پسو نے اذیت پہنچائی تو ہم نے پسو کو برا بھلا کہا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو گالیاں نہ دو، یہ بہت اچھا زمین پر چلنے والا (جانور) ہے کیونکہ اس نے تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے جگا دیا۔

(طبرانی فی الاوسط۔ترغیب، ج:۳،ص:۴۷۵)

سبق آموز تذکیر و نصیحت

عادتاً انسان کو جب تکلیف و اذیت پہنچتی ہے تو فوراً اس کی نگاہ جس سے تکلیف پہنچی ہے اس کی خامیوں پر جاتی ہے اور پھر اس کو کوسنا برا بھلا کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت محمد ﷺ نے ہمیں رشد و ہدایت کی جانب لگایا کہ خامیوں کو نہ دیکھو بلکہ خوبیوں پر نظر رکھو کہ پسو کو برا نہ کہو کہ اس نے ایک نبی کو نماز کے لیے جگایا۔ یعنی اپنے سم سے کاٹ کر نیند سے بیدار کیا۔ ظاہر ہے پسو کسی کو ہوشیار و بیدار کرنے کے لیے یہی عمل کر سکتا ہے جو اس کے بس میں تھا کیا۔ جسمانی اذیت کو نہ دیکھو، روحانی قربِ الٰہی کے لیے اس کے عمل کو دیکھو کہ کاٹ کر بیدار کیا اور تم کو حضورِ حق میں حاضر کر دیا۔ لہٰذا اس کو برا نہ کہو۔ سبحان اللہ!

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پسو کی اذیت پر فرمایا: ”اس نے تم کو ذکر اللہ کے لیے جگایا ہے۔“ نگاہِ نورِ نبوت نے مولا علیؓ کو آگاہ کیا کہ پسو نے کاٹ کر ذکر اللہ کی جانب متوجہ کیا ہے۔ اس نے اذیت کی نیت سے یہ عمل نہیں کیا بلکہ ذکر اللہ کے لیے متنبہ

اور ہوشیار کیا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اذیت و تکلیف کے موقع پر بھی نگاہ خیر اور خوبیوں پر رکھے۔ یہی کیا کم ہے کہ اذیت سے گناہ مٹتا ہے اور نفس کچلتا ہے۔

مرغ پر لعنت نہ بھیجو کہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے

(۱۰) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِي قَالَ لَعَنَ رَجُلٌ دِيْكًا صَاحَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا تَلْعَنْهُ فَاِنَّهُ يَدْعُوْ اِلَى الصَّلٰوةِ. (رواه احمد : ۱۷۰۳۴) **وَ فِيْ رِوَايَةٍ : لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ فَاِنَّهُ يُوْقِظُ لِلصَّلٰوةِ.** (ابو داؤد)

زید بن خالد جہنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مرغے پر لعنت کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آواز کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرغ پر لعنت نہ کرو کہ وہ لوگوں کو نماز کی طرف بلاتا ہے۔ (احمد)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ **اِنَّ دِيْكًا صَرَخَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَسَبَّهُ رَجُلٌ فَنَهَى عَنْ سَبِّ الدِّيْكِ....** رواه البزار. **وَ فِي** الطبراني : **"لَا تَلْعَنْهُ وَ لَا تَسُبُّهُ ، فَاِنَّهُ يَدْعُوْ اِلَى الصَّلَاةِ."**

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرغ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آواز نکالی تو ایک صاحب نے اس کو برا کہا تو رسول اللہ ﷺ نے مرغ کو گالی دینے سے منع فرمایا۔ اور طبرانی میں ہے کہ مرغ پر لعنت نہ کرو نہ اسے گالی دو اس لیے کہ وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے۔ نماز کی دعوت دیتا ہے۔

وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما **اِنَّ دِيْكًا صَرَخَ قَرِيْبًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : "مَهْ ! كَلَّا اِنَّهُ يَدْعُوْ اِلَى الصَّلَاةِ."** رواه البزار.

(الترغیب، ج:۳، ص: ۴۷۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرغ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آواز نکالی تو وہیں ایک آدمی اس پر بول اٹھا: اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زبان روکو۔ خاموش رہو، ہرگز نہیں !وہ لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے۔

خاتم النّبیین ﷺ کی نبوت و رسالت کے یہ سب دلائل و شواہد ہیں کہ اُمت کو آگاہ کیا جارہا ہے کہ عبادت و اطاعتِ ربانی میں نماز اہم ترین قربِ ربانی کا فریضہ ہے کہ مرغ بھی منجانب اللہ اس دعوت میں شریک ہے اور مخلوق کو خالق کی طرف بلا رہا ہے، لہٰذا داعی الی اللہ کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔

نیز حدیث میں جو لفظ ’کلا‘ آ رہا ہے اس سے واضح ہوگیا کہ اگر کوئی خیر کے داعی کو بددعائیہ کلمات سے یاد کرے تو داعی کا عملِ خیر داعی سے شر کو دور کر دیتا ہے۔ مرغ نے اذان دی اور ایک صاحب نے اس پر لعنت بھیجی۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ اس پر لعنت نہ بھیجو کہ وہ لوگوں کو نماز کی دعوت دیتا ہے اور خیر و بھلائی کا ذریعہ ہے کہ ایک اللہ ربّ العزت کی عبادت و اطاعت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ آئندہ باب میں آپ پڑھیں گے کہ مرغ فرشتہ کو جب دیکھتا ہے تو آواز لگاتا ہے۔ یہ مرغ کی اچھی صفت ہے کہ ملائکہ کو دیکھ کر ہم کو آگاہ کر دیتا ہے تاکہ ہم انابت و رجوع الی اللہ اختیار کریں، توبہ و استغفار کریں۔ نہ کہ مرغ کو برا کہنے لگیں۔ وصلی اللہ علی خاتم النّبیین وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً!

نفوسِ قدسیہ کو دیکھ کر مرغ آواز لگاتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيْكَةِ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ فَاِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَ اِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا.

(رواہ البخاری: ۳۳۰۳۔ مسلم: ۲۷۲۹۔ ترمذی: ۳۴۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کہ مرغ فرشتے کو دیکھتا ہے
اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ کی شیطان سے پناہ چاہو کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔
مرغ فرشتے کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو اور جب گدھے کی
آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ چاہو۔ اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

رات کو دروازہ بند کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرلیا کرو

وَ اِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَ نَهِيْقَ الْحَمِيْرِ بِاللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِنَّهُ يَرَوْنَ مَا لَا تَرَوْنَ وَ اَقِلُّوا الْخُرُوْجَ اِذَا هَدَأَتِ الرِّجْلُ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَبُثُّ فِيْ لَيْلِهٖ مِنْ خَلْقِهٖ مَا يَشَاءُ وَ اَجِيْفُوا الْاَبْوَابَ وَ اذْكُرُوْا اِسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا اُجِيْفَ وَ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ غَطُّوا الْجِرَارَ وَ اَوْكِئُوا الْقِرَبَ وَ اَكْفِئُوا الْاٰنِيَةَ.

(رواه احمد وحاكم وابن حبان والبخاری فی الادب المفرد۔ فیض القدیر۔ رقم: ۶۹۸)

جب تم کتے (کے رونے یا بھونکنے) کی آواز سنو یا گدھے کی رات میں تو اللہ تعالیٰ کی امان و پناہ چاہو، شیطانِ رجیم سے کہ وہ اس (شیطان) کو دیکھتا ہے جس کو تم نہیں دیکھتے لہٰذا جب لوگوں کی چلت پھرت کم ہو جائے تو اس وقت کم نکلا کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رات میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے منتشر اور پھیلا دیتا ہے۔ دروازہ بند کرلیا کرو اور مکان کا دروازہ بند کرتے وقت اللہ کا ذکر کرلیا کرو کہ بند دروازہ کو شیطان نہیں کھول سکتا جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور پانی کے برتن کا منہ ڈھانک دیا کرو اور پانی پینے کا برتن بھی ڈھانک دیا کرو اور برتن کو پلٹ کر رکھا کرو۔ (مسند احمد۔ فیض القدیر)

اس حدیث میں خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چند ہدایات دی ہیں:

۱) گدھا یا کتا جب آواز نکالے تو اللہ تعالیٰ کی شیطانِ رجیم سے پناہ مانگنا چاہیے۔ رات میں شیاطین کا نکلنا زیادہ ہوتا ہے اس لیے بطورِ خاص اس کا ذکر آ گیا۔ تعوّذ کا حکم رات و دن دونوں میں ہے اور شام کے وقت جب بنی آدم کی چلت پھرت کم ہو جاتی ہے

اس وقت گھر سے کم نکلنا چاہیے کہ وہ شیطان کے نکلنے کا وقت ہوتا ہے اور خاص کر چھوٹے بچوں کو گھروں میں رکھنا چاہیے۔

نیز حدیث میں آ گیا کہ گدھا اور کتا شیطان کو دیکھتے ہیں۔ شیطان کو نہ دیکھنا یہ بنی آدم کی شرافت و کرامت ہے کیونکہ محض شیطان کو دیکھنے سے ہی بے شمار ایمانی کیفیت و طمانیت میں خلل اور یقین میں شک و شبہ پیدا ہو جاتا جس کا اللہ تعالیٰ نے غیبی انتظام کر دیا کہ ہم لعین کو دیکھتے ہی نہیں۔ اس طرح ہم بے شمار شیطانی وساوس اور نفس کی طغیانی، عصیانِ باری تعالیٰ سے بچ جاتے ہیں۔ اور پھر ہم لعین کو دیکھتے نہیں، دیکھتا کتا یا گدھا ہے اور وہ ابن آدم کو باخبر کر دیتا ہے کہ تمھارا نادیدہ دشمن آ چکا۔ تم اپنے رب کی امان و پناہ تعوذ کر کے چاہو۔ یہ ربّ العالمین کی ہم پر مہربانی اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض رسانی ہے کہ آ گاہ کر دیا اور علاج بھی بتلا دیا۔ واللہ اعلم!

حدیث میں مرغ کے لیے آیا کہ وہ اپنی آواز کے ذریعے ہمیں نماز کی طرف بلاتا ہے اور آواز اس وقت نکالتا ہے جب ملائکۃ اللہ کو دیکھتا ہے اور مرغ میں نفوسِ قدسیہ کے ادراک اور رویت و دید کی حق تعالیٰ نے صلاحیت رکھی ہے۔ جیسا کہ گدھا اور کتا میں نفوسِ خبیثہ اور شریرہ کی۔ نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نزولِ رحمت اور صلحاء کے اجتماع کے وقت حق تعالیٰ سے فضل کا سوال کر لینا چاہیے اور غضبِ الٰہی اور اہلِ معاصی کے حضور کے وقت اللہ تعالیٰ سے امن و امان اور پناہ و استغفار کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم!

پانی کے برتن کا منہ ڈھانک دینا چاہیے اور خالی برتن کو اُلٹ دینا چاہیے تاکہ اس میں کوئی موذی و تکلیف دہ چیز داخل نہ ہو تو جسمانی و روحانی تکلیف کا باعث ہو۔ یہ روایت مسند احمد کی ہے مگر مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

دنیا پر لعنت نہ بھیجو

(۱۱) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدُّنْیَا فَنِعْمَتْ مَطِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ عَلَیْھَا یَبْلُغُ الْخَیْرَ

وَ بِهَا یَنْجُو مِنَ الشَّرِّ اَنَّهُ اِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَعَنَ اللّٰهُ الدُّنْیَا قَالَتِ الدُّنْیَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَعْصَانَا لِرَبِّهِ. (الاربعون الودعانیه. ص: ۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کو برا اور گالی نہ دو کہ وہ مومن کی بہترین گزرگاہ ہے کہ (اعمالِ صالحہ کے ذریعے) خیر و بھلائی (کرکے مقامِ قرب و رضاءِ الٰہی کے مقام و رتبہ پر پہنچ جاتا ہے، اور بدی و برائی سے دنیا میں بچ بچا کر آخرت کے عذاب) و شر سے نجات پا جاتا ہے اور سنو جب آدمی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دنیا پر تو دنیا کہتی ہے اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے ہمارے بارے میں رب تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (اربعون ودعانیہ، ص:۱۱)

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے پر دنیا لعنت بھیجتی ہے

دنیا قابلِ مذمت نہیں، دنیا دارِ عمل اور آخرت کی بھلائی کو حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ البتہ دنیاوی عیش و عشرت کے سامانوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو اور اپنے انجامِ آخرت کو بھول جانا معیوب اور قابلِ مذمت ہے۔ ورنہ دنیا تو رضاءِ الٰہی اور قربِ ربانی کے حصول کی بہترین گزرگاہ ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغِ رسالت و نبوت کا میدان ہے۔ دنیا میں ہی کتبِ الٰہی اور فرمانِ قدسی کا نزول ہوا اور قرآن مجید و فرقانِ حمید کا نزول قیامت تک کے لیے رشد و ہدایت کی ضمانت کے ساتھ آیا۔ اسی دنیا میں انبیاء کی ہدایات پر عمل کرنے والے صدیقین و شہداء، صالحین و متقین، ابرار و اخیار پیدا ہوئے ہیں۔ وہ مقدس اصحابِ رسول ﷺ ہوئے جن پر رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا ابدی خطابِ الٰہی آیاتِ بینات میں تلاوت کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی کہ دنیا کو برا نہ کہو کہ یہ مومن کی گزرگاہ ہے۔ مومن خیر و بھلائی، اعمالِ صالحہ، مرضیاتِ مولیٰ، رضوان و غفران کا توشہ و زادِ آخرت جمع کر لیتا ہے۔ جو کوئی دنیا پر لعنت و ملامت کرتا ہے تو دنیا اس پر جواب دیتی ہے کہ لعنت اس شخص پر جو دنیاوی عیش و عشرت میں اُلجھ کر ربّ العزت کی نافرمانی کرتا ہے۔ یعنی ہر شخص پر

دنیا میں لعنت و پھٹکار نہیں۔ لعنت تو اس پر ہے جو میرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہاں یہ ادب بھی معلوم ہوگیا کہ لعنت ربّ العزت کے نافرمانوں پر ہے اور نافرمانی خود بھی دلیل ہے کہ رحمت سے دور ہے۔ اگر رحمت ہوتی تو نافرمانی کیوں کرتا۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِی اَبَدًا مَا اَبْقَیْتَنِیْ.

یا اللہ! مجھ پر گناہ کو چھوڑ دینے کا رحم کیجیے کہ گناہ نہ کروں جب تک آپ دنیا میں باقی رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ! کتنی پیاری دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ معلوم ہوا معصیت و گناہ کا ہونا رحمتِ الٰہی سے دوری کی دلیل ہے۔ رحمتِ باری جب بندے کو آغوش میں لیتی ہے تو گناہ سے دوری اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ گناہ ہوجانے پر توبہ و استغفار کی توفیق ملتی ہے اور بندہ انابت و رجوع الی اللہ اختیار کرتا ہے۔ باطن کی کیفیت اس کو چین سے رہنے نہیں دیتی۔ دراصل سب کا سب فضلِ الٰہی کا کرشمہ ہے۔ فضل و رحمت خود اس کی دستگیری کرتی ہے اور اللہ کے فضل سے ہی فضل و رحمت والے اعمال ہوتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْفَضْلَ بِفَضْلِکَ الْعَظِیْمِ

وہ لوگ جن پر قرآن مجید میں لعنت کی گئی ہے

لعنت ہے اللہ کے منکروں پر

(۱) ﴿بَلْ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ﴾ (البقرة : ۸۸)

ترجمہ: بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کے سبب۔

یعنی اسلام جو مذہبِ حق ہے اس سے نفور اور منسوخ مذہب پر مصر ہیں یہ سبب ہے ان پر لعنت اور اللہ تعالیٰ کی مار اور پھٹکار کا۔

حق کو پہچان کر انکار کرنا لعنت کا سبب ہے

(۲) ﴿فَلَمَّا جَآءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرة: ۸۹)

ترجمہ: پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے سو اللہ کی لعنت ہے منکروں پر۔

حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کا انکار لعنت کا سبب بنا

ان کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب ان کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی۔ قرآن کے اُترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو اللہ

تعالیٰ سے دعا مانگتے کہ ''ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب اُن پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔'' جب حضور ﷺ پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہو گئے اور ملعون ہوئے۔ (تفسیر عثمانی)

یعنی جان بوجھ کر حق وصداقت سے محض تعصب کے سبب رسول اللہ ﷺ کی رسالت ونبوت کا انکار کر بیٹھے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت و پھٹکار نازل کیا۔

حق چھپانے والوں پر لعنت

(۳) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ ، اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۵۹)

ترجمہ: بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اُتارا صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے۔

یہودیوں کی حق پوشی اور ان کی جو اُن کی روش پر ہیں

اس سے مراد یہود ہیں کہ توریت میں جو آپ ﷺ کی تصدیق تھی اس کو اور تحویلِ قبلہ وَغیرہ اُمور کو چھپاتے ہیں اور جس نے غرضِ دنیا کے واسطے اللہ کے حکم کو چھپایا وہ سب اس میں داخل ہیں۔ جن و اِنس و ملائکہ بلکہ اور سب حیوانات ان پر لعنت کرتے ہیں کیونکہ ان کی حق پوشی کے وبال میں جب عالم کے اندر قحط وبا اور طرح طرح کی بلائیں پھیلتی ہیں تو حیوانات بلکہ جمادات تک کو تکلیف ہوتی ہے اور سب ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی)

قرآنِ مجید اسی طرح حدیثِ رسولؐ کو چھپانا لعنت کا سبب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیثِ رسولؐ کو بھی قرآن ہی کے حکم میں رکھا ہے۔

آیت پاک قرآن وحدیث کے جاننے والوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ قرآن مجید کی صاف صاف باتوں اور احادیثِ رسولؐ کی چشم کشا ہدایات کو چھوڑ کر فضول قصوں

کہانیوں، بے سند باتوں میں اُلجھنے اُلجھانے کی بجائے علمائے اُمت پر حق ہے کہ توحید، رسالت اور آخرت کی باتوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں دنیائے انسانیت کے سامنے جذبۂ خیر خواہی سے پیش کرتے رہیں۔ اگرچہ یہ کام رسمی وعظ و بیان کے مقابلے دشوار تر اور کانٹوں پر چلنے کی طرح ہے مگر اہلِ حق سے مطلوب یہی ہے۔ نیز یہی وہ حق ہے جس سے یہود بے بہود اوّلاً محروم ہوئے اور پھر آیت بالا میں ملعون قرار پائے۔

ابدی ملعون و جہنمی

(۴) ﴿اِنَّ الَّـذِیْنَ کَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِکَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ (البقرۃ:۱۶۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی انہی پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی۔ یعنی جس نے حق پوشی کی یا کسی دوسرے کی حق پوشی کے باعث گمراہ ہوئے اور اخیر تک کافر ہی رہے اور توبہ نصیب نہ ہوئی تو ہمیشہ کو ملعون اور جہنمی ہوئے، مرنے کے بعد توبہ مقبول نہیں اور لعنت کا طوق ہمیشہ کے لیے گلے میں رہے گا اور ابدی طور پر جہنم میں رہے گا، رحمت سے دور رہے گا اور ہمیشہ جہنم میں رہنا یہی ملعون رہنا ہے۔

حق کو چھپانے کی سزا

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص سے کسی شرعی امر کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ جانتے ہوئے اسے چھپالے تو اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ (گلدستہ: ج:۱،ص:۲۸۵)

عہد شکنی ملعون بناتی ہے

(۵) ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً﴾ (المائدۃ:۱۳)

ترجمہ: سو اِن کے عہد توڑنے پر ہم نے اُن پر لعنت کی اور کردیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔

بنی اسرائیل سے جن باتوں کے عہد لینے کا یہاں ذکر ہے وہ یہ ہیں: نماز، زکوٰۃ، رسولوں پر ایمان لانا، ان کی جان و مال سے مدد کرنا۔ ان میں سے پہلی بدنی ہے، دوسری مالی، تیسری قلبی مع لسانی۔ چوتھی فی الحقیقت تیسری کی اخلاقی تکمیل ہے۔ گویا ان چیزوں کو ذکر کر کے اشارہ فرمادیا کہ جان و مال اور قلب و قالب ہر چیز سے اللہ کی اطاعت و وفاشعاری کا اظہار کرو۔ لعن کے معنی طرد و اِبعاد کے ہیں یعنی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ہم نے اپنی رحمت سے انھیں دور پھینک دیا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ﴾ کے لفظ سے ظاہر فرمادیا کہ ان کے ملعون اور سنگدل ہونے کا سبب عہد شکنی اور بے وفائی ہے جو خود انہی کا فعل ہے۔ (تفسیر عثمانی)

آیت سے معلوم ہوا کہ عہد کو توڑنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور جب دل ہی سخت ہو گیا تو نورِ ہدایت کو کہاں جگہ ملے گی؟ یہود کو تو عہد شکنی پر لعنت کا طوق ملا۔ ہمارے نبیؑ رحمت ﷺ نے نفاق کی علامت میں عہد شکنی کو شمار فرمایا یعنی دل میں روگ و بیماری جس کے ہوگی وہ وعدہ خلافی اور عہد شکنی کرے گا۔ نفاق بھی ایمان کی بنیاد کو ہلا دیتی ہے۔ کبھی نفاق سے ایمان بھی کھو دیتا ہے۔ مسلمانوں کو عہد شکنی سے بچنا ضروری ہے تاکہ ایمان کو قلب میں رسوخ مل سکے۔ (واللہ اعلم)

بنی اسرائیل پر لعنت اور انجامِ بد

اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنی اسرائیل پر لعنت بھیجی ہے جو افراط و تفریط کی گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ، آیت: ۷۸ میں کیا ہے:

(۶) ﴿لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴾ (سورۃ المائدہ: ۷۸)

ترجمہ: ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

یعنی اللہ کی لعنت ہوئی اوّل داؤد علیہ السلام کی زبان سے توراۃ میں جس کے نتیجے میں ان کی صورتیں مسخ ہو کر خنزیر بن گئے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے انجیل میں جس کا اثر دنیا میں یہ ہوا کہ مسخ ہو کر بندر ہو گئے۔ الغرض یہ لعنت بھی جلیل القدر انبیاء کے توسط سے کی گئی جو غیر معمولی تباہ کن ثابت ہوئی اور ظاہراً و باطناً مسخ کر دیے گئے۔ اسی باطنی مسخ کا اثر ہے کہ ابھی تک یہود مذہبِ حق اسلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر جو حق تعالیٰ کی تمام کتبِ سماویہ اور تمام انبیاء کی تصدیق و تعظیم کرتے ہیں۔ مشرکین و کفار جو خالص بت پرست ہیں ان کا ساتھ دیتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کافروں سے دوستی و تعلق مضبوط کرتے ہیں۔ تفصیل سورۂ مائدہ میں موجود ہے۔ ان پر لعنت کا اثر تھا کہ نہ تو خود معصیت سے رکتے تھے اور نہ روکتے تھے۔ گناہ سے باز رہنا بھی ضروری ہے اور دوسروں کو معصیت سے روکنا بھی ضروری۔ پھر حق تعالیٰ نے مسخ یعنی سور و بندر بنا دیا۔

آج بھی یہ باطنی مسخ والی قوم معاشرے میں گندگی ہی پھیلا رہی ہے۔ جب بدی کسی قوم میں پھیلے اور کوئی روکنے ٹوکنے والا بھی نہ ہو تو عذابِ عام کا اندیشہ ہے۔

قرآن مجید پر ایمان نہ لانے والے یہود پر لعنت

حق تعالیٰ نے سورۂ نساء، آیت: ۴۷ میں یہودیوں کو دعوت دی ہے کہ قرآن مجید فرقانِ حمید پر ایمان لاؤ جو تمھاری کتاب توریت کی تصدیق کرتی ہے، اس سے پہلے کہ مٹا ڈالیں ہم تمھارے چہروں کے نشانات یعنی آنکھ، ناک، وغیرہ کو۔ مطلب یہ کہ تمھاری صورتیں بدل دی جائیں، پھر اُلٹ دیں تمھارے چہروں کو پیٹھ کی طرف۔ یعنی چہرے کو مطموس اور ہموار کر کے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں یا ہفتے کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں۔

(۷) ﴿ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا اَصْحٰبَ السَّبْتِ ﴾

ترجمہ: یا لعنت کریں ان پر جیسے لعنت کی ہفتے کے دن والوں پر۔

اصحابِ سبت پر لعنت اور مچھلی کے شکار کی ممانعت

سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی ہے۔ یہ واقعہ بھی بنی اسرائیل کا حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ہوا۔ بنی اسرائیل کے لیے ہفتے کا دن معظم اور عبادت کے لیے مقرر تھا اور مچھلی کا شکار بھی اسی روز ممنوع تھا۔ یہ لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے اور مچھلی کے شوقین تھے۔ اس حکم کو نہ مانا اور شکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسخِ صورت کا عذاب نازل ہوا۔ تین دن کے بعد وہ سب مر گئے۔

وہ لوگ فریب اور حیلہ سے ہفتے کے دن شکار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے ان کی صورت بندر کی سی کر دی۔ فہم و شعور انسانی موجود تھا، ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور روتے تھے مگر کلام نہیں کر سکتے تھے۔

حیلہ پرستی سے بچو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم وہ نہ کرو جو یہود نے کیا۔ حیلے حوالوں سے اللہ کے حرام کو حلال نہ کر لیا کرو۔ یعنی احکامِ شرعیہ میں حیلہ جوئی سے بچو۔

بعد کے زمانے کے بندر اور خنزیر

صحیح مسلم میں منقول ہے کہ بعض لوگوں نے اپنے زمانے کے بندروں اور خنزیر کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا یہ وہی مسخ شدہ یہودی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم میں مسخِ صورت کا عذاب نازل کرتے ہیں تو ان کی نسل نہیں چلتی (بلکہ چند روز میں ہلاک ہو کر ختم ہو جاتے ہیں) اور پھر فرمایا کہ بندر اور خنزیر دنیا میں پہلے سے بھی موجود تھے۔ (اور آج بھی ہیں مگر مسخ شدہ بندروں اور خنزیروں

سے اُن کا کوئی جوڑ نہیں۔) (معارف القرآن، ج:۱،ص:۲۴۳۔گلدستہ، ج:۱،ص:۱۵۶۔
عن عبد اللہ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ)

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی حقانیت کے بعد کفر اختیار کرنا

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران، آیت: ۸۷ میں فرمایا کہ اللہ اور فرشتوں اور سب لوگ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، وہ یعنی جن لوگوں نے وضوحِ حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھ سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ رسول سچا ہے، اس کی حقانیت وصداقت کے روشن دلائل، کھلے نشانات اور صاف بشارات ان کو پہنچ چکی ہیں اس پر بھی کبر وحسد اور حبِ جاہ و مال، اسلام قبول کرنے اور کفر وعدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے۔ جیسا کہ یہود ونصاریٰ کا حال تھا۔ ایسے ضدی، ہٹ دھرم معاندین کی نسبت کیونکر توقع کی جاسکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے اللہ تعالیٰ ان کو نجات وفلاح اور اپنی خوشنودی کے راستے پر لے جائے گا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اس کی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کی راہ دے۔ اسی پر ان بدبختوں کو قیاس کرلو جو قلبی معرفت ویقین کے درجے سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے، پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہوگئے۔ یہ ان پہلوؤں سے بھی زیادہ کج رَو بے حیا واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے ان سے بڑھ کر لعنت وعقوبت کے مستحق ہیں۔ (تفسیر عثمانی، آلِ عمران، آیت: ۸۶)

اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت

(۸) ﴿ اِنَّ عَلَیۡهِمۡ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَ الۡمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴾
(سورۂ آلِ عمران: ۸۷)

ترجمہ: ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی۔

یعنی اللہ، فرشتے اور مسلمان لوگ سب ان پر لعنت بھیجتے ہیں بلکہ ہر انسان حتیٰ کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں، جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ گو

اس وقت سمجھتے نہیں کہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

اللہ کی لعنت سے مراد ہے اللہ کا غضب لیکن اللہ کے غضب کے بعد اس کی رحمت سے دوری ضروری ہے۔ (اس لیے لعنت سے مراد ہوئی رحمت سے دوری) اور فرشتوں کی لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دور رہنے کی بددعا اور تمام لوگوں سے مراد ہیں تمام مومن یا سب آدمی خواہ کافر ہوں یا مومن، کیونکہ کافر بھی منکرِ حق پر لعنت کرتا ہے اگرچہ اس کی لعنت اسی پر پڑتی ہے کیونکہ وہ بھی منکرِ حق ہوتا ہے مگر وہ حق کی شناخت نہیں رکھتا.... یا یہ مراد ہے کہ قیامت کے دن بعض کافر بعض کافروں پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾

(تفسیر مظہری، گلدستہ، ج:۱، ص:۵۳۴)

قومِ عام کو دنیا و آخرت کی لعنت ملی

حق تعالیٰ نے قومِ عاد پر دنیا و آخرت دونوں میں لعنت کی ہے۔

(۹) ﴿وَ اتُّبِعُوْا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (سورۂ ہود: ۶۵)

ترجمہ: اور پیچھے سے آئی ان کو اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن بھی۔

قومِ عاد پر سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا۔ مکان گر گئے، چھتیں اُڑ گئیں، درخت جڑ سے اُکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے، ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ یہ اس لیے کہ قومِ عاد نے حق تعالیٰ کی باتوں کو نہ مانا اور اپنے رسول کے منکر ہوئے تو عبرت ناک سزا ملی اور بعد والوں کو کہا گیا کہ ان کے کھنڈرات کو چشمِ عبرت سے دیکھو کہ یہ وہ قوم عاد تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر دونوں تباہ و برباد ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار دنیا میں ان کے پیچھے لگا دی گئی کہ جہاں جائیں ساتھ جائے اور قیامت تک جہاں ان کا ذکر ہو لعنت کے ساتھ ہو، بلکہ قیامت کے بعد بھی وہ ان کا پیچھا

نہ چھوڑے گی، لعنت کا طوق ہمیشہ ان کے گلے میں پڑا رہے گا۔ (علامہ عثمانی، سورۂ ہود)

فرعونیوں پر دنیا و آخرت کی لعنت

(۱۰) ﴿وَ اتَّبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۹۹)

ترجمہ: اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی۔ (تھانویؒ)

یعنی رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے پھر قیامت میں اللہ کے ملائکہ اور اہلِ موقف کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار ان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔ (علامہ عثمانیؒ)

لعنت کا اثر یہ ہوا کہ یہاں قہر سے غرق ہوئے اور وہاں دوزخ نصیب ہوگی۔ (تھانویؒ)

فرعون قیامت میں جہنمیوں کا امام ہوگا

فرعون جس طرح یہاں کفر و تکذیب میں لوگوں کا امام تھا، قیامت کے دن بھی امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کر رہے تھے وہ اس کے پیچھے پیچھے آخری منزل (جہنم) تک پہنچ جائیں گے۔ یہ وہی گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔ (علامہ عثمانیؒ)

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور فرعون کی سرکشی اور بغاوت کا سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اہتمام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے تاکہ آنے والوں کے لیے باعثِ عبرت اور نصیحت ہو۔ اور انسان ربّ العزت کی بغاوت نہ کرے۔ مالک سے بغاوت کا انجام بہت ہی برا ہے اور لعنت کا سبب ہے۔ اور یہ لعنت دنیا میں راہِ ہدایت سے دور رکھتی ہے، حق کو سمجھنے کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی، دل کا رُخ حق تعالیٰ کی جانب سے ہٹ جاتا ہے اور پھر تباہی و بربادی کی جانب انسان کامیابی جان کر ہلاکت کے گھاٹ پر پہنچ کر غرق ہو جاتا ہے۔ یہ سب لعنت اور لعنتی کام کا اثر ہوتا ہے اور آخرت میں لعنت کی

جگہ جہنم ہے۔ وہیں کا مکین بنا دیا جاتا ہے۔ اَستَغفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوبُ اِلَیْہِ۔

مذہبی پیشواؤں، دنیوی سرداروں اور اہلِ حکومت پر لعنت

سورۂ احزاب، آیت: ٦٦ میں ہے:

(ترجمہ) ''جس دن ان کے چہرے دوزخ میں اُلٹ پلٹ کیے جاویں گے (یعنی چہروں کے بل گھسیٹے جاویں گے کبھی چہرے کی اس کروٹ کبھی اس کروٹ) تو یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی اور یوں کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں (یعنی اہلِ حکومت کا) اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا سو انھوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا۔

(١١) ﴿رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا﴾

(سورۂ احزاب، آیت: ٦٨)

اے ہمارے رب! ان کو دہری سزا دیجیے اور ان پر بڑی لعنت کیجیے۔

یہ شدتِ غیظ سے کہیں گے کہ ہمارے ان دنیوی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے دھوکہ دے کر جھوٹ فریب کہہ کر اس مصیبت میں پھنسوایا۔ انہی کے اِغواء پر ہم راہِ حق سے بھٹکے رہے۔ اگر ہمیں سزا دی جاتی ہے تو ان کو دوگنی سزا دیجیے۔ اور جو پھٹکار ہم پر ہے اس سے بڑی پھٹکار ان بڑوں پر پڑنی چاہیے۔ گویا ان کو دوگنی سزا دلوا کر اپنا دل ٹھنڈا کرنا چاہیں گے۔ (سورۂ اعراف، آیت: ٣٨ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔)

﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا﴾

جب جب داخل ہوگی ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت کو۔ الغرض، دوزخ میں ہر شخص ایک دوسرے کو بری نظر سے دیکھے گا اور نچلے طبقے والے بڑے سرداروں کو زیادہ عذاب کی بددعا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم دونوں کو ہی ﴿لكل ضعف﴾ دونوں کو دوگنا۔ اس لیے بہت ہی عبرت کا مقام ہے۔ آج اندھے بن کر سرداروں کی تقلید

کرتے ہیں، کفر و بغاوت کرتے ہیں کل قیامت میں انجام کا پتہ لگ جائے گا۔

زمین میں فساد پھیلانا اور قطع رحمی کرنا لعنت کا سبب ہے

(۱۲) ﴿فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَ تُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَ اَعۡمٰۤى اَبۡصَارَهُمۡ﴾ (محمد:۲۳)

ترجمہ: پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دی آنکھیں۔ (شیخ الہندؒ)

یعنی حکومت و اقتدار کے نشے میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے۔ دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر جاہ و مال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فتنہ و فساد اور ایک دسرے سے قطع تعلق۔ شیخ الہندؒ نے ﴿تَوَلَّيۡتُمۡ﴾ کا ترجمہ حکومت مل جانے سے کیا ہے۔ جیسا کہ بہت سے مفسرین کی رائے ہے۔ دوسرے علماء 'تولی' کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے کہ دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہوسکتا۔ اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ فساد، بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔ اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانۂ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی، خرابیاں اور فساد جو اس وقت تھے اور ادنٰی ادنٰی بات پر رشتے ناتے قطع ہو جاتے تھے۔ وہی سب نقشہ پھر قائم ہو جائے گا اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار بنو گے۔ (علامہ عثمانیؒ)

فساد کا ذریعہ کفر ہے

زمین میں فساد کا سبب خواہ حکومت واقتدار ہو یا جہاد کے چھوڑنے سے فساد پھیل رہا ہو، یا فساد کا ذریعہ ایمان سے اعراض ہو اور کفر ہی درحقیقت تمام فتنوں کا سرچشمہ اور امنِ عالم کو تباہ کرنے والا ہے۔ ایک طرف کفر فسادِ عالم کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف حق تلفی اور ظلم و استبداد کا بھی باعث ہے۔ یہ بات ہر عقلمند اور صاحبِ بصیرت جانتا ہے کہ دنیا کے امن وسکون کو تباہ کرنے والی ایٹمی طاقتیں سرزمینِ کفر سے ہی تمام عالم میں پھیل رہی ہیں۔ زمین میں فساد پھیلانا لعنت کا سبب ہے، خواہ اس کا سبب جو بھی ہو۔ (گلدستہ، ۶/۹۵۵)

صلہ رحمی (رشتہ ناتہ جوڑنے) کی فضیلت

حضرت ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے اور صلہ رحمی یہ نہیں کہ اگر کوئی عزیز وقریب قرابت کا لحاظ کرتا ہے تو اس کے ساتھ ایسا ہی حقِ قرابت کی ادائیگی کا معاملہ کیا جائے گا، بلکہ صلہ رحمی کی حقیقت وہ ہے جس کو صحیح بخاری میں فرمایا گیا ہے: ''لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِی وَ لٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رِحْمُہٗ وَصَلَہَا''

یعنی وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں جو صرف برابر کا بدلہ دے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب دوسری طرف سے قطع تعلق کا معاملہ کیا جائے تو یہ ملانے اور جوڑنے کا کام کرے۔ (ابنِ کثیرؒ، معارف القرآن، کاندھلویؒ)

احادیثِ صحیحہ میں یہ بھی ہے کہ قرابت کے حق کے معاملے میں دوسری طرف سے برابری کا خیال نہ کرنا چاہیے۔ اگر دوسرا قطع تعلق کرے اور ناروا سلوک بھی کرلے جب بھی تمہیں حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے جیسا کہ ابھی بخاری شریف کی حدیث نقل کی گئی۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص صلہ رحمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے قریب کریں گے اور جو رشتۂ قرابت قطع کرے گا

اللہ تعالیٰ اس کو قطع کردیں گے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اقرباء اور رشتہ داروں کے ساتھ اقوال وافعال اور مال خرچ کرنے میں احسان کا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے مذکورہ آیت کا حوالہ بھی دیا کہ اگر چاہو تو آیت ﴿**فهل عسيتم .....**﴾ پڑھ لو۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی ایسا گناہ جس کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے علاوہ، ظلم اور قطع رحمی کے برابر نہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن کثیر۔ معارف القرآن، ج:۸، ص:۴۲۔ گلدستہ، ۹۵۶/۶)

بخاری میں روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو پیدا کر چکا 'رِحم' (رشتہ ناتہ) کھڑا ہوا اور رحمٰن سے چمٹ گیا۔ اس سے پوچھا گیا کیا بات ہے؟ اس نے کہا یہ مقام ہے ٹوٹنے سے تیرے پناہ میں آنے کا۔ اس پر اللہ عز وجل نے فرمایا کیا تو اس سے راضی نہیں کہ تیرے ملانے والے کو میں ملاؤں اور تیرے کاٹنے والے کو میں کاٹ دوں؟ اس نے کہا ہاں، اس پر میں بہت خوش ہوں۔ یعنی رشتہ ناتہ کو ملا کر رکھنا اللہ کی رحمت کا پیغام ہے اور جو رشتے ناتے کا لحاظ و خیال نہ کرکے چغل خوری، بدگوئی، جھوٹے الزامات اور فریب اور دھوکہ دہی کے ذریعے نفرت، کدورت، بغض وعداوت، لڑائی وجھگڑا کا ذریعہ بنے جس سے رشتہ ناتہ ٹوٹنے کا ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اپنی رحمت سے دور کردیں گے۔ اس لیے مسلمان مرد وعورت کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ اِس بددینی کے دور میں یہ بیماری بہت ہی تیزی کے ساتھ مسلمانوں میں پھیل رہی ہے جو جڑے ہوئے دلوں کو توڑتی رہتی ہے۔ ناعاقبت اندیش مرد وعورت نے اس کو اپنا مشغلہ بنا رکھا ہے۔ ایسے مرد وخواتین کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ رشتہ ناتہ داروں کے بیچ لگائی بجھائی کی سخت سزا آخرت میں تو ہے ہی مگر ایسے مرد وخواتین دنیا میں بھی بے عزت و بے بھرم ہوجاتے ہیں، لوگوں کے دلوں سے اُتر جاتے ہیں، نظروں میں گر جاتے ہیں، اولادیں نافرمان، گھر میں بے سکونی پیدا ہوجاتی ہے۔ گویا کہ دوسروں کے لیے گڑھا کھودنے والے خود ہی گہرے گڑھے

میں گر جاتے ہیں۔ الغرض دل کا سکون و اطمینان اس میں ہے کہ دوسرے متعلقین کو بھی سکون و اطمینان سے رہنے دیا جائے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ . لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ!

رشتہ ناتہ توڑو گے تو اللہ کی رحمت سے دور کردیے جاؤ گے

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میرے نزدیکی قرابت دار مجھ سے (بدسلوکی، جھوٹے الزامات، بے بنیاد باتوں کا پروپیگنڈہ کے ذریعے) رشتہ توڑتے رہتے ہیں اور میں انھیں معاف کرتا رہتا ہوں۔ وہ مجھ پر ظلم کرتے ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائیاں کرتے رہتے ہیں، تو کیا میں ان سے بدلہ نہ لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! اگر ایسا کرو گے تو تم سب کے سب چھوڑ دیے جاؤ گے، تو صلہ رحمی پر رہ، اور یاد رکھ کہ جب تک تو اس پر باقی رہے گا اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ہر وقت معاونت کرنے والا رہے گا۔ حقیقتاً صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو کسی احسان کے بدلے احسان کرے بلکہ صحیح معنی میں رشتے ناتے ملانے والا وہ ہے کہ اگر اسے کاٹا جائے تو وہ ملاتا جائے۔ (گلدستہ، ج:۶، ص:۹۵۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہے یعنی رشتے کا لحاظ نہ کرکے رشتہ داری کو توڑتا ہے تو اگلے کو اُس کی وجہ سے جوابی کارروائی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اُس نے تو اپنے ہاتھوں اللہ کی رحمت سے رشتہ توڑ لیا اب یہ رحمت کا جس دن محتاج ہوگا اللہ کی رحمتِ واسعہ سے دور کردیا جائے گا اور رحمتوں سے محروم ہوگا۔

اگر کسی کو شوق ہو کہ ہم دنیا میں رشتہ ناتہ توڑ کر اللہ کے غضب اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں پھلے پھولیں تو یہ اس کا نصیب ہے۔ ہم کو تو آخرت میں اللہ کی رحمت و مغفرت کا ہی سہارا و وسیلہ ہے۔ اسی کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم بھی جوابی کارروائی میں رشتہ ناتہ توڑ دو گے تو **سب کے سب چھوڑ دیے جاؤ گے**۔ یعنی سبھی رحمت سے دور کردیے جاؤ گے۔ برائی کا جواب برائی نہیں۔ گالی کا جواب گالی نہیں، غلاظت و

پیشاب کو دھلنے کے لیے پیشاب نہیں ہوتا بلکہ غلاظت کو صاف کرنے کے لیے پاک و صاف پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور نورانی ہدایات ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ بدبختوں اور کم بختوں کا جواب دینے کے لیے تم بدبخت اور کمبخت نہ بنو۔ تم نیک بخت و سعادت بخت بنو۔ اگر اگلا تم کو گالی دے کر اپنی نیکیاں تم کو بارگاہِ الٰہی میں دینے کا قدم اُٹھا چکا ہے تو تم گالی نہ دے کر اس کی نیکیاں لے لو اور اپنی نیکیاں کبھی اس کو نہ دو۔ دیکھو! یہی تمھارے رسولؐ کی نبوت و رسالت کا پیغامِ رحمت ہے! تمھیں رحمٰن کی رحمت ملے گی اور گالیاں دینے والا رحمت سے دور ہوگا۔ ہاں سنو! آج یہ کڑا گھونٹ پی لو۔ اسی طرح جس طرح تمہارے نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پی لیا تھا۔ جبکہ تم ان کی شفاعت چاہتے ہو تو اُس کی اتباع کرو۔

حدیث قدسی میں ہے کہ ''میں رحمٰن و رحیم ہوں۔ رحم قرابت کو میں نے اپنے نام سے نکالا ہے۔''

مسند احمد میں ہے کہ صلہ رحمی قیامت کے دن رکھی جائے گی۔ اس کی رانیں ہوں گی مثل ہرن کی رانوں کے۔ وہ بہت صاف اور تیز زبان سے بولے گی۔ پس وہ کاٹ دیا جائے گا جو اسے کاٹتا تھا اور وہ ملا دیا جائے گا جو اسے ملاتا تھا۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم رحمٰن کی طرف سے ہے۔ اس کے ملانے والوں کو اللہ تعالیٰ ملاتا ہے اور اس کے توڑنے والوں کو خود اللہ تعالیٰ توڑ دیتا ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بیماری میں مزاج پرستی کے لیے لوگ گئے تو انھوں نے فرمایا تم نے صلہ رحمی کی ہے۔ اور حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''روحیں ملی جلی ہیں۔ جو روزِ ازل میں میل کر چکی ہیں وہ یہاں یگانگت برتتی ہیں اور جن میں وہاں نفرت رہی ہے یہاں بھی دوری رہتی ہے۔''

لعنت زدہ لوگوں کی پہچان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب زبانی دعوے بڑھ جائیں، عمل گھٹ جائیں اور زبانی میل جول ہو اور دلی بغض وعداوت ہو، رشتہ دار سے بدسلوکی کرنے لگیں تو اس وقت ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت نازل ہوتی ہے اور ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کردی جاتی ہیں۔ یعنی آدمی حق وانصاف سے بہرا اور اندھا ہو جاتا ہے۔ یہ اس کو سزا ملتی ہے کہ حق بات اس کو سننا بھی گوارہ نہیں اور حق بات کی طرف نظر نہیں اٹھاتا۔ استغفر اللہ! جان کر جب حق کو نہیں مانتا تو پھر کیا رہ گیا؟ یعنی اللہ کی پھٹکار نے بالکل ہی سنگدل بنا دیا کہ کسی کے سمجھانے سے بھی نہ سمجھے۔ اندھے بہرے ہوگئے۔ یہ سب کچھ ان کے اپنے کرتوت کی سزا ہے۔ یہ کتنی سخت وعید ہے کہ:

﴿ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ ﴾

یعنی ایسے آدمی جو زمین میں فساد پھیلائیں اور رشتوں ناتوں، قرابتوں کو قطع کریں، توڑیں ان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔

مسلمانوں کو اس کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔

دراصل مسلمانوں کی زندگیوں سے قرآن ہی نکل گیا۔ قرآن بس مردوں کو بخشوانے کے لیے پڑھا جاتا ہے یا پھر ثواب کی نیت سے۔ میرے نبیؐ کے ماننے والو! پیارے مسلمانو! یہ کتاب تلاوت کے ساتھ اصل کتابِ ہدایت ہے۔ ﴿ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴾ اس کی ہدایات وتعلیمات پر عمل کرنا ہی ہماری سعادت کی دلیل ہے۔ اس سعادت تک پہنچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب کے حلقے قائم کیے جائیں اور براہِ راست قرآنی تعلیمات سے استفادہ کیا جائے۔

الغرض مسلمانو! جھوٹ، فریب، دغابازی، الزام تراشی، بہتان اور آپس کی دل شکن و دل خراش باتوں سے فساد پیدا نہ کرو۔ اور انہی بنیادوں پر بھی رشتہ ناتہ ٹوٹتا ہے اور لعنت برستی ہے۔ مسلمانو! خود کو رحمت کے سایہ میں رکھو اور اپنے گھروں کو لعنتی ماحول سے بچا کر

رحمتی ماحول میں تبدیل کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں کو لعنتی کاموں سے بچائے۔ آمین

شیطان پر قیامت تک دائمی لعنت

(۱۳) ﴿وَ اِنَّ عَلَیۡکَ اللَّعۡنَۃَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾ (سورۂ حجر، آیت: ۳۵)

ترجمہ: اور بے شک تجھ پر لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔

﴿وَ اِنَّ عَلَیۡکَ لَعۡنَتِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾ (سورۂ صٓ، آیت: ۷۸)

ترجمہ: اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک۔ (تھانویؒ)

یعنی قیامت کے دن تک اللہ کی پھٹکار اور بندوں کی طرف سے لعنت پڑتی رہے گی۔ اس طرح آناً فاناً خیر سے بعید تر ہوتا رہے گا۔ جب قیامت تک توفیق خیر کی نہ ہوگی تو اس کے بعد تو کوئی موقع ہی نہیں کیونکہ آخرت میں ہر شخص وہی کاٹے گا جو یہاں بویا ہے، یا یوں کہو کہ قیامت کے دن تک لعنت رہے گی اس کے بعد جو بے شمار قسم کے عذاب ہوں گے وہ لعنت سے کہیں زیادہ ہیں یا ''الی یوم الدین'' کا لفظ دوام سے کنایہ ہو۔
(تفسیر عثمانی۔ سورۂ حجر)

﴿وَ اِنَّ عَلَیۡکَ لَعۡنَتِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾ (سورۂ صٓ، آیت: ۷۸)

یعنی اس وقت تک تیرے اعمال کی بدولت پھٹکار بڑھتی جائے گی۔ بعدہ کیا ہوگا؟ اس کا تو پوچھنا ہی کیا؟ آگے آتا ہے!

﴿لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنۡکَ وَ مِمَّنۡ تَبِعَکَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ﴾

ترجمہ: مجھ کو بھرنا ہے دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سب سے۔
(شیخ الہندؒ)

وہاں جو لعنت ہوگی یہاں کی لعنتیں اس کے سامنے گرد ہو جائیں گی۔ اور قیامت تک لعنت رہے گی اور قیامت کے بعد لعنت ختم نہ ہوگی بلکہ لعنت کے ساتھ ساتھ عذاب میں گرفتار رہے گا۔

کائناتِ عالم کا پہلا لعنتی جو مردود ہوا

حق جل مجدہ نے خاص حکمتِ بالغہ سے آدم کو وجود بخشا اور جب آدم علیہ السلام میں امرِ ربانی سے روح ڈالی گئی جو خلافت کی شان میں جامعیت کا نمونہ ربّ العزت کی جانب سے پا چکی تھی تو عالمِ ملکوت میں حکم ہوا کہ آدم کو اللہ کے حکم سے تم سب سجدہ کرو۔ فرشتوں نے ربّ العزت کے حکم کو مانا اور سجدہ کر کے ہمیشہ کے لیے عزت کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزت میں مقرب بن گئے اور شیطان اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکر گیا اور ربّ العزت کے حکم کی نافرمانی کی۔ اللہ اکبر کبیراً! اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی، خالق و مالک کے حکم سے روگردانی کا جو انجام ہونا تھا وہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ناراضگی کا اظہار کیا تو ملعون و مردود نے زبان درازی اور حجت بازی شروع کردی جس کی تفصیل سورہٴ ص میں ہے۔ اپنی کم عقلی سے منطقی بحث شروع کردی۔ اس ملعون کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ حکمِ ربانی کا ٹوٹنا تمام حجت کے باوجود بھی جرم اور سنگین جرم ہے۔ حق تعالیٰ نے اس پر اپنی لعنت و پھٹکار کردی۔ مردود معافی کیا مانگتا، چوری اور سینہ زوری کر کے مہلت مانگنے لگا اور وہ بھی لعنت و پھٹکار پر کہ یوم الدین اور روزِ جزاء تک لعنت و پھٹکار میں رہتے ہوئے لعنتی کاموں میں شریکِ کار ابنِ آدم کو بناؤں گا۔ یہ قصہ بہت ہی طویل ہے۔ مختصر یہ کہ پہلا مردود و مطرود اور ملعون ابلیس بنا اور اسی روز سے اس نے ربّ العزت کی عزت و جلالتِ شان کی قسم کھائی کہ اپنا لعنتی ساتھی اور لعنت کے کاموں میں ابنِ آدم کو اُلجھا کر جہنم میں ایک بھاری تعداد لے کر جاؤں گا۔ اور ہماری الٰہی شریعت ہماری ہدایت کے لیے ہمیں رہنمائی کرتی ہے کہ ہم لعنتی کاموں سے بچیں اور دور رہیں۔ اور اللہ و رسول ﷺ کی رہنمائی میں حضورِ حق میں حاضر ہو جائیں گے۔

پوری دنیا میں اسلام ہی حق ہے۔ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ راہِ حق و ہدایت کو چھوڑ کر سبھی ملعون و ابلیس کے چیلے چپاٹے ہیں۔ جہاں ابلیس جائے گا وہیں اس کے فریب خوردہ جائیں گے۔ اللہ ہماری راہِ حق و ہدایت پر استقامت کے ساتھ رہنمائی فرمائے اور دینِ اسلام کے لیے سینہ کھول دے اور شرحِ صدر کی نورانی و شعوری، ذوقی و

وجدانی کیفیت سے دیدۂ باطن کو منور فرمائے۔

دوستو! ایمانیات کا تعلق باقیاتِ صالحات سے وابستہ ہیں۔ اعمال کے قدم بڑھایئے اور شرحِ صدر کی کیفیت کو وجدان میں پایئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہر طرح حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین۔

جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

(۱۴) ﴿فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۶۱)

ترجمہ: ہم سب لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں۔

مذکورہ آیت مباھلہ کے سلسلے میں آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ مباھلہ کرو، جس کی زیادہ مؤثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ مباھلہ کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کردے گی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنی صداقت وحقانیت پر وثوق ویقین رکھتا ہے۔

لعان

دوسری جگہ قرآن مجید سورۂ نور میں لعان کے سلسلے میں آیا ہے۔

﴿وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾ (النور : ۷)

ترجمہ: اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو اس شخص پر اگر وہ جھوٹا ہے۔)

یعنی جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اوّلاً اس سے چار گواہ طلب کیے جائیں گے، اگر پیش کردے تو عورت پر حد زنا جاری کردی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لا سکا تو اس کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے کہ، اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو

اس پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار۔ اگر الفاظ مذکورہ بالا سے انکار کرے تو حبس یعنی قید کیا جائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے یا حدِ قذف لگے گی جو اوپر گزری۔

الغرض مباھلہ ہو یا لعان، جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار کی گئی ہے جس سے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

مردِ مومن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کِذْبُهٗ﴾ (المؤمن : ۲۸)

ترجمہ: اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا۔

﴿وَ اِنْ یَّکُنْ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ﴾ (المؤمن : ۲۸)

ترجمہ: اور اگر وہ سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے، بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اس کو جو ہو بے لحاظ جھوٹا۔

یعنی مرد مومن جس نے فرعون اور اس کی قوم سے اپنا ایمان ابھی تک مخفی رکھا تھا ﴿ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی﴾ کے جواب میں بول اُٹھا کیا تم ایک کا ناحق خون کرنا چاہتے ہو اس بات پر کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے حالانکہ وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کے کھلے کھلے نشان تم کو دِکھلا چکا، اور اس کے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ تمھارے لیے مضر ہو۔ فرض کرو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اپنے بڑے جھوٹ پر ضرور اللہ اس کو ہلاک یا رسوا کر کے چھوڑے گا۔ اللہ کی عادت نہیں کہ وہ ایسے کاذب کو برابر پھولنے پھلنے دے، دنیا کو التباس سے بچانے کے لیے یقیناً ایک روز اس کی قلعی کھول دی جائے گی۔ ایسے حالات بروئے کار آئیں گے کہ دنیا اعلانیہ اس کی رسوائی و ناکامی اور کذب و دروغ کا تماشہ دیکھ لے گی اور تم کو خواہی نخواہی اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی

ضرورت نہ رہے گی اور اگر واقعی میں وہ سچائی پر ہے تو دنیا اور آخرت کے جس عذاب سے وہ اپنے مکذبین کو ڈراتا ہے یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔لہٰذا پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں اور دوسری شق پر اس کا قتل کرنا سراسر موجبِ نقصان وخسران ہے۔ حضرت شاہؒ لکھتے ہیں: ''یعنی اگر جھوٹا ہے تو جس پر جھوٹ بولتا ہے وہ ہی سزا دے رہے گا اور شاید سچا ہو تو اپنی فکر کرو۔''

تنبیہ: یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کسی مفتری کا کذب صریحاً ظاہر نہ ہوا ہو، اور اگر مدعی نبوت کا کذب وافتراء دلائل و براہین سے روشن ہو جائے تو بلا شبہ واجب القتل ہے۔اس زمانے میں جبکہ پیغمبر عربی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا خاتم النّبیین ہونا دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہو چکا اگر کوئی شخص مدعیٔ نبوت بن کر کھڑا ہو گا تو چونکہ اس کا دعویٰ ایک قطعی الثبوت عقیدہ کی تکذیب کرتا ہے لہٰذا اس کے متعلق کسی قسم کے تامل اور تردد اور اِمہال وانتظار کی گنجائش نہ ہوگی۔ (تفسیر عثمانی)

مرزا قادیانی مردود وملعون عقیدۂ ختمِ نبوتِ محمد عربی ﷺ میں نقب لگا کر ایک ایسے فتنے کا دروازہ کھول چکا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو واصلِ جہنم کر رہا ہے اور خود تو سقر کو اپنا مستقر بنا چکا ہے۔اس بدعقیدگی سے اللہ ملت واُمت کی حفاظت فرمائے۔آمین

مرزا مردود وملعون قادیانی کے ہذیان وبکواس پر تحفظِ ختمِ نبوت سے خوب کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔خود پڑھیے اور اُمت کی سلامتی کی طرف رہنمائی کیجیے۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

راہِ حق سے روکنے والے ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو

﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (سورۂ اَعراف:۴۴)

ترجمہ: پھر پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی ان ظالموں پر، (جو روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی اور وہ آخرت سے منکر تھے۔)

یعنی جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہارِ مسرت کے لیے کہیں گے کہ جو کچھ وعدے حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ہم سے فرمائے تھے کہ ایمان لانے والوں کو نعیمِ دائم ملے گی، ہم تو انھیں سچا پارہے ہیں۔

اے اہلِ جہنم! تم بولو کہ تمھارے کفر وعصیان پر جو دھمکیاں دی گئی تھیں تم نے بھی اس کو سچا پایا؟ ظاہر ہے جواب میں بجز 'نعم' کے اور کیا کہہ سکتے ہیں! اس وقت اللہ تعالیٰ کا ایک منادی دونوں کے درمیان کھڑے ہوکر پکارے گا کہ (یوں تو گنہگار بہت سے ہیں مگر) اللہ کی بڑی پھٹکار ان ظالموں پر ہے جو خود گمراہ ہوئے اور آخرت کے انجام سے بالکل بے فکر ہوکر دوسروں کو بھی حق سے روکتے رہے اور اپنی کج بحثوں سے رات دن اسی فکر میں تھے کہ صاف اور سیدھے راستے کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ (تفسیر عثمانی)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ﴾ (ھود: ۱۸)

ترجمہ: سن لو پھٹکار ہے اللہ کی ناانصاف لوگوں پر۔

یعنی جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے اللہ کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں، دوسروں کو اللہ کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ سیدھے راستے کو ٹیڑھا ثابت کریں ایسے ظالموں پر اللہ کی خصوصی لعنت ہے۔ (تفسیر عثمانی)

ظالم کا ظلم قیامت میں اندھیرا بن جائے گا

حدیث میں ظلم کی بڑی مذمت آئی ہے۔ ظلم خواہ تھوڑا ہو یا بہت ہے تو ظلم ہی۔ ظالم اپنے ظلم کی سزا ضرور بھگتے گا۔ حدیث میں آیا ہے:

''اَلظُّلۡمُ ظُلُمَاتٌ يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ''

ظلم اندھیراپن ہوگا قیامت کے دن ظالم کے حق میں۔

حدیث میں ہے کہ مظلوم کی دعا کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لیے
بادلو! ہٹ جاؤ! راہ دے دو جانے کے لیے

اللہ ورسولؐ کو ایذا دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون

(۱۵) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾ (احزاب : ۵۷)

ترجمہ: جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے وقت کا عذاب۔ (احزاب:۵۷)

سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذاء کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم وتکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہے۔ اب بتلایا کہ اللہ ورسولؐ کو ایذاء دینے والے دنیا وآخرت میں ملعون ومطرود اور سخت رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اس کے پیغمبروں کو ستائیں یا اس کی جناب میں ناحق باتیں کہیں۔ جو لوگ اللہ کو اذیت دیتے ہیں ان سے مراد یہودی، عیسائی اور مشرک ہیں۔ یہودی کہتے تھے ﴿عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ﴾ اور ﴿یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ﴾ اور ﴿اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَاءُ﴾ اور عیسائی کہتے تھے ﴿اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ﴾ اور کہتے تھے ﴿اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلَاثَۃٍ﴾ اور مشرک کہتے تھے ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں اور بت (معبود ہونے میں) اللہ کے ساجھی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو ایذاء کی صورتیں

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے کو زخمی کردیا۔ حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید کردیے، کسی نے ساحر کہا، کسی نے شاعر کہا۔ کسی نے دیوانہ و پاگل کہا (یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کو ایذاء دینے کی صورتیں تھیں۔) معاذ اللہ!

اللہ کو ایذاء دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے کام کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایذاء کا ذکر رسول اللہ ﷺ کی عظمت کے اظہار کے لیے کیا گیا ہو۔ ﴿یؤ ذون اللہ﴾ کا معنی یوذون رسول اللہ ہی ہو، گویا جس نے اللہ کے رسول (ﷺ) کو دُکھ پہنچایا اس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی۔

توہینِ رسالت کے مجرم کی سزا قتل ہے چاہے توبہ کرلے

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت، نسبت یا حضور ﷺ کی کسی صورت پر طعن کرنا اور صراحتاً یا اشارۃً یا بطور تعریض آپ ﷺ پر نکتہ چینی کرنا اور عیب نکالنا کفر ہے۔ ایسے شخص پر دونوں جہاں میں اللہ کی لعنت۔ دنیوی سزا سے وہ بچ نہیں سکتا۔ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ سے دل میں نفرت کرے وہ مرتد ہوجائے گا۔ برا کہنا تو بدرجہ اولیٰ مرتد بنا دیتا ہے۔ اگر اس کے بعد توبہ بھی کرلے تو قتل کی سزا ساقط نہیں ہوسکتی۔ یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ، صاحبین اور امام مالک رَحِمَهُمُ اللّٰهُ کا ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کا بھی یہ فتویٰ منقول ہے۔

یہ سزا بہر حال دی جائے گی، خواہ وہ اپنے قصور کا اقرار کرلے اور تائب ہوکر آئے یا منکرِ جرم ہو اور شہادت سے ثبوت ہوجائے۔ دیگر موجباتِ کفر کا اگر انکار کردے خواہ شہادتِ ثبوت موجود ہو، انکار معتبر ہوگا۔

علماء نے یہاں تک کہا ہے کہ نشے کی حالت میں بھی اگر رسول اللہ ﷺ کو برا کہنے کے جرم کا ارتکاب کیا ہو تب بھی اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ ضرور قتل کیا جائے گا۔ ہاں نشے کی حالت کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ اس نے خود اپنے اختیار سے بغیر جبر و اکراہ کے ممنوع طریقے سے نشہ آور چیز کھائی پی ہو۔ اگر نشہ آور چیز کا ارتکاب اپنے اختیار سے نہ کیا ہو تو ایسا مدہوش آدمی پاگل کے حکم میں ہے۔ (اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔)

امام خطابی کی رائے

خطابیؒ نے لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں کسی نے اختلاف کیا ہو، ہاں اگر اللہ کے معاملے میں کسی کا قتل واجب ہو جائے تو توبہ کرنے سے سزائے قتل ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کوئی مست نشہ میں مدہوش آدمی رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے علاوہ کوئی اور کلمۂ کفر زبان سے نکال دے تو خواہ اس نے باختیارِ خود بغیر جبر و اکراہ کے ممنوع طریقے سے نشہ کیا ہو، پھر بھی اس کو مرتد نہیں قرار دیا جائے گا۔ (گلدستہ، ج:۵، ص:۵۵۴)

پاکدامن خواتین پر تہمت لعنت کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے

(۱۶) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ (النور:۲۳)

ترجمہ: جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورت پر جو پاکدامن ہیں (اور) ایسی باتوں (کے کرنے) سے (بالکل) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا۔

اس آیت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اور پھر اس سے توبہ نہیں کی یہاں تک کہ قرآن میں ان کی برأت نازل ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اس افتراء پر قائم اور تہمت کا چرچا کرنے میں مشغول رہے۔ ظاہر ہے یہ کام کسی مسلمان سے ممکن نہیں اور جو مسلمان بھی نصوصِ قرآن کا ایسا خلاف کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اس لیے یہ مضمون ان منافقین کے بارے میں آیا ہے جنھوں نے آیاتِ برأتِ صدیقہ نازل ہونے کے بعد بھی اس مشغلۂ تہمت کو نہیں چھوڑا، ان کے کافر منافق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ تائبین کے لیے اللہ تعالیٰ نے "**فضل اللہ و رحمتہ**" فرما کر مرحومِ دارین قرار دیا اور جنھوں نے توبہ نہیں کی ان کو اس آیت میں ملعونِ دنیا و آخرت فرمایا۔ (معارف القرآن، ج:۶، ص:۳۸۲)

صحیحین کی حدیث میں ہے:

''اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ : اَلشِّرْکُ بِاللّٰهِ، وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَ اَکْلُ الرِّبٰو وَ اَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ، وَ التَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَ قَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ'' (بخاری و مسلم)

سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، (۲) ناحق کسی کو قتل کرنا مگر حدود میں، (۳) سود کھانا، (۴) یتیم کا مال کھانا، (۵) میدانِ جہاد سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا، (۶) عفیف و پاکدامن بے گناہ پر زنا کی تہمت لگانا۔

دوسری روایت میں ساتویں چیز کا تذکرہ ہے: سحر و جادو کرنا کرانا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قذفِ محصنات پاکدامن پر تہمت مطلقاً مہلکات میں سے ہے۔

ازواجِ مطہرات میں سے کسی پر تہمت لگانا کفر ہے

ازواجِ مطہرات بالخصوص اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قذف تو کس درجے کا گناہ ہوگا علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر، مکذبِ قرآن اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے:

''قَذْفُ الْمُحْصِنَةِ یَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةَ سَنَةٍ''

محصنہ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ (تفسیر عثمانی)

جان بوجھ کر مومن کا قتل لعنت میں داخل ہونا ہے

(۱۷) ﴿وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا﴾ (النساء: ۹۳)

ترجمہ: اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے کیا بڑا عذاب۔

یعنی اگر مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور مسلمان معلوم کرنے کے بعد قتل کرے گا تو اس کے لیے آخرت میں جہنم اور لعنت اور عذابِ عظیم ہے کفارہ سے اس کی رہائی نہیں ہوگی۔

جمہور علماء کا مسلک

جمہور علماء کے نزدیک خلود اس کے لے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ مالک ہے جو چاہے کرے۔ (تفسیر عثمانی)

مومن کا قتل کب جائز ہے؟

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''کسی مسلمان کا جو اللہ کے ایک ہونے کی اور میرے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو خون بہانا حلال نہیں مگر تین حالتوں میں: ایک تو یہ کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا، دوسرے شادی شدہ ہو کر زنا کیا ہو، تیسرے دینِ اسلام کو چھوڑ دینے والا۔ (یعنی مرتد ہو گیا ہو)'' (گلدستہ، ج:۲،ص:۱۳۴)

مومن کے قتل کی مذمت

۱) ''عَنْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.'' (بخاری و مسلم)

ترجمہ: قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔

۲) ''عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَزَالُ مُؤْمِنٌ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَاِذَا اَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ. (ابوداؤد)

ترجمہ: مومن مسلسل و پیہم نیکوں اور بھلائیوں میں رہتا ہے جب تک کہ خونِ ناحق نہ کرے، اگر ایسا کر لیا تو تباہ ہو جاتا ہے۔

۳) ایک حدیث میں یوں آیا ہے:

”لَزَوَالُ الدُّنيَا اَهوَنُ عِندَ اللّٰهِ مِنْ قَتلِ رَجُلٍ مُسلِمٍ“
ساری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے کم درجے کا ہے۔
ایک حدیث میں ہے:
”لَوْ اَجْمَعَ اَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَلٰی قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَاَکَبَّهُمُ اللّٰهُ فِی النَّارِ“
ترجمہ: اگر تمام روئے زمین کے اور آسمان کے لوگ کسی ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے۔
۴) ایک حدیث پاک میں ہے:
”مَنْ اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ مُسْلِمٍ وَ لَوْ بِشَطْرِ کَلِمَةٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ آیِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ“
ترجمہ: جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل پر آدھے کلمے سے بھی اعانت کی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حالت میں آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔

مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے کی سزا جہنم اور لعنت ہے

ابنِ عباس کا فتویٰ

عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ بَعْدَ مَا کُفَّ بَصَرُهُ، فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَنَادَاهُ: یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ! مَا تَرٰی فِیْ رَجُلٍ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا؟ فَقَالَ ﴿فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا﴾ قَالَ أَفَرَأَیْتَ اِنْ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی؟ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثَکِلَتْهُ اُمُّهٗ، وَ اَنّٰی لَهُ التَّوْبَةُ وَ الْهُدٰی؟ وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ! لَقَدْ سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَکِلَتْهُ اُمُّهٗ، قَاتِلُ مُؤْمِنٍ مُتَعَمِّدًا، جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اٰخِذَهٗ

بِيَمِيْنِهٖ اَوْ بِشِمَالِهٖ تَشْخَبُ اَوْدَاجُهٗ دَمًا فِيْ قُبُلِ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ، يَلْزِمُ قَاتِلَهٗ بِشِمَالِهٖ بِيَدِهِ الْاُخْرٰى، يَقُوْلُ سَلْ هٰذَا فِيْمَ قَتَلَنِيْ؟ وَ اَيْمُ الَّذِيْ نَفْسُ عَبْدِ اللّٰهِ بِيَدِهٖ لَقَدْ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَا نَسَخَهَا مِنْ آيَةٍ حَتّٰى قُبِضَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَا نَزَلَ بَعْدَهَا بُرْهَانٌ. (تفسیر ابن کثیر، ج:۱،ص:۵۱۶)

ترجمہ: سالم بن ابو جعدؒ فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب نابینا ہو گئے تھے، ایک مرتبہ ہم ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ایک شخص آیا اور آپ کو آواز دے کر پوچھا کہ اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالا۔ آپ نے فرمایا اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اور اس کے لیے عذابِ عظیم تیار ہے۔ اس نے پھر پوچھا اگر وہ توبہ کر لے، نیک عمل کرے، اور ہدایت پر جم جائے تو؟ فرمانے لگے اس کی ماں اسے روئے، اسے توبہ اور ہدایت کہاں، اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے، میں نے تمھارے نبی ﷺ سے سنا ہے اس کی ماں اسے روئے جس نے مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالا ہے، وہ قیامت کے دن اسے دائیں یا بائیں ہاتھ سے تھامے ہوئے رحمٰن کے عرش کے سامنے آئے گا، اس کی رگوں میں سے خون اُچھل رہا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے کہے گا ربّ العزّت! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور ﷺ کے وصالِ حق تک اسے منسوخ کرنے والی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اب کوئی وحی نہ اُترے گی۔ (ابن کثیر، ج:، ص:۵۱۶)

مومن کے خون کی قدر و قیمت

۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما راوی ہیں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کسی کو اللہ کی مثل قرار دینا باوجودیکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے۔ سائل نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس اندیشے سے مار

ڈالنا کہ وہ تیرے کھانے میں شریک ہوجائے گی، الخ۔ (بخاری)

۲) حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی مرفوع حدیث ہے: ''مومن جب قتل کرتا ہے تو بحالتِ ایمان قتل نہیں کرتا۔'' (بخاری و مسلم)

۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(ساری) دنیا کا ٹل جانا اللہ کے نزدیک ایک مرد مسلمان کے قتل کے مقابلے میں حقیر ہے۔'' (ترمذی و نسائی)

۴) حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا قتل دنیا کے ٹل جانے سے بھی بڑا ہے۔ (نسائی)

مومن کی حرمت کعبۃ اللہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا کا بیان ہے، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کعبے کا طواف کررہے ہیں اور فرمارہے ہیں: ''تو کیسا پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کیسی لطیف ہے، تو کیسا عالی قدر ہے اور تیری حرمت کیسی عظیم الشان ہے (لیکن) قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مومن کے مال و جان کی حرمت تیری حرمت سے بڑی ہے۔'' (ابنِ ماجہ)

حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا واقعہ

بنوخزیمہ کی جنگ کے لیے حضرت خالد کو حضور ﷺ نے ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجا۔ انھوں نے جا کر انھیں دعوتِ اسلام دی، انھوں نے دعوت تو قبول کرلی لیکن بوجہِ نادانستگی بجائے اَسلَمْنَا یعنی ہم مسلمان ہوئے کے ''صَبَّانَا'' کہا یعنی ہم بے دین ہوئے۔ خالدؓ نے انھیں قتل کرنا شروع کردیا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ (ﷺ) نے ہاتھ اُٹھا کر جناب باری تعالیٰ میں عرض کی: یا اللہ! خالد کے اس فعل سے میں اپنی بیزاری اور برأت تیرے سامنے ظاہر کرتا ہوں۔'' پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو بلا کر انھیں بھیجا کہ ''جاؤ ان مقتولوں کی دیت چکاؤ اور جو اُن کا مالی نقصان ہوا ہے اسے بھی کوڑی کوڑی چکا آؤ۔'' (گلدستہ، ج:۲،ص:۱۳۴)

مرداس بن نہیک کا واقعہ

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنہَا نے نقل کیا کہ فدک کا باشندہ مرداس بن نہیک تھا جو مسلمان تھا مگر اس کی قوم والے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جب قوم والوں نے اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنی تو بھاگ گئے مگر مرداس چونکہ مسلمان تھا اس لیے وہیں مقیم رہا۔ جب سواروں کو دیکھا تو اسے ڈر ہوا کہ کہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو، اس لیے اس نے اپنی بکریاں تو پہاڑ کے کسی محفوظ مقام میں پہنچا دیں اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب سوار آن پہنچے اور مرداس نے ان کی تکبیر کی آواز سنی تو پہچان گیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں۔ فوراً کلمہ پڑھتا ہوا نیچے اُتر آیا اور کہا، السلام علیکم۔ لیکن حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے اس پر تلوار کی وار کر دی اور قتل کر دیا اور بکریاں ہنکا کر لے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لوٹے (اور واقعہ کی اطلاع دی) لیکن حضور ﷺ کو یہ خبر پہلے ہی مل چکی تھی اور آپ ﷺ کو اس حرکت سے بڑا رنج ہوا تھا، اس لیے فرمایا تم نے اس کے مال کی لالچ میں اس کو مار ڈالا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیۡھَا وَ غَضِبَ اللہُ عَلَیۡہِ وَ لَعَنَہٗ وَ اَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا﴾

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ عَنہُ نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعائے مغفرت کر دیجیے۔ فرمایا لا الہ الا اللہ کا کیا ہوگا؟ (یعنی اس نے لا اِلٰہ الا اللہ کہہ دیا اور تم نے اس کو قتل کر دیا، اب میں کیسے دعا کر سکتا ہوں۔) حضور ﷺ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔ حضرت اسامہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ کا بیان ہے حضور ﷺ یہ الفاظ بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے دل میں خیال کیا کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (آج ہی اسلام لاتا تو گزشتہ جرم مجھ پر عائد نہ ہوتا کیونکہ اسلام سے پہلے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) آخر تین مرتبہ (انکار) کے بعد حضور ﷺ نے میرے لیے دعاءِ مغفرت کر دی اور فرمایا ایک غلام آزاد کر دے۔ (ثعلبی من طریق الکلبی، گلدستہ، ج:۲، ص:۱۳۶)

امام احمد رحمہٗ اللّٰہ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس سلسلے میں سخت بات ارشاد فرمائی۔ جب اس کی اطلاع قاتل کو ملی تو آ کر عرض کیا: ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَ اللّٰہِ مَا قَالَ الَّذِیْ قَالَ اِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ''۔ آپ خطبہ دے رہے تھے، ان کی طرف سے چہرۂ انور پھیر لیا۔ وہ تین بار آپ ﷺ کے سامنے آئے اور اپنی بات دہرائی۔ مگر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے۔ تیسری بار آپ نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ اَبٰی عَلَیَّ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا''۔ اس روایت کو نسائی نے سلیمان بن مغیرہ سے نقل کیا ہے۔

لیکن ابوظبیان کی روایت ہے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے تو ہتھیار سے ڈر کر کلمہ پڑھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ تجھے معلوم ہو جاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں۔
(تفسیر مظہری۔ گلدستہ، ج:۲، ص:۱۳۶)

مذکورہ تمام تفاصیل کا حاصل یہ ہے کہ مومن وکلمہ والے آدمی کا اللہ کے نزدیک ایک احترام اور بلند مقام ہے۔ اگر کسی نے کلمہ لا اِلٰہ الا اللہ کا احترام نہیں کیا تو یہ کلمہ بذاتِ خود بارگاہِ ربّ العزت میں حق کا مطالبہ کرے گا۔ اب حق تعالیٰ کو اختیار ہے کہ حق کی ادائیگی کس طرح کرائے گا۔ اپنی رحمت کے خزانے سے دے گا یا معاف کرے گا۔ وہ مختارِ کل اور مالکِ کل ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کی جان و مال، عزت وآبرو کا احترام کریں اور اس احترام کو کلمے کا احترام جانیں کیونکہ بالآخر بارگاہِ حق میں حاضری ہونی ہے اور کلمۂ حق لا اِلٰہ الا اللہ کے حقوق کا سوال ہونا ہے۔ ہم سب کچھ جھیل لیں مگر کلمہ والے کا خون نہ بہائیں۔ ملک کی بدامنی و بدحالی کا بڑا سبب مسلمان کے خون کا بلاحق و ناحق بہانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو اُمت بنا کر اس پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔

تیسری فصل

احادیث میں جن لوگوں پر لعنت کی گئی ہے

اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا و آخرت میں رسوائی کا سبب ہے کیونکہ لعنت نام ہے اللہ کی رحمت سے دوری کا اور انتہائی رُسوائی اور ذِلت کا۔ جن پر اللہ کی لعنت ہو وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کرسکتے۔ ان کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں کہ ''مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْا'' ان پر اللہ کی لعنت جہاں بھی ہوں، یہ تو ان کی دنیاوی رُسوائی ہے اور آخرت کی رُسوائی تو اس سے بھی سخت ہوگی۔ پھر ربّ العزت نے ایک مقام پر فرمایا: ﴿وَ مَنْ یَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا﴾ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ جس طرح ربّ العزت نے بعض لوگوں پر لعنت کی ہے مخبرِ صادق ﷺ نے بھی حدیث میں ایسے لوگوں کی اطلاع دی ہے جو رحمتِ الٰہی سے دور کردیے جاتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ جو سراپا رحمت ہی رحمت ہیں یہ بھی رحمتِ مجسم ﷺ کی شانِ رحمت ہے کہ اُمت کو لعنت والے اعمال و افعال سے باخبر کیا تاکہ رحمت والی اُمت لعنت والے کاموں سے بچے۔ اور مدام رحمتِ الٰہی کے زیرِ اثر زندگی بسر کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں کو الی ابد الآباد لعنت والے اعمال و افعال سے بچائے اور رحمتِ عالم ﷺ کی اطاعت و اتباع والی زندگی نصیب فرمائے اور سایۂ رحمت میں رکھے، آمین۔

رِشوت دینا لینا دونوں لعنت میں برابر ہیں

(۱) ''لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الرَّاشِیْ وَ الْمُرْتَشِیْ''

(عن ابن عمرو، ابوداؤدو ترمذی، ابنِ ماجہ۔ مسند احمد)

اللہ کی لعنت ہو رشوت دینے والے پر اور لینے والے پر۔

ایک روایت میں ہے کہ:

''لَعَنَ اللّٰہُ الرَّاشِیْ وَ الْمُرْتَشِیْ فِی الْحُکْمِ''. (مسند احمد، ترمذی، حاکم)

اللہ نے لعنت کی ہے رشوت لینے اور دینے والے پر فیصلے میں برابر برابر۔

لَعَنَ اللّٰہُ الرَّاشِیْ وَ الْمُرْتَشِیْ وَ الرَّائِشَ الَّذِیْ یَمْشِیْ بَیْنَھُمَا''

(مسند احمد، صحیح من ثوبان)

اللہ نے لعنت کی ہے رشوت لینے اور دینے والے پر اور اس شخص پر جو دونوں کے درمیان کمی بیشی کا معاملہ طے کراتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت کرتے ہیں اور اس شخص پر بھی جو ان دونوں کے درمیان دلال اور واسطہ بنے۔ الغرض اس حدیث میں تین شخص پر لعنت آئی ہے۔

۱) رشوت لینے والا

۲) رشوت دینے والا

۳) رشوت کا معاملہ طے کرنے والا یا کرانے والا۔

یہ تینوں ملعون ہیں۔

رشوت اور سُحت

رشوت دینے والے کی گندی خصلت و عادت یہود بے بہبود میں تھی کیونکہ رشوت کے ذریعے حق و انصاف کو دیدہ و دانستہ دبا دیا جاتا ہے اور مظلوم پر دہرا ظلم ہوتا ہے۔ قرآن کی اصطلاح میں رشوت کو سحت کہتے ہیں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا ارشاد منقول ہے کہ سحت

کے دو طریقے ہیں: جن سے لوگ (حرام) کھاتے ہیں (ناجائز) فیصلہ کی رشوت اور زانیہ کی بھاڑ۔ (گلدستہ، ج:۲،ص:۲۸۱)

سُحت کی تعریف: مسروق کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: فرمائیے کیا ناجائز فیصلے کے لیے رشوت لینا سحت ہے؟ فرمایا: وہ تو کفر ہے۔ سحت تو یہ ہے کہ بادشاہ کے پاس کسی کو قرب و عزت حاصل ہو اور کسی شخص کی بادشاہ سے کوئی ضرورت وابستہ ہو مگر وہ مصاحب سلطانی بغیر کچھ ہدیہ تحفہ لیے صاحبِ غرض کا کام نہ کرے۔ (گلدستہ، ج:۲،ص:۲۸۱)

رشوت نظام مملکت کی بربادی کا سبب ہے

رشوت کو سحت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف لینے دینے والوں کو برباد کرتی ہے بلکہ پورے ملک و ملت کی جڑ بنیاد اور امنِ عامہ کو تباہ کرنے والی ہے۔ جس ملک یا جس محکمے میں رشوت چل جائے وہاں قانون معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون ملک ہی وہ چیز ہے جس سے ملک و ملت کا امن برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ وہ معطل ہوگیا تو نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ آبرو نہ مال۔ اس لیے شریعتِ اسلام میں اس کو سحت فرما کر اشد حرام قرار دیا ہے، اور اس کے دروازے کو بند کرنے کے لیے اُمراء و حکام کو جو ہدیے اور تحفے پیش کیے جاتے ہیں ان کو بھی صحیح حدیث میں رِشوت قرار دے کر حرام کر دیا گیا۔
(جصاص، گلدستہ، معارف القرآن)

رِشوت کیا ہے

رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو، اس کا معاوضہ لیا جائے۔ مثلاً جو کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمے لازم ہو اور اس پر کسی فریق سے معاوضہ لینا جیسے حکومت کے افسر اور کلرک سرکاری ملازمت کی رو سے اپنے فرائض ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں، وہ صاحبِ معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے۔ (معارف القرآن، سورۂ مائدہ: آیت نمبر ۴۲۔ گلدستہ، ج:۲،ص:۲۸۰)

رِشوت لے کرحق کے مطابق کام کرنا بھی گناہ ہے

پھر جو شخص رشوت لے کر کسی کا کام حق کے مطابق کرتا ہے وہ رشوت لینے کا گنہگار ہے اور یہ مال اس کے لیے سحت اور حرام ہے اور اگر رشوت کی وجہ سے حق کے خلاف کام کیا تو یہ دوسرا شدید جرم۔ حق تلفی اور حکمِ الٰہی کو بدل دینے کا اس کے علاوہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچائے۔ (معارف القرآن)

رِشوت کی اقسام

ابنِ ہمام نے لکھا ہے کہ رشوت چند طرح کی ہوتی ہے:

۱) رشوت دے کر مقامِ قضاء حاصل کرنا۔ اس صورت میں قاضی قاضی نہیں ہوسکتا یعنی رشوت دے کر قاضی بننا ناجائز ہے۔ ایسا قاضی اختیاراتِ قضا کا مالک نہیں ہوسکتا۔

۲) رشوت لے کر قاضی کا فیصلہ اس مقدمے میں نافذ نہ ہوگا، خواہ فیصلہ اپنی جگہ حق ہی ہو کیونکہ بغیر کچھ لیے اِجراءِ حق قاضی پر لازم ہوتا ہے۔ مال کا لین دین دونوں ناجائز ہیں۔

۳) اگر تحصیلِ منفعت (جائزہ) یا دفعِ مضرت کے لیے کسی کو رشوت دی کہ حاکمِ وقت سے سفارش کر کے وہ معاملات ٹھیک کرادے تو یہ مال لینے والے کے لیے حرام ہے، دینے والے کے لیے یہ فعل جائز ہے۔

۴) البتہ لینے والے کے لیے جواز کی تدبیر یہ ہے کہ اپنے ایک دو دن محنت کرنے اور اپنا وقت صرف کرنے کا معاوضہ طے کرلے اور وقت کو صرف کرنے اور محنت کرنے کی اُجرت لے لے۔ اس صورت میں وہ مال سفارش کی رشوت نہ ہوگا۔

۵) اسی طرح اگر جان و مال کا کسی سے ڈر ہو اور اس ڈر سے اس شخص کو کچھ دے دے تو لینے والے کے لیے حرام ہے اور دینے والے کے لیے جائز ہے۔

۶) یہی حکم اس وقت ہے کہ مدعی حق پر ہو لیکن اس کو اندیشہ ہو کہ حاکم بغیر رِشوت لیے میرا حق نہیں دلوائے گا اور فریق ثانی کے ظلم کو رفع نہیں کرے گا تو اس صورت میں

رشوت دینا جائز ہے۔لیکن حاکم کے لیے حق کا فیصلہ دینے کے لیے رشوت لینا بھی ناجائز ہے۔(تفسیر مظہری، گلدستہ، ج:۲،ص:۲۸۱)

چہرہ نوچنا، گریبان چاک کرنا، ہلاکت و بربادی کی دعا کرنا

(۲) لَعَنَ اللّٰهُ الْخَامِشَةَ وَجْهَهَا وَ الشَّاقَّةَ جَيْبَهَا وَ الدَّاعِيَةَ بِالْوَيْلِ وَ الثُّبُوْرِ. (عن ابی امامة، حبان، ابن ماجه)

اللہ کی لعنت ہے چہرے کو ناخن سے نوچنے والی پر اور (مصیبت کے وقت) گریبان کو پھاڑنے والی پر اور (حزن و ملال، مشقت و پریشانی کے وقت) اپنی جان پر ہلاکت و تباہی کی دعا کرنے والی پر۔

اسلام میں نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کی تلقین کی گئی ہے اور رضا بالقضاء اسلام میں عقیدے کی اساس و بنیاد ہے۔ یا یوں تعبیر کرلیں کہ عبادت و اطاعت کی دو شانیں ہیں: ایک ایجابی و مثبت اور دوسری منفی و سلبی۔

دوستو! اسلام کے محاسن میں یہ ایک نمایاں باب ہے کہ غم و پریشانی کے وقت میں بھی حق پر جم جائیں، قول و عمل میں مکمل سراپا تسلیم و رضا کا ثبوت دیں۔ ناخن و اُنگلیوں سے چہرہ نوچنا، خراش و نشان مار مار کر بنانا یہ خالق کو اتنا ناپسند ہے کہ لعنت کی وعید سنائی جارہی ہے کیونکہ چہرہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا خاص نمونہ ہے۔ اس کو بگاڑنا کب کسی مخلوق کے لیے درست ہے؟

اسی طرح گریبان و جیب کو پھاڑنا اور غیر شرعی طریقے سے اظہارِ غم کرنا۔ غم و حزن کا تعلق ہے قلب سے نہ کہ گریبان چاک کرنے اور جسم کو برہنہ کرنے سے اور مجنونانہ کیفیت اختیار کرنے سے۔

اسی طرح حالات و مصائب کے وقت موت کی دعا کرنا، موت کی تمنا کرنا اور موت کو مانگنا، یوں کہنا کہ اس غم کے آنے سے پہلے میری موت کیوں نہ ہوگئی، اس طرح کے

کلمات اسلام میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ نیز آنے والی مصیبت پر اس قدر صدمہ اُٹھا تا کہ دل دماغ اور صحت متاثر ہونے لگے، آہ وواویلا میں انسان مبتلا ہو جائے جس سے مثبت سوچ و فکر مجروح ہونے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی ہزاروں ہزار نعمتوں کو یہ بھول جائے شریعتِ اسلامیہ میں ہرگز درست نہیں۔

دراصل یہ سب حرکتیں زمانۂ جاہلیت اور ہمیشہ مشرکین کے یہاں تھیں اور آج بھی ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کی تربیت وتہذیب کرر ہا ہے اور اخلاقِ حسنہ کے ساتھ اعمالِ سیئہ سے باخبر کرر ہا ہے کہ دیکھو جب اپنے رب پر ایمان وایقان لا چکے ہو تو اب مکمل تفویض وتسلیم کی راہ اختیار کرو اور ان تمام حرکات سے بچو جو مشرکین نے اختیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ لعنت والے اعمال اور مشرکین کے طور وطریق سے ہماری حفاظت فرمائے۔

الغرض اس حدیث میں لعنت کے تین اعمال بتائے گئے ہیں:

۱) چہرہ نوچنا

۲) گریبان چاک کرنا

۳) ویل وثبور، ہلاکت وموت کی دعا مانگنا

شراب سے وابستہ دس لوگوں پر لعنت ہے

(۴) لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَ شَارِبَهَا وَ سَاقِيَهَا وَ بَائِعَهَا وَ مُبْتَاعَهَا وَ عَاصِرَهَا وَ مُعْتَصِرَهَا وَ حَامِلَهَا وَ الْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَ آكِلَ ثَمَنِهَا.

(رواہ ابوداؤد۔ ابن ماجہ، حاکم، بحوالہ مشکوٰۃ عن ابن عمر)

اللہ لعنت بھیجتے ہیں شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے نچوڑنے والے پر، اس کی کشید و نچوڑ ڈالنے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر، اور اس پر جس کے لیے اُٹھا کر لے جایا جائے یعنی منگوانے والے پر۔ اور اس کی قیمت کھانے والے پر۔

اس روایت میں شراب سے متعلق دس لوگوں پر لعنت ہے۔

خمر کی تعریف

شراب کو عربی زبان میں 'خمر' کہتے ہیں۔ خمر ماخوذ ہے 'خمر الشئ بمعنی ستره و غطاه' سے جس کے معنی ہیں اس نے اس کو ڈھانک لیا۔ شراب بھی چونکہ عقل کو ڈھانک لیتی ہے اور اس پر پردہ ڈال دیتی ہے اس لیے عربی میں اس کو خمر کہتے ہیں۔

شراب عقل جیسی بے مثال نعمت کو ضائع کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے شراب کو گندہ شیطانی کام بتلایا ہے۔ تفصیل کے لیے سورۂ مائدہ، آیت: ۹۰ دیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ تم کو ان ناپاک اور شیطانی کاموں سے بچنے ہی سے فلاح ہو سکتی ہے۔ شراب انسان کی عقل جیسی بے مثال نعمت کو ضائع کرتی ہے اور عقل ہی وہ چیز ہے جو برے اور بھلے میں تمیز کرتی ہے اور انسان کو ناجائز خواہشوں سے روکتی ہے۔ جب عقل ہی نہ رہے گی تو برے کاموں سے کیونکر بچے گا۔ (معارف القرآن، کاندھلوی)

شرابی ایسا ہے جیسے بت پوجنے والا

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"شَارِبُ الْخَمْرِ کَعَابِدِ الْوَثَنِ"

یعنی شراب پینے والا ایسا مجرم ہے جیسے بت کو پوجنے والا۔

اور بعض روایات میں ہے:

"شَارِبُ الْخَمْرِ کَعَابِدِ اللَّاتِ وَ الْعُزّٰی"

یعنی شراب پینے والا ایسا ہے جیسا لات وعزّیٰ کی پرستش کرنے والا۔

(معارف القرآن، ج:۳، ص:۳۲۶)

شراب وخمر کی روحانی وجسمانی خرابیاں

۱) خمر (شراب) کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ مے خوار کی عقل نشے کی حالت میں بالکل جاتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ چند روز بعد ہوش وحواس کی حالت میں بھی اس سے دیوانہ وار حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں۔

اس کی زبان اس کے اختیار اور قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور اس کو اپنے اقوال و افعال کے عواقب اور انجام کا ہوش نہیں رہتا۔

۲) دوسرے یہ کہ شراب بہیمی خواہشوں کو بڑھاتی ہے اور بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عصمت و عفت کو جڑ (بنیاد) سے اُکھاڑ پھینکتی ہے یا کم از کم متزلزل کر دیتی ہے اور زنا اور بدکاری اور بے حیائی پر آمادہ کرتی ہے۔

۳) تیسرے یہ کہ آدمی عبادت اور ذکرِ الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے بلکہ فرائضِ زندگی کی بھی کوئی قدر و قیمت اس کی نگاہ میں نہیں رہتی۔

۴) چوتھے یہ کہ شراب مال و دولت کی بربادی کا ذریعہ ہے۔ شرابی کی دولت و ثروت سب شراب کی نذر ہو جاتی ہے اور بسا اوقات شرابی زندگی سے اس قدر تنگ آ جاتا ہے کہ خودکشی کر لیتا ہے۔

۵) پانچواں یہ کہ شراب خواری باہم دشمنی اور عداوت پیدا کرتی ہے اور باہمی تعلقات کو توڑ ڈالتی ہے۔

۶) چھٹے یہ کہ شرابی کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جاتا ہے اور صحتِ بدنی میں فرق آ جاتا ہے اور اس کی تمام جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اس لیے کہ شراب میں غذائیت نہیں ہے کہ وہ ہضم ہو سکے۔ شراب چونکہ معدے میں جا کر تحلیل نہیں ہوتی اس لیے دن بدن معدے کو کمزور کرتی جاتی ہے اور قے کا مرض لگ جاتا ہے اور قلّتِ غذا کی وجہ سے بدن میں اتنا خون پیدا نہیں ہو سکتا جو تقویتِ بدن کا باعث بن سکے اور جس قدر پیدا ہوتا ہے اس میں شراب کی سمّیت موجود ہوتی ہے جو بدن کو روز بروز گھلاتی رہتی ہے اور دن بدن نظامِ عصبی میں فرق آتا جاتا ہے۔ عضلات اور عروق بھی بگڑتے جاتے ہیں۔ پھیپھڑا گلنے لگتا ہے اور کھانسی اور سل شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر اطباء کا بیان ہے کہ اگرچہ سل کی بیماری بغیر شراب پینے کے بھی ہو جاتی ہے لیکن ۹۵ فیصد سل کے شرابی ہی ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی بچتے ہیں۔

۷) ساتویں یہ کہ شرابی قویٰ کے ضعیف ہوجانے کی وجہ سے اکثر کام کاج سے جی چرانے لگتا ہے۔ بغیر نشے کے کام نہیں کرسکتا۔ کام کرنے کے لیے بھی اسے شراب پینی پڑتی ہے یہاں تک کہ اس کے قویٰ بالکل جواب دے جاتے ہیں۔

اس لیے قرآن پاک نے شراب کو نجس اور عملِ شیطان اور حرام قرار دیا اور اس کے پینے والے پر حد مقرر کی۔ اسلامی تعلیمات جہاں پہنچیں اس نے شراب اور شراب خوری کا قلع قمع کردیا اور پورے ملک کو اس لعنت سے محفوظ کردیا۔

(معارف القرآن کاندھلوی، ج:۲،ص:۵۸۴)

تین شخص جنت میں نہیں جائیں گے

۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ماں باپ کا نافرمان، جواری اور دائمی شراب پینے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''

(رواہ الدارمی)

۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تین شخص پر اللہ نے جنت حرام کردی ہے؛ دائمی شراب پینے والا، ماں باپ کا نافرمان اور دیوث (بھڑوا)۔'' (رواہ احمد، گلدستہ، ج:۲،ص:۳۳۰)

۳) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے: دائمی شراب خور اور رشتہ داری کاٹنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ (رواہ احمد)

شراب پینے کی آخرت میں سزا

۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے، جو بندہ دنیا میں اس کو پیئے گا اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے کہ (قیامت کے دن) اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ تم جانتے بھی ہو طینۃ الخبال کیا چیز ہوگی؟ دوزخیوں کا پسینہ۔'' (رواہ البغوی)

۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے دنیا میں شراب پی پھر توبہ نہ کی (یونہی مر گیا) اللہ تعالیٰ اس کو آخرت کی شراب سے محروم کردے گا۔'' (رواہ البغوی)

ایک گھونٹ شراب پینا

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے جہان کے لیے رحمت و ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ میرے رب نے مجھے ساز، باجے، بت، صلیب اور اُمورِ جاہلیت کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور میرے رب نے قسم کھا کر فرمایا ہے: قسم ہے اپنی عزت کی کہ جو بندہ ایک گھونٹ شراب پیئے گا میں اتنا ہی اس کو خون ملا ہوا پیپ پلاؤں گا۔ اور جو بندہ میرے خوف سے شراب چھوڑ دے گا میں اس کو قدس کے حوضوں سے (شربت) پلاؤں گا۔'' (رواہ احمد)

توبہ توڑ کر بار بار شراب پینا

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ اس کی چالیس صبح تک نماز قبول نہیں فرماتا، اس کے بعد اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، پھر دوبارہ اگر وہ شراب خوری کرتا ہے تو چالیس صبح (چالیس دن) تک نماز قبول نہیں فرماتا ہے، اس کے بعد اگر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ پھر تیسری بار اگر لوٹ کر پہلی حرکت کرتا ہے تو چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا لیکن اگر پھر توبہ کر لیتا ہے تو توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ چوتھی مرتبہ میں چالیس دن کی نماز قبول نہیں فرماتا اور اگر توبہ کرتا ہے تو توبہ بھی قبول نہیں کرتا اور نہرِ خبال کا پانی اس کو پلائے گا۔'' حاکم اور ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے یہ روایت آئی ہے۔ اور دارمی نے عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے نقل کیا ہے۔

(گلدستہ، ج:۲، ص:۳۳۰۔ تجلیاتِ قدسیہ، حدیث نمبر ۲۹۴)

شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے

عبدالرحمٰن بن حارث کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عثمان رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کو فرماتے سنا: ''شراب سے بچو۔ یہ تمام بری باتوں کی جڑ ہے۔ پچھلے زمانے میں ایک عابد تھا جس پر ایک بدچلن عورت شیفتہ و فریفتہ ہوگئی۔ اس نے عابد کو بلانے کے لیے اپنی باندی کو بھیجا۔ باندی نے آ کر عابد سے کہا کہ ہم گواہی کے لیے آپ کو بلانے آئے ہیں۔ عابد باندی کے ساتھ چل دیا۔ (باندی ایک محل سرائے کے دروازے میں داخل ہوئی اور ایک دروازہ کے بعد دوسرے دروازے میں اور دوسرے کے بعد تیسرے میں داخل ہوتی چلی گئی۔ جس دروازے سے آگے بڑھتی اس کو بند کرتی چلی جاتی تھی۔ آخر ایک گورے رنگ کی عورت کے سامنے پہنچ گئی۔ عورت کے پاس ایک بچہ تھا اور شراب رکھی ہوئی تھی۔ عورت عابد سے کہنے لگی میں نے تم کو گواہی کے لیے نہیں بلوایا بلکہ تم کو تین کاموں میں سے ایک کام کرنا ہوگا تو مجھ سے قربت کرو، یا شراب پیو یا اس بچے کو قتل کرو۔ عابد نے کہا (جب کوئی صورت نجات کی نہیں) تو مجھے شراب پلا دے۔ عورت نے ایک جام پلا دیا۔ عابد نے جام پی کر کہا ذرا توقف کرو۔ جب کچھ دیر میں نشہ چڑھا تو اس عورت سے قربت بھی کی اور بچے کو بھی قتل کر دیا۔ لہٰذا تم لوگ شراب سے پرہیز رکھو۔ اللہ کی قسم! ایمان اور شراب خواری کی عادت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ ایک کے آنے سے دوسرے کا نکل جانا ضروری ہے۔''

(رواہ النسائی۔ گلدستہ، ج:۲، ص:۳۲۹)

اسی لیے شریعتِ اسلامی میں شراب کے اوپر لعنت کی گئی اور اس کے تمام متعلقات پر بھی لعنت بھیجی گئی ہے۔ اُمت کو اس سے بچنا چاہیے اور اس بد دینی کے سیلاب سے اپنی اولاد کو بچانا چاہیے۔ اللہ ہماری اور ہمارے نسلوں کی حفاظت فرمائے، آمین۔

شراب کی وجہ سے جن دس پر لعنت ہے

۱) اللہ کی لعنت شراب پر ۲) شراب پینے والے پر

۳) پلانے والے پر ۴) بیچنے والے پر
۵) خریدنے والے پر ۶) نچوڑنے والے پر
۷) بنوانے والے پر ۸) اُٹھانے والے پر
۹) اس پر جس کے لیے اُٹھا کر لے جائی جاتی ہو
۱۰) شراب کی قیمت کھانے والے پر

شراب کے بارے میں ان دس چیزوں پر لعنت ہے۔ تفصیل کے لیے تجلیاتِ قدسیہ، حدیث نمبر ۲۹۴ دیکھ لیں۔

سودی لین دین کے تمام متعلقین پر لعنت

(۴) لَعَنَ اللّٰهُ الرِّبَا ، وَ آكِلَهُ وَ مُؤَكِّلَهُ، وَ كَاتِبَهُ، وَ شَاهِدَهُ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ وَ الْوَاصِلَةَ ، وَ الْمُسْتَوْصِلَةَ وَ الْوَاشِمَةَ وَ الْمُسْتَوْشِمَةَ وَ النَّامِصَةَ وَ الْمُتَنَمِّصَةَ. (عن ابن مسعود رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، طبرانی فی الکبیر)

اللہ کی لعنت ہے سود پر، سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر اور سودی معاملہ کو لکھنے والے پر اور اس کے شاہد و گواہ پر، جبکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سود و رِبا ہے اور اس عورت پر جو اپنے بالوں میں دوسرے کا بال ملا لے (تا کہ حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گرچہ وہ بال کسی عورت کا ہی ہو)، اس عورت پر جو دوسروں کا بال اپنے بالوں میں لگوانے کیلئے طلب کرے اور ان عورتوں پر جو جسم کو گودنے والی ہیں (خود اپنا جسم گودے یا کسی سے گدوائے یعنی سوئی کے ناکے سے جسم میں سوراخ کر کے سرمہ ڈالتی ہیں تا کہ زینت ہو) اور گدوانے والی پر اور (چہرہ یا ابرو کے) بالوں کو نوچنے والی پر، اور (چہرہ یا ابرو کا بال) نچوانے والی پر۔

سود یا رِبا کی تعریف

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رِبا (سود) کی تعریف یہ فرمائی:

"كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبَا"

یعنی جو قرض نفع حاصل کرے وہ ربا ہے۔

امام جصاص نے احکام القرآن میں ربا وسود کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں:

هُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوْطُ فِيْهِ الْاَجَلُ وَ زِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ

یعنی وہ قرض ہے جس میں کسی میعاد کے لیے اس شرط پر قرض دیا جائے کہ قرضدار اس کو اصل مال سے زائد کچھ رقم ادا کرے گا۔ (معارف القرآن، ج:۱،ص:۶۶۴)

ربا کے معنی اصل لغت میں زیادتی کے ہیں اور اس سے مراد وہ زیادتی ہے جس کے مقابلے میں کوئی مال نہ ہو۔ تفصیل کے لیے معارف القرآن، ج:۱،ص:۲۴۷ دیکھ لیں۔

سود کی اخلاقی و روحانی بیماریاں

سود اور ربا میں بے شمار معاشی و اقتصادی، اخلاقی و روحانی بیماریاں ہیں۔ مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کو مکمل امن و سلامتی کے ساتھ معاشرے کو ہر طرح کے شر و فساد سے پاک وصاف دیکھنا چاہتا ہے۔

انسانیت کا جوہر ہمدردی اور اخوت، رحم دلی اور ایثار وقربانی میں پوشیدہ ہے جبکہ سود کھانے والا یا سود لینے والا سخت دل، غریبوں کی مجبوری سے اپنے عشرت کدے کو آباد کرتا ہے۔ یہ مال و دولت کی طلب میں جذبۂ انسانیت کو بھول کر مجبور لوگوں کو دس پیسہ دے کر زیادہ کا طلب گار بن جاتا ہے بلکہ زیادتی کا حق دار بن جاتا ہے۔ اللہ و رسول ایسے بدخلق پر لعنت نہ کریں تو کیا رحمت بھیجیں؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

۱) انسانی اخلاق میں سب سے بڑا جوہر ایثار و سخاوت کا ہے کہ خود تکلیف اُٹھا کر دوسروں کو راحت پہنچانے کا جذبہ ہو، سود کے کاروبار کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ جذبہ فنا ہو جاتا ہے۔ سود خور اپنے پاس سے کسی کو نفع پہنچانا تو کیا دوسرے کو اپنی کوشش اور اپنے سرمایے سے اپنے برابر آتا نہیں دیکھ سکتا۔

۲) وہ مصیبت زدہ پر رحم کھانے کی بجائے اس کی مصیبت سے ناجائز فائدہ اُٹھانے کی فکر میں رہتا ہے۔

۳) سودخوری کے نتیجے میں مال کی حرص اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں مست ہوکر اپنے بھلے اور برے کو بھی نہیں پہچانتا۔اس کے انجامِ بد سے بالکل غافل ہوجاتا ہے۔

(معارف القرآن، ج:۱،ص:۶۷۷)

علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

''سود لینے والے نے مالدار ہوکر اتنا بھی نہ کیا کہ محتاج کو قرض ہی بلا سود دے دیتا، چاہیے تو یہ تھا کہ بطریقِ خیرات حاجت مند کو دیتا اور اس سے زیادہ اللہ کی ناشکری کیا ہوگی؟ (تفسیر عثمانی)

سات مہلک چیزوں سے بچو

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ، قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَ مَا هُنَّ ؟ قَالَ : "اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ السِّحْرُ وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَكْلِ الرِّبَا وَ اَكْلِ مَالِ الْیَتِیْمِ وَ التَّوَلِّی یَوْمَ الزَّحْفِ وَ قَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ." (بخاری،مسلم)

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات مہلک چیزوں سے بچو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت: یارسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ (عبادت میں یا اس کی مخصوص صفات میں) کسی غیر اللہ کو شریک کرنا، (۲) جادو کرنا، (۳) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، (۴) سود کھانا، (۵) یتیم کا مال کھانا، (۶) جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا، (۷) کسی پاکدامن عورت پر تہمت باندھنا۔

(معارف القرآن، ج:۱،ص:۶۸،گلدستہ، ج:۱،ص:۴۳۶)

سود کھانے والا خون کی نہر میں قید ہوگا

بخاری کتاب البیوع میں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں نے آج رات دو شخصوں کو دیکھا جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس تک لے گئے۔پھر ہم آگے چلے تو ایک خون کی نہر دیکھی، جس کے اندر ایک آدمی کھڑا ہوا ہے۔اور دوسرا آدمی اس کے

کنارے پر کھڑا ہے۔ جب یہ نہر والا آدمی اس سے باہر آنا چاہتا ہے تو کنارہ والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا ہے جس کی چوٹ سے بھاگ کر پھر وہ وہیں چلا جاتا ہے جہاں کھڑا تھا۔ پھر وہ نکلنے کا ارادہ کرتا ہے، تو پھر یہ کنارہ کا آدمی یہی معاملہ کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں؟ انھوں نے بتایا کہ خون کی نہر میں قید ہوا آدمی سود کھانے والا ہے جو اپنے عمل کی سزا پا رہا ہے۔ (معارف القرآن، ج:۱، ص:۶۸۰)

چار آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے

مستدرک حاکم میں روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں نہ داخل کرے اور جنت کی نعمت نہ چکھنے دے۔ وہ چار یہ ہیں: ایک جو شراب پینے کا عادی ہو، دوسرے سود کھانے والا، تیسرے یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور چوتھے اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا (یعنی بلا سزا بھگتے سیدھا جنت میں داخل نہ ہوگا۔)

ایک درہم سود کھانا چھتیس بار زنا سے زیادہ سخت ہے

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی جو سود کا ایک درہم دانستہ کھاتا ہے اس کا جرم چھتیس بار زنا سے زیادہ سخت ہے۔ (رواہ احمد والدار قطنی، تفسیر مظہری، معارف القرآن، ج:۱۔ گلدستہ، ۱/۴۳۳)

بعض روایات میں ہے کہ جو گوشت مال حرام سے بنا ہو اس کے لیے آگ ہی زیادہ مستحق ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو ریزی سود سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ (مسند احمد، طبرانی)

سود کھانے والا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے

ایک حدیث میں ہے کہ پھل کو قابل استعمال ہونے سے پہلے فروخت کیا جائے اور فرمایا کہ جب کسی بستی میں بدکاری اور سود کا کاروبار پھیل جائے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اپنے اوپر دعوت دے دی۔ (یہ روایت مستدرک حاکم میں ہے۔) معارف القرآن

سود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گرانی مسلط کر دیتا ہے

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جب کسی قوم میں سود کے لین دین کا رواج عام ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر ضروریات کی گرانی مسلط کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں رشوت عام ہو جائے تو دشمنوں کا رعب و غلغلہ ان پر ہو جاتا ہے۔ (بہ روایت مسند احمد)

سود کھانے والے کے پیٹ میں سانپ ہی سانپ ہوں گے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شبِ معراج میں جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اپنے اوپر رعد و برق کو دیکھا، اس کے بعد ہم ایک ایسی قوم پر گزرے جن کے پیٹ رہائشی مکانات کی طرح پھولے ہوئے ہیں، جن میں سانپ بھرے ہیں، جو باہر سے نظر آرہے ہیں۔ میں نے جبریل امین سے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ یہ سود خور ہیں۔ (یہ روایت مسند احمد کی ہے)

معاف نہ ہونے والا گناہ

رسول اللہ ﷺ نے عوف بن مالکؓ سے فرمایا کہ: ان گناہوں سے بچو جو معاف نہیں کیے جاتے، ان میں سے ایک مالِ غنیمت کی چوری ہے اور دوسرے سود کھانا۔ (طبرانی)

قرضدار سے ہدیہ قبول کرنا سود ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جس شخص کو تم نے قرض دیا ہو اس کا ہدیہ بھی قبول نہ کرو (ایسا نہ ہو کہ اس نے یہ ہدیہ قرض کے عوض میں دیا ہو جو سود ہے، اس لیے اس کے ہدیہ قبول کرنے سے بھی احتیاط چاہیے) معارف القرآن، ۱/۶۸۰۔ گلدستہ، ۱/۴۳۵)

سود کا انجام قلّت ہے

مسند احمد اور ابنِ ماجہ میں ایک روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سود اگر چہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار نتیجہ اس کا قلّت ہے۔''

یعنی بظاہر سود خور کو ایسا لگتا ہو کہ اس کے مال میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن دراصل وہ مال اس کے کوئی کام نہیں آنے والا ہے بلکہ مال ہونے کے باوجود وہ استعمال نہ کر سکے گا۔ گویا مال ہو کر بھی اس کے پاس کچھ نہیں کہ ضرورت پڑنے پر وہ مال اس کے کام نہ آیا۔

سود کھانے کا گناہ ماں سے منہ کالا کرنے کے برابر ہے

عبداللہ بن مسعود رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اَلرِّبَا ثَـلاثَةٌ وَّ سَبْعُوْنَ بَابًا''

سود کے تہتر دروازے ہیں (گناہ کے)۔

مستدرک حاکم میں ہے:

اَیْسَرُھَا اَنْ یَنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ''

کم سے کم گناہ یہ ہے کہ ماں کے ساتھ برائی کرے۔

ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے:

''اَلرِّبَا سَبْعُوْنَ حُوْبًا ، اَیْسَرُھَا اَنْ یَنْکِحَ الرَّجُلَ اُمَّهٗ''

سود کے ستر گناہ ہیں، کم از کم ماں سے منہ کالا کرنے کے برابر۔ (ابنِ کثیر، ۱/ ۳۳۵)

سود کو حلال سمجھنے والا

جو شخص سود کو حلال سمجھے وہ باجماعِ اُمت کافر اور مرتد ہے۔ اگر سود کو حلال تو نہیں سمجھتا مگر چھوڑتا بھی نہیں تو اس پر توبہ لازم ہے۔

حرام مال سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ سود اور رشوت کا جو پیسہ اس کے پاس ہے وہ صاحبِ حق کو واپس کرے یا اس سے معاف کرائے، اور اگر اس شخص کو تلاش نہ کر سکے اور

نہ کہیں اس کو پا سکے تو اس کی طرف سے خیرات کرے، اور ایسے مصرف میں اس کو خرچ کرے کہ جس میں اسلام اور مسلمانوں کا نفع اور فائدہ ہو۔ اگر کسی کی کل آمدنی حرام کی ہو تو سب کا خیرات کرنا واجب اور فرض ہے۔ سوائے ستر عورت کپڑے کے بقیہ کسی شے کا اپنی ملک میں رکھنا جائز نہیں۔ (تفسیر قرطبی، گلدستہ، ج:۱، ص:۴۳۸)

مرد عورت جیسا اور عورت مرد جیسا لباس پہنے ان پر لعنت ہے

(۵) لَعَنَ اللّٰهُ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لُبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَ الْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لُبْسَةَ الرَّجُلِ

(عن ابی ہریرہ، رواہ الحاکم۔ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے جو عورت کا سا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی جو مرد کا سا لباس پہنے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے درمیان پیدائشی فرق رکھا ہے۔ مرد کی آواز میں رعب اور عورت کی آواز میں نزاکت، مرد کی شکل پر شجاعت و عظمت اور عورت کی شکل پر جاذبیت و کشش رکھی ہے۔ دونوں میں اسی فرق سے امتیاز ہوتا ہے۔ ہماری الٰہی شریعت ہم کو اس بات کی ہدایت کرتی ہے کہ اس فرق کو لباس اور چال چلن میں ملحوظ رکھا جائے تاکہ خلقی و فطری فرق باقی رہے۔ اگر کوئی اس قانونِ فطرت کو بدل کر امتیازی شان کو مٹا کر، حدودِ مرد و عورت کو پامال کرتا ہے تو وہ لعنت و پھٹکار کی راہ اختیار کرتا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے غضب و پھٹکار کا مستحق بنتا ہے۔ مرد کو اپنی مردانگی ہی زیب دیتی ہے اور عورت کا عورت کے لباس ہی میں حسن و جمال نکھرتا ہے۔ آج اس فساد کے دَور میں بھی جہاں حسن و جمال کی نمائش ہوتی ہے وہاں بھی عورتوں کو عورت کے لباس میں ہی دِکھلایا جاتا ہے۔ معلوم ہوا جو چیز جس کے لیے ہے وہی اس کو زیب دیتی ہے۔

ملت کی بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ اس لعنت سے بچائے اور اپنے نبی ﷺ کی بیٹیوں کے نقشِ قدم پر جمائے، آمین۔

عورت کی زینت ہے شرم و حیا۔ ڈھیلا ڈھالا لباس، حسن کو چھپانا، گھروں میں

چمٹ جانا۔ حضرت محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا تو وفات کے وقت وصیت کر گئیں کہ رات میں دفن کرنا اور میرے جنازے پر بیری کی خاردار ٹہنی رکھ دینا اور اس کے اوپر چادر ڈال دینا تاکہ جنازے کے شرکاء کو پتہ نہ چل سکے کہ فاطمہ لانبی تھیں یا قد چھوٹا تھا، فاطمہ جسیم تھیں یا نحیف و لاغر۔ فاطمہ تیری حیا و غیرت کو سلام!

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا پل صراط سے گزریں گی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئے گی تمام لوگ اپنی نگاہیں نیچی کر لیں یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ گزر جائیں۔ جب تمام لوگ نگاہ نیچی کر لیں گے تو ستر ہزار فرشتے حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا کی پالکی و ڈولی کو سبز غلاف سے چھپا کر لے جائیں گے۔

اُمت کی بیٹیو اور بہنو! تم آج کیا کر رہی ہو؟ اللہ اکبر کبیراً! کچھ تو غیرت و شرافت کا لباس باقی رکھو۔ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ دو۔ تم انہی کی شفاعت کی اُمیدوار بھی ہو۔ حیا و غیرت کو اختیار کرو۔

مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی مشابہت اختیار کرنا

(۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا اِنَّ اِمْرَءَ ةً تَلْبَسُ النَّعْلَ. قَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلرِّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ عن عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا سے کسی نے عرض کیا کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے۔ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہَا نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں کے طور طریق اختیار کرے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں ماقبل کی طرح عورت کو مرد کی مشابہت چال ڈھال میں اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ ہماری شریعت میں طور طریق تو بہت بڑی بات ہے، عورت کو مرد کی خوشبو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مرد کی خوشبو بھڑک دار ہو اور عورت کی خوشبو ہلکی پھلکی ہو۔ پھر عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ جائے ورنہ بدکاری کا گناہ ہوگا۔

ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنے پر لعنت

(۷) لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ. (عن ابن عباس ۔ مسند احمد ۔ ابوداؤد ۔ الترمذی ۔ ابن ماجہ)

اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ان مردوں پر بھی جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اَنَّ امْرَأَةً مَرَّتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مُتَقَلِّدَةً قَوْسًا فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ. (طبرانی)

ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے تیر اُٹھائے ہوئے مردوں کی طرح گزری تو رسول اللہ ﷺ نے (دیکھ کر) فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس عورت پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے اور اس مرد پر جو عورت کی مشابہت اختیار کرے۔

(ترغیب، ج:۳، ص:۱۰۳)

عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اُمّ سعد بنت ابی جہل مردوں کی طرح تیر اُٹھائے ہوئے جارہی تھی۔ چال بھی مردوں کی طرح تھی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ"

جو عورت مردوں کی مشابہت اختیار کرے وہ مجھ سے نہیں۔

"وَ لَا مَنْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ"

وہ مرد جو عورت کی مشابہت اختیار کرے مجھ سے نہیں۔ (رواہ احمد)

عورت کا مرد کی وضع قطع، لباس و ہیئت اختیار کرنا، اور مردوں کا عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرنا دونوں ہی معیوب اور قبیح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فطرت و خلقی حالت کو تبدیل کرنا درست نہیں۔ اللہ اکبر کبیراً۔ بعض ملکوں میں تو یہ ایک مستقل مزاج بن گیا ہے۔

لڑکیاں لڑکوں کی شکل اور لڑکے لڑکیوں کی شکل وصورت اختیار کرر ہے ہیں۔ جس سے اور عام لوگوں کو تمیز کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ یہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ اللہ تعالیٰ ہماری ملت واُمت کی اس لعنتی فتنے سے حفاظت فرمائے، آمین۔

بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کے گھروں میں عورت و مرد دونوں ہی ایک ہی طرز کا پتلون وقمیص پہنتے ہیں۔ یہ بھی تمیز نہیں ہوتا ہے کہ عورت کا لباس کون سا ہے اور مرد کا کون سا اور اس لعنتی لباس پر فخر کرتے ہیں اور نام رکھا اس کا ترقی یافتہ یعنی جہنمی راستہ۔ پھر ان پر رسول اللہ ﷺ لعنت نہ کریں تو دعا دیں؟

وادی وصحرا میں تنہا سفر کرنے والے پر لعنت

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثِی الرِّجَالِ الَّذِیْنَ یَتَشَبَّهُوْنَ بِالنِّسَاءِ وَ الْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ وَ رَاكِبَ ال........ وَحْدَهُ. (رواه احمد و رجاله رجال الصحيح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے وہ مرد جو عورت کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس پر لعنت کی ہے اور اس عورت پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے اور اس مسافر پر جو تن تنہا کسی انجان وادی وصحرا میں سفر کرتا ہے۔ (ترغیب، ج:۳، ص:۱۰۵)

ایسا شخص جو تن تنہا اکیلا انجان وادی وصحرا میں سفر کرتا ہے گویا اپنی جان کو ہلاکت و تباہی کے لیے پیش کرتا ہے کہ راستہ میں نہ رہبر ساتھ ہے جو صحیح راستے کی رہنمائی کرے گا نہ کوئی انیس و ہمدم ہے جو سفر میں مونس و مددگار ہوگا۔ ایسا مسافر ہر وقت خطرے اور تباہی و بربادی کی طرف رواں دواں ہے۔ لہٰذا بغیر راہبر کے آدمی انجان وادی وصحرا میں سفر نہ کرے تا کہ ہلاکت سے بچے اور جان و مال محفوظ رہے۔ واللہ اعلم!

خوشبو لگا کر عورت جب گھر سے نکلتی ہے تو وہ زنا کار ہے

(۹) اِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْأَةُ فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ. (جمع الجوامع، ۱/۱۵۱، رقم: ۹۸۹. رواه النسائی و ابو داؤد)

یعنی جب عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تا کہ اس کی خوشبو لوگوں کو محسوس ہو تو ایسی عورت بدکار ہے، زنا کار ہے۔ استغفر اللہ!

دوسری روایت میں ہے:

اِذَا تَطَيَّبَتِ الْمَرْأَةُ لِغَيْرِ زَوْجِهَا فَاِنَّمَا هُوَ نَارٌ وَ شَنَارٌ.

(جمع الجوامع، ۱/۱۴۴۔ رقم: ۱۱۷۷، عن انس۔ مجمع الزوائد۔ طبرانی وسط)

جب عورت شوہر کے علاوہ دوسروں کے لیے خوشبو لگاتی ہے تو وہ آگ ہے اور قبیح و شنیع عمل ہے۔ یعنی عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنے والا عمل اسے دوزخ میں لے جانے والا عمل ہے اور اس کی یہ حرکت بڑی گھناؤنی حرکت ہے۔

جمال فروش اور حسن کی نمائش

آج کے دور میں کیا مسلمان اور کیا غیر، اچھی سے اچھی قیمتی سے قیمتی، بھڑکدار خوشبو لگا کر عورتیں گھر سے نکلتی ہیں اور خاص کر وہ عورتیں، لڑکیاں جو آفس اور دفتروں میں کام کرتی ہیں ان کا مقصد ہی دوسروں کو اپنے جسم کی خوشبو کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے۔ اور شوہر کے لیے ایسی خاتون کبھی خوشبو نہیں لگائیں۔ دفتروں، آفسوں میں خوبصورت لباس، اچھی خوشبو میں مزین ہو کر جاتی ہیں اور گھر میں آ کر گندہ اور ایسا لباس زیب تن کر کر لیتی ہیں کہ شوہر کی طبیعت مائل نہ ہو کیونکہ پیار و محبت کی وہ تمام اُمنگ آفس و دفتر میں دوسروں کی ممارست واختلاط، ملنے جلنے سے سیراب ہو چکی ہوتی ہے۔ شوہر کے لیے بچا کیا جو وہ اپنے جسم پر باقی رکھے۔ اگر شوہر نے پیش رفت بھی کی تو لڑائی و جھگڑا شروع۔ 'میں آفس سے تھک ہار کر گھر آتی ہوں، تم میرے آرام میں خلل ڈالتے ہو۔ تم کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں آٹھ گھنٹے دس گھنٹے کام کر کے تھک جاتی ہوں۔ نڈھال ہو جاتی ہوں' وغیر ذالک۔

یہ سب کیوں؟ اس مسکین عورت کے جسم اور حسن و جمال کا وہ تمام نکھار تو آفسوں اور دفتروں میں غیروں نے لے لیا۔اب یہ شوہر کو کیا دے گی سوائے لڑائی جھگڑا اور بدکلامی و بدزبانی کے؟ روزانہ یہی ہوتا ہے۔وہ مسکین صبح علی الصباح غیروں کے لیے بنتی وسنورتی ہے، غیروں کے لیے جوڑے زیب تن کرتی ہے، خوشبو لگاتی ہے اور حسن و جمال کو لٹا کر آجاتی ہے۔اب اس کے پاس ہے کیا جو وہ شوہر کو دے؟ اس کو پھر کل یہی نیا شو پیش کرنا ہے جس کے لیے وہ آرام کرنا چاہتی ہے۔اب اگر شوہر اپنے جذبات کی تسکین کی پیش کش کرتا ہے تو لیجیے مختلف بہانے سے جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، جس کا اصل سبب وہی ہوتا ہے۔اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شوہر کے علاوہ دوسروں کے لیے خوشبو لگاتی ہے۔'' **اللھم صل علی سیّدنا محمد خاتم النّبیین** ۔نبوت ورسالت کی صداقت پر قربان جایئے۔ اس وقت فرمایا جبکہ عورت باحیا، باوقار، عفت و عصمت کی چادر میں ذاکرات، صالحات، قانتات، تائبات، عابدات، صائمات تھیں۔اس عریانی و فحاشی اور عورتوں کا غیروں کے لیے جسمانی عیاشی کا کوئی تصور نہ تھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّٖیْنَ

میں یہ نہیں کہتا کہ سبھی عورتیں یا سبھی لڑکیاں بدکار اور جسم فروش ہیں مگر سو فیصد دفتروں میں کام کرنے والیاں حسن و جمال فروش ضرور ہیں۔اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ لڑکیاں روزانہ اپنے حسن و جمال کو غیروں کے سامنے کیوں نکھارتی ہیں۔شوہر کے لیے گھروں میں کیوں نہیں سنورتی ہیں۔جس کی ہیں اس کے سامنے بدخلق و بدخصلت، بدکلام و بدزبان، اور جس کی نہیں ہیں اسی کے لیے سب کچھ۔یعنی جس کی ہیں اسی کی نہیں ہیں۔ استغفر اللہ! رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خواتین مسجد میں نماز کے لیے آتی تھیں تو حضور ﷺ نے ہدایت دی:

''اِذَا خَرَجَتِ الْمَرْأَۃُ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلْتَغْتَسِلُ مِنَ الطِّیْبِ کَمَا تَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَۃِ۔'' (جمع الجوامع، ج:۱،ص:۱۸۷۔رقم:۱۲۸۶)

جب کوئی عورت مسجد میں نماز کے لیے نکلے اور اس کے جسم پر خوشبو لگی ہو (کیونکہ وہ اپنے شوہر کے لیے لگاتی تھیں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ) تو چاہیے کہ خوشبو کو زائل کرنے کے لیے اس طرح غسل کرلیا کریں جیسے جنابت سے غسل کرتی ہیں۔

دوسری روایت میں ہے: اِذَا خَرَجَتْ اِحْدَاکُنَّ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلَا تُقَرِّبْنَ طِیْبًا. (جمع الجوامع، ج:۱، ص:۱۸۷۔ رقم:۱۲۸۴)

جب تم میں سے کوئی عورت مسجد (نماز کے لیے) جائے تو اس کو چاہیے کہ خوشبو کے قریب بھی نہ جائے (یعنی استعمال کرکے نہ آئے) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد جو عبادت و اطاعت اور نزولِ رحمت و ملائکہ کی جگہ ہے وہاں بھی خواتین خوشبو لگا کر نہ جایا کریں تو پھر بازار میں، دفتروں میں خوشبو لگا کر کب اجازت ہوگی۔

نارو شنّار

حدیث میں جو آیا ہے کہ عورت جب خوشبو لگا کر باہر غیروں کے لیے نکلتی ہے تو نارو شنار کی مستحق ہوتی ہے۔ نیز اس کا یہ عمل نہایت قبیح و شنیع یعنی غیرت و شرافت کے خلاف، غیر معمولی ذِلت اور فضیحت کا ہوتا ہے کہ آخرت میں جہنم میں جلے گی اور دنیا و آخرت دونوں میں باعث رسوائی تو ہے ہی۔

نام اس کا عورت ہے مگر بے غیرتی کا کام کررہی ہے کہ نہ معلوم کتنے مردوں کو اس کے جسم کی خوشبو لگے گی، اور اس کی غیرت کا بر سر بازار سودا ہوگا۔ اس کی شرافت کو داغ و دھبہ لگے گا۔ لڑکے اس کی خوشبو کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ ابلیس لعین اپنے چیلوں کو روانہ کرے گا۔ خبیث مسلط ہوجائیں گے۔ کتنی لڑکیاں آج خبیث جن کے تسلط سے پریشان ہیں۔ اس کا سبب رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت، گھروں سے معطر و مزین لباس پہن کر نکلنا ہے تب ہی نارو شنار کی سزا ملتی ہے۔ گھر والے پریشان ہوتے ہیں۔

دوستو! رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اپناؤ، جنت کا مزہ دنیا میں بھی لے لو۔

چہرے کوسرخ کرنے والی پرلعنت

(۱۰) لَعَنَ اللّٰهُ الْقَاشِرَةَ وَ الْمَقْشُوْرَةَ .(عن عائشةؓ. مسند احمد)

اللہ کی لعنت ہے سرخی کے لیے چہرے کو رگڑنے والی عورت اور رگڑوانے والی عورت پر تاکہ (رخسار) پر سرخی و لالی نمایاں ہو۔

اس حدیث میں اس خاتون پر لعنت کی گئی ہے جو رخسار و گال، ہونٹ یا چہرے کے کسی حصے کی اوپر والی جلد و چمڑے کو رگڑے یا رگڑوائے تاکہ رخسار لال ہوجائے اور سرخی و لالی نمایاں ہو اور اس طرح اس کے حسن کی نمائش ہو سکے۔

شریعت نے اس پر لعنت اس لیے بھیجی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنا لازم آتا ہے جو حرام ہے۔ اب اس زمانے میں میں ایسی ترقی اور ایسی اشیاء آ گئی ہیں کہ رگڑنے اور گال رگڑوانے کی ضرورت نہ رہی بلکہ مختلف قسم کی مختلف رنگوں میں کریم مرہم دستیاب ہیں جس کو یہ معشوقۂ بتاں اپنے نامراد عاشقِ بتاں کے لیے لگا کر نکلتی ہیں۔ اور خود بھی لعنتی بن کر پھرتی ہیں اور دیکھنے والوں کو بھی ملعون بناتی ہیں۔

ابرو بنوانے والی اور گُدوانے والی پرلعنت

(۱۱) لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَ الْمُسْتَوْشِمَاتِ وَ النَّامِصَاتِ وَ الْمُتَنَمِّصَاتِ وَ الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ.

(عن ابن مسعود۔ صحیح۔ مسلم و بخاری۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

اللہ کی لعنت ہو گودنے والیوں پر اور گُدوانے والیوں پر اور جو ابرو (یعنی بھوؤں کے بال یا چہروں کے) بال چنتی یا نوچتی ہیں ان پر، اور اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر جو حسن کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کرتی ہیں جو اللہ کی خلقت کو بدلنے والی ہیں۔ (بخاری)

اس حدیث میں لعنت کی وعید گودنا، گودنے والی اور گدوانے والی پر اور بال خواہ ابرو یعنی بھوؤں کے ہوں یا چہرے و رخسار کے، ان کو نوچتی یا نچواتی ہیں ان پر لعنت کی گئی

ہے۔

ایک روایت میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ وَ الْمُسْتَوْشِمَاتِ وَ الْمُتَنَمِّصَاتِ مُبْتَغِیَاتٍ لِلْحُسْنِ مُغَیِّرَاتِ خَلْقِ اللّٰہِ.

(ترمذی، برقم : ۲۷۸۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے گودنے والیوں پر، گدوانے والیوں پر (ابرو یا چہرہ و رخسار کے) بال نچوانے والیوں پر، حسن و جمال کو نکھارنے کی غرض سے ایسا کرنے والیوں پر، اللہ کی تخلیق بدلنے والیوں پر۔

عورتوں میں اب یہ لعنت کی بیماری عام ہو رہی ہے۔ کیا نمازی و غیر نمازی، کیا عوام اور کیا خواص سبھی گھرانوں کی عورتوں میں ابرو بنوانا، چہروں کے بال نچوانا عام ہو رہا ہے۔ ابرو اور بھوؤں کے بال اس لیے نچواتی ہیں تاکہ بھوویں باریک ہو جائیں اور چہرہ و رخسار کا تاکہ رخسار نکھر جائے مگر افسوس کہ بعض عورتوں کو اس کی وجہ سے ڈاڑھی کی طرح بال نکلنے لگتے ہیں نیز اس طرح کی حرکتوں سے جسم و اعضاء پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔ نتیجتاً حسن سنورنے کی بجائے اور بگڑ جاتا ہے۔ مسلمان خاتون کو اپنے رسول محمد ﷺ کی تعلیمات و نورانی ہدایات پر عمل پیرا ہونا چاہیے نہ کہ غیروں کی روش پر چل کر ملعون بننا چاہیے۔ حدیث میں ان عورتوں پر بھی لعنت کی گئی ہے جو حسن و نکھار کے لیے دانتوں کے درمیان کشادگی کراتی ہیں تاکہ ہر دانت دوسرے دانت سے جدا جدا نظر آئے۔

حدیث میں ایسی عورت کو اللہ کی خِلقت بدلنے والی کہا گیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی جانب سے انسان کو جو قدرتی حسن و جمال اور ہر ہر عضو کو مناسب تخلیق اور اس میں ایک خاص قسم کی ندرت و نکھار اور قدرتی ساخت کے ذریعے اس میں جاذبیت رکھی گئی ہے کیا وہ کم ہے؟ یا اس میں کوئی نقص ہے؟ ہاں اگر کہیں کسی میں پیدائشی طور پر اللہ پاک نے اپنی حکمتِ بالغہ سے کچھ قدرت کا نمونہ دِکھلایا ہے تو پھر اس کمی کو پوری دنیا مل کر بھی پورا نہیں

کرسکتی۔ انسان کو اللہ پاک نے کائنات کا سب سے حسین وجمیل بنا کر چار قسمیں کھا کر خود شہادت دی ہے۔

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾

کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ﴾

سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ یعنی جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء وقویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں ومتناسب بنائی۔

اب قدرت کی تخلیق میں تغیر وترمیم کر کے انسان لعنت کا مستحق بنتا جا رہا ہے۔ اگر انسان مذکورہ لعنت و ملامت کے کام سے اجتناب برتتا ہے تو بے شک اس کو رحمت کی خوشخبری دی جائے گی۔

ہاں حسن کو بڑھانے اور مزین کرنے کی اسلام نے دل کھول کر اجازت دی ہے مثلاً آنکھوں میں سرمہ لگائیں، مہندی دست پر لگائیں، بالوں کو سنوارے مگر یہ سب بھی صرف اپنے شوہر کی نیت سے کرے۔ جو پیا جی بھائے وہی سہاگن کہلائے۔ اپنے پیا کی پھول ہو اپنے غیروں پر دھول ڈالے۔

دوسروں کے بال اپنے بال میں ملا کر چوٹی بنوانے والی پر لعنت

(۱۲) لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاصِلَۃَ وَ الْمُسْتَوْصِلَۃَ وَ الْوَاشِمَۃَ وَ الْمُسْتَوْشِمَۃَ .

(عن ابن عمرؓ۔ صحیح۔ مسند احمد۔ بخاری ومسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد)

اللہ کی لعنت ہو اس عورت پر جو دوسروں کے بال اپنے (یا دوسرے کے) بال میں لگاتی ہے (تاکہ بال زیادہ نظر آئیں یا حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے) اور اس عورت پر بھی لعنت ہے جو دوسروں کے بال لگواتی ہے اور گودنا گودتی ہے یا گُدواتی ہے۔

اس حدیث میں اس عورت پر لعنت کی گئی ہے جو دوسروں کے بال اپنے بالوں میں لگاتی ہے یا لگواتی ہے تا کہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں اس کے بال لمبے نظر آئے اور اس کے حسن و جمال میں اضافہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پوری کائنات میں سب سے خوبصورت شکل وصورت اور حسن و جمال میں یکتا بنایا بلکہ انسانی حسن و جمال کے نکھار میں جتنی بھی چیزوں کی ضرورت تھی جس سے حسن سنورتا نکھرتا ہے سبھی خالق نے بدرجہ اتم انسان میں رکھی ہیں اور قرآن مجید نے اس پر سورۂ والتین میں قسم کھائی ہے۔اب مزید حاجت نہیں۔ پھر ربّ العزت نے تمام لوگوں کے حسن و جمال میں واضح طور پر نمایاں فرق رکھا ہے اور ایک کے حسن و جمال کو دوسرے سے ممتاز کیا ہے اور اس میں خالق تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

اگر اللہ کے تخلیقی امتیاز و مراتب کو ختم کر دیا جائے تو اسی کا نام تغییرِ خلق اللہ ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ مثلاً اللہ نے جس شخص کے ابرو اور بھوؤں کو ایک مخصوص حسن عطا کیا، اب یہ احمق و کم عقل عورت بھوؤں کو باریک کرتی ہے کہ حسن بڑھے گویا وہ اُن بھوؤں سے خوش نہیں کہ بنانے والے نے خراب بنائے ہیں۔اب وہ جس طرح بنائے گی وہ خوبصورت بھوئیں ہوں گی تو وہ یہ بات اچھی طرح سمجھ لے کہ اس سے حسن بڑھتا نہیں بلکہ خالق کی تخلیقِ حسن میں عیب وخامی نکالنا ہے۔العیاذ باللہ!

خودساختہ حسن کا معیار قائم کرنا تغییر خلق اللہ اور لعنت کا سبب ہے۔ یہ اس کا مستحق ہے کہ اللہ کی رحمت سے اس کو دور کر دیا جائے کہ ربّ العزت نے ناپاک منی کے قطرے سے سمع و بصر، عقل وفہم، دانا بینا، ہوش و گوش، چلنا پھرنا، سننا دیکھنا، زندہ حسن عطا کیا اور یہ بد بخت کبھی اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے بال کو چنواتی اور نچواتی ہے اور کبھی سر کے بالوں میں بال ملاتی ہے اور بعض عجیب، بدعقل عورتوں کا مزاج ہو گیا ہے کہ جن کے سروں پر لمبے بال ہیں کٹوا کر چڑیل اور مردوں کی شکل اختیار کرتی ہیں اور ان میں سے بعض دوسروں کے بال اپنے بال میں لگا کر انھیں لمبا کرتی ہیں۔بس اللہ و رسولؐ کی مخالفت کا مزاج بن گیا ہے۔

استغفر اللہ!

اگر بال ہے تو کٹوا دیتی ہیں اور بال کٹوا کر دوسروں کے بال لگا لیتی ہیں۔ بس مخالفت اور فطرت سے ٹکراؤ کے ذریعے لعنت ان کا مقدر بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے کو لعنت کے وبال سے بچائے۔

دین کے اس شعبے سے لوگوں کو باخبر کرنے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ دینی دعوت دیتے ہیں ہر شخص اپنے اپنے گھروں سے اس لعنتی وعید سے بچنے کی دعوت و کوشش شروع کرے۔ انشاء اللہ اُمت کی ماں بہنیں لعنت سے بچ جائیں گی۔

شفاف، کشاف، وصّاف لباس پہننے والیوں پر لعنت

(۱۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ : "يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ اُمَّتِيْ رِجَالٌ يَرْكَبُوْنَ عَلٰى سُرُجٍ كَاَشْبَاهِ الرِّحَالِ يَنْزِلُوْنَ عَلٰى اَبْوَابِ الْمَسَاجِدِ، نِسَاؤُهُمْ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ عَلٰى رُؤُسِهِنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْعِجَافِ. اِلْعَنُوْهُنَّ فَاِنَّهُنَّ مَلْعُوْنَاتٌ، لَوْ كَانَ وَرَاءَكُمْ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ خَدَمَتْهُنَّ نِسَاؤُكُمْ كَمَا خَدَمَكُمْ نِسَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ.

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم۔ ترغیب، ج:۳، ص:۹۴)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں لوگ سرج یعنی زین اور نرم و گدا والی سیٹ پر سوار ہوں گے جو ہودج کی طرح ہو۔ (آج کے عہد میں اس حدیث کو سمجھنا بہت ہی آسان ہے۔ گاڑیوں کی سیٹ نرم و گداز بھی ہوتی ہے اور ہودج ہی کی طرح چہار جانب سے بند بھی ہوتی ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ لوگوں کی مالی و مادّی حیثیت و عزت بڑھ جائے گی۔ دِکھاوا، نمائش، مال کا مسابقہ اور ظاہری و مادّی فوقیت، فخر و مباہات بہت ہی بڑھ جائے گا۔) اس پر بیٹھ کر مسجدوں کے دروازوں پر اُتریں گے (یعنی نرم و گداز فاخرہ سیٹوں پر بیٹھ کر مسجد کے دروازے تک آئیں گے۔ یہ فراوانی اور نعمت کی ارزانی کی طرف اشارہ

ہے۔اور سواریاں ان کو مسجدوں کے دروازوں تک لے کر آئیں گی اور سواریاں مسجدوں کے دروازے پر پھر ان کا انتظار کریں گی۔الغرض مسجدوں تک آنا جانا بھی سواریوں سے ہوگا۔)

اور ان کی عورتیں لباسِ فاخرہ پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی۔(یعنی ایسا لباس زیب تن کی ہوئی ہوں گی جو شفاف و باریک ہوگا،جسم کی کھال کپڑے پہنے ہوئے حالت میں نظر آئے گی۔کشاف جس سے پورا بازو کھلا ہوگا۔گریبان و سینہ ننگا ہوگا، پنڈلی اور رانیں ننگی ہوں گی۔کپڑا زیب تن ہونے کے باوجود عورت ننگی ہوگی۔وصّاف: اعضاءِ جسم کی ساخت کو بھرپور نمایاں کرے گا۔ایسا تنگ و چست ہو کہ سینہ کو نمایاں کردے۔یہ سب فتنہ قربِ قیامت کے قریب ہوگا۔جیسا کہ اب عام گھروں میں ایسا ہی لباس عام ہو رہا ہے۔نماز و روزہ کے پابند گھرانوں میں بھی یہ فتنہ داخل ہو چکا ہے اور اس طرف توجہ بالکل ہی نہ رہی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ وہ عورتیں اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔ان پر لعنت کی گئی ہے جیسا کہ آرہا ہے۔) اور ان کے سروں پر بختی دبلے پتلے اونٹوں کی کوہان کی طرح بالوں کے گوپھے یا جوڑے یا کھوپے ہوں گے۔ان پر لعنت بھیجو (اللہ کی پھٹکار ہو) وہ جو ایسا کریں وہ سب کی سب ملعونات ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہو وہ ہیں۔اگر تمھارے بعد کوئی اُمت ہوگی اُمتوں میں سے تو تمھاری عورتیں ان کی خدمت کریں گی جیسا کہ پہلی اُمتوں کی عورتیں تمھاری عورتوں کی خدمت کر چکی ہیں۔

تین پیشین گوئیاں ظاہر ہو چکیں

اس حدیث میں خاتم النّبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تین فتنوں کی اطلاع دی ہے جو اس عہد میں ہمارے سامنے ظاہر ہو چکیں اور ختم نبوت کا پیغام اپنی صداقت کا ابدی شہادت مشاہدہ کی دنیا میں حاصل کر رہا ہے۔

(ا) مسجدوں اور عبادت گاہوں تک سواریوں کا استعمال اور نرم و گداز مقاعد اور سیٹوں پر چہار جانب سے محفوظ و مامون بیٹھ کر مسجدوں کے دروازوں تک آنا جانا۔دولت

وثروت اور مالی و مادّی ریل پیل کی بہتات، فخر ومباہات، آرام طلبی، مجاہدہ وقربانی کا فقدان، عبادت واطاعت میں وسائل وسہولت کا غیرضروری استعمال، چند منٹ کے فاصلے پر محلّہ کی مسجد مگر لوگوں کا سواریوں میں اور قیمتی گاڑیوں میں بیٹھ کر آنا عام ہوگیا ہے۔ اگر دور ہوں تو مضائقہ نہیں، گفتگو اور کلام کا رخ بتلا رہا ہے کہ جہاں سواریوں کی حاجت نہیں وہاں بھی سواریاں گاڑیاں استعمال ہورہی ہیں۔

حدیث میں رِجال یا رِحال کا مفہوم

ہم نے ترجمہ میں رحال کا مفہوم لیا ہے کیونکہ سرج، نرم وگداز سیٹ کو رحال سے مناسبت اور رحال کو سرج سے مناسبت ہے۔ مگر بعض محدثین نے ''کاشباہ الرجال'' رحال کی جگہ پڑھا ہے۔ پھر حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب لوگ مسجدوں میں سواریوں میں بیٹھ کر آنے لگیں تو ان میں بس محض مردوں کی شکل و شباہت ہوگی، شجامت وشجاعت، غیرت وحمیت مردوں والی نہ ہوگی۔ ان کی ایمانی کیفیت وقوت ایسی کمزور ہوگی کہ اپنی عورتوں کو تبرج یعنی حسن و جمال کو غیروں کے سامنے پیش کرنے سے نہ روک سکیں گے۔ گھر کی عورتیں اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی پھریں اور مرد تماشائی بنا رہے۔ روک ٹوک کے ذریعے اسلامی اقدار اور مقدس تعلیمات سے باخبر نہ کرے۔ عورتیں بداخلاقی و بے حیائی کی روش اختیار کرتی رہیں اور مردوں میں ایمان، غیرت اور قوت و قدرت نہ ہو کہ عورتوں کو اس بدچلنی سے منع کرسکیں۔ یہ مفہوم حدیث کا جب 'رحال' کی جگہ 'رجال' کا معنی لیں گے تب ہوگا۔

نیز حدیث میں اشارہ اس طرف بھی ملتا ہے کہ یہ حالت نمازی لوگوں کی بیویوں کا ہوگا تو پھر بے نمازی لوگوں کی عورتوں کا کیا حال ہوگا۔ اس لیے مسلم خواتین کو گھر سے باہر زیب وزینت والا لباس یا حجاب یا چمکدار نقاب وعبا پہن کر بالکل ہی نہیں نکلنا چاہیے ورنہ وہ لعنت و پھٹکار کی وعید میں داخل ہوں گی۔

نیز گھر میں آدھا بازو والا کپڑا یا ایسی قمیص جس سے سامنے کا حصہ اتنا کھلا ہو کہ اگر جھک کر کوئی سامان لیں یا کسی کو دیں تو سینہ و چھاتی نہ کھلے۔ لباس ساتر ہو، پہننا ضروری ہے۔ نیز لباس اتنا باریک اور شفاف نہ ہو کہ اندرونی جسم کا گوراپن ظاہر ہو۔ پھر لباس اتنا تنگ چست نہ ہو کہ جسمانی ساحت کپڑے کے اوپر سے نمایاں ہو۔ اللہ تعالیٰ ہماری گھریلو زندگیوں کو اور عورتوں کو دینداری عطا فرمائے۔ آمین

دوسری چیز حدیث میں عورتوں کا لباس و پوشاک کے باوجود ننگاپن ہونا بیان کیا گیا ہے جو اَب ہر ملک میں عام ہو گیا ہے۔ کیا مسلمان اور کیا غیر۔ سروں کا دوپٹہ اُتر گیا، جسم عریاں ہو گیا، لباس ساتر نہ رہا، زیبائش و نمائش کا جذبہ اتنا عام ہو گیا کہ کیا دیندار گھرانہ اور کیا غیر دیندار گھرانہ۔ فرق باقی نہ رہا، الا ماشاء اللہ!

تیسری چیز عورتوں کا بالوں کو جمع کر کے سر کے اوپر بختی دبلے اونٹوں کی طرح جوڑا کرنا، کھوپا یا گوپھا بنانا۔ اب اس کی ایک نئی شکل بھی اس لعنتی عمل میں مددگار بن رہی ہے۔ پلاسٹک کی کلپ (clip) جس میں دندانے بھی ہیں آ گئی ہے جس سے عورتیں اپنے بالوں کو سر پر یکجا کر کے لگا لیتی ہیں اور حدیث کے مفہوم کو سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ ان پر لعنت بھیجو کہ وہ ہیں ہی ملعون۔ انھوں نے جسم کی زیبائش و نمائش اور ننگے لباس کی چال و چلن اختیار کر کے اللہ کی رحمت سے دور اور پھٹکار سے قریب ہو گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ملت و اُمت کی ماں بہو، بیٹیوں کی لعنت سے حفاظت فرمائے، آمین ثم آمین!

آخری بات رسول اللہ ﷺ نے فرمائی کہ اگر کوئی دوسری اُمت اُمتوں میں سے تمھارے بعد ہوتی تو تمھاری عورتیں ان کی خدمت کرتیں یعنی ننگاپن اور عریانیت، جسمانی زیبائش و نمائش کی وجہ سے حق تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے گر کر قابل مواخذہ ہو جائیں پھر اللہ تعالیٰ تمھاری عورتوں کو یہ سزا دیتا کہ تمھاری عورتیں دوسری اُمتوں کی عورتوں کی خدمت ایسا کرتیں جیسا کہ دوسری اُمتیں اپنی بداخلاقی و بے حیائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے گر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں سے سزا کے طور پر تمھاری عورتوں کی خدمت

گزاری کا کام لیا۔ مگر چونکہ اب دوسری کوئی اُمت آنے والی نہیں ہے اس لیے اب یہ سزا ٹل گئی مگر لعنت و پھٹکار جو عریانیت پر ہے وہ باقی رہے گی۔ یہاں سے یہ بات بھی واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ حیا و غیرت ایسا زیور ہے جو کسی قوم کو قیادت و سیادت کے مقام پر پہنچا دیتی ہے اور بے حیائی اور بے غیرتی ایسا لعنتی کردار ہے کہ قوم کی ماؤں اور بہنوں کو گھر سے بے گھر کر کے خادمات و خدامہ بنا دیتی ہے۔ اللہ اکبر کبیراً!

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو سراپا رحمت ہی رحمت ہیں، باخبر فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی دوسری اُمت آنے والی ہوتی تو اس اُمت کی عورتوں کو عریانیت و بے پردگی کی سزا میں ان کو دوسری قوموں کی خادمات بنا دی جاتیں۔ جب جسم کو ننگا کیا تو سزا میں ان کو گھروں سے دوسروں کے گھروں میں رُسوا کیا جاتا مگر ایسا ہونے سے بھی ختمِ نبوت ﷺ کے صدقے ان کو اس ذلت سے بچا لیا گیا۔ وصلی اللہ علی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم!

عورت زینت والا لباس گھر میں پہنے

عورت بذاتِ خود زینت و کشش رکھتی ہے اور یہ نعمت موہوبِ الٰہی ہے تا کہ اپنے خاوند کے لیے باعثِ اُلفت و محبت اور سکون و طمانیت کا مکمل نمونہ ہو اور دوسروں کے حق میں فتنہ و فساد کا سبب نہ ہو، وہ جس کی ہے اس کی آنکھ کا سرمہ ہو، غیروں کے ایمان کو اپنی زینت و لباس سے داغدار نہ کرے۔ آج اوّل تو ساتر لباس نہ رہا۔ حجاب و نقاب کا رواج مٹ گیا، ختم ہو گیا۔ جو عورتیں حجاب پہنتی ہیں ان میں ۹۰ رفیصد غیر شرعی حجاب و نقاب پہنتی ہیں۔ جسم سے چپکا ہوا، چہرہ کھلا ہوا۔ پھر برقعہ و حجاب زرق و برق، ستارہ لگا ہوا، چمکدار کام کیا ہوا۔ ایسی مینہ کاری کیا ہوا برقعہ خواتین پہنتی ہیں کہ ہر شخص کی نگاہ اسی جانب متوجہ رہتی ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے ایسا لباس یا دیدہ زیب نقاب و حجاب جو فتنے کا سبب ہو اس حدیث کی وعید میں داخل ہو گا۔ پھر مسجد جو تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے اور جہاں انسان کو عبادت و اطاعت کے ذریعے تواضع و انکساری اور اَنا کو فنا کرنے کی ترغیب و ترہیب کے ذریعے تلقین کے مراحل سے گزار کر صفتِ احسان کی وجدانی و شعوری ایمانی کیفیت کی حلاوت کی

دعوت دی جاتی ہے اور جہاں آخرت کا دھیان جمایا جاتا ہے یہاں بھی اگر غفلت اور فکرِ آخرت کا تصور نہ رہے تو آخر ایمان و ایقان اور اعمالِ صالحہ اور حسنات و خیرات کی طرف میلان کہاں قائم کیا جائے گا۔ خاتم النّبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے خوبصورت اور بلیغ انداز میں اُمت و ملت کی ماؤں بہنوں کو اولیاءِ امور اور گھر کے ذمہ داروں کے ذریعے آگاہ کیا اور پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں زینت و تکبر کے ساتھ جب عبادت خانوں میں جانے لگیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار نازل ہوئی۔ اللہ اکبر! عبادت خانہ اور مساجد میں جب زینت اختیار کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا تو پھر بازار اور عام گزرگاہوں کا حکم خوب واضح ہے۔ آج کل شادی بیاہ کے مواقع پر تو شریف گھرانوں کی بھی عورتیں جو نماز و روزہ کی پابند اور حجاب والیاں بھی بے حجابی کے ساتھ شادی ہال میں جہاں مرد و عورت کا اختلاط عام ہوتا ہے اور تصویر کشی ہوتی ہے بے تکلف شرکت کرتی ہیں اور استغفر اللہ! گناہ کا خیال بھی نہیں ہوتا ہے۔ ہماری ماؤ، بہنو، بیٹیو! حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی تم حیا و غیرت، عفت و عصمت میں امین ہو جنھوں نے جنازہ بھی رات کی تاریکی میں نکالنے کی وصیت کی تھی اور نعش پر خاردار جھاڑی ڈال کر چادر سے چھپانے کی وصیت کی تھی تاکہ کسی غیر محرم مرد کی نگاہ نہ پڑے کہ فاطمہؓ کا قد لامبا تھا یا چھوٹا اور لاغر تھیں یا جسیم۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں میں دینِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو زندہ فرمائے۔ آمین۔

بالوں کا گچھا یا چوٹی کا گچھا لگانا لعنت کا سبب ہے

(۱۴) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا **اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ خَرَجَ بِقَصَّةٍ، فَقَالَ : اِنَّ نِسَاءَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کُنَّ یَجْعَلْنَ هٰذَا فِیْ رُؤُسِهِنَّ فَلُعِنَّ وَ حُرِّمَ عَلَیْهِنَّ الْمَسَاجِدُ.** (رواہ الطبرانی فی الکبیر و الاوسط، ترغیب ج:۳،ص:۱۲۲)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بالوں کا گچھا لے کر نکلے اور فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اپنے سروں پر دوسروں کے بالوں کے گچھے سے چوٹیاں

کرتی تھیں تو ان پر لعنت کی گئی اور ان پر مسجدوں میں جانا ممنوع قرار دے دیا گیا۔
(طبرانی، ترغیب، ج:۳، ص:۱۲۲)

ماقبل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ عورتوں کے لیے دوسری عورتوں کا بال لگانا لعنت کی وعید میں داخل ہے اور بخاری و مسلم میں ہے:

اِنَّهُ قَدْ لُعِنَ الْمَوْصُوْلَاتُ.

یعنی جو بالوں میں دوسروں کے بال لگائے اس پر لعنت ہے۔

اب تو یہ مرض مردوں میں بھی آ گیا ہے کہ دوسروں کے بال حسن و جمال کے لیے لگاتے ہیں۔

ایک حدیث میں اس عمل کو 'زور' اور جھوٹ کہا گیا ہے۔

بخاری و مسلم میں ایک روایت ہے:

اَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ : اِنَّكُمْ قَدْ اَحْدَثْتُمْ زِيَّ سُوْءٍ وَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰى عَنِ الزُّوْرِ. قَالَ قَتَادَةُ : يَعْنِي مَا يُكَثِّرُ بِهِ النِّسَاءُ اَشْعَارَهُنَّ مِنَ الْخِرَقِ. قَالَ : وَ جَاءَ رَجُلٌ بِعَصًا عَلٰى رَأْسِهَا خِرْقَه فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : اَلَا هٰذَا الزُّوْرُ. (بخاری و مسلم. ترغیب)

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ایک روز فرمایا کہ تم لوگوں نے ایک بہت ہی بری حالت و کیفیت کی ابتدا کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے 'زور' یعنی غش و خداع، دھوکہ و فریب دے کر زینت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

قتادہ نے فرمایا کہ زور یہ ہے کہ عورتیں اپنے بالوں میں اضافہ کرنے کے لیے دوسری اشیاء شامل کرلیں .... اور فرمایا کہ ایک شخص ہاتھ میں لاٹھی لیے ہوئے آیا اور اس کے سر پر ایک 'خرقہ' تھا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ کیا یہ 'زور' یعنی دھوکہ و فریب نہیں ہے۔

خِـرْقَه : پرانے پھٹے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا۔ یعنی آدمی اپنی اصلی حالت میں ہو نہ کہ

ایسی اختیار کرے کہ اصلیت چھپ جائے اور حقیقت کے خلاف سامنے والے کو نظر آئے۔ اسلام میں یہ پسندیدہ نہیں ہے۔حدیث میں آگاہ کیا جارہا ہے کہ یہ عمل دھوکہ وفریب ہے۔

بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے:

مَا کُنتُ أَرٰی أَنَّ اَحَدًا یَفعَلُهُ اِلَّا الیَهُودُ.

یہ عمل یہود کے سوا کہیں نہیں دیکھا گیا۔

لہٰذا مسلمان خواتین کو اس یہودی عمل سے بچنا چاہیے اور دین اسلام کی تعلیمات اور رحمتِ عالم ﷺ کی سنت و شریعت کی پابندی کرنا چاہیے۔

عورتوں کا لہرے دار لباس پہن کر تکبر سے اِترا کر چلنا لعنت کا سبب

(۱۵) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا قَالَتْ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ اِذْ دَخَلَتْ اِمْرَأَةٌ مِنْ مُزَيْنَةَ تَرْفُلُ فِيْ زِيْنَةٍ لَّهَا فِي الْمَسْجِدِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يٰاَيُّهَا النَّاسُ! اُنْهُوْا نِسَاءَ كُمْ عَنْ لُبْسِ الزِّيْنَةِ وَ التَّبَخْتُرِ فِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يُلْعَنُوْا حَتّٰى لَبِسَ نِسَاؤُهُمُ الزِّيْنَةَ وَ تَبَخْتَرُوْا فِي الْمَسَاجِدِ. (رواہ ابن ماجه، ترغیب، ج:۳، ص:۳۸ و ج:۳، ص:۸۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک خاتون دامن گھسیٹتے ہوئے اِترا کر متکبرانہ چال سے ناز و انداز میں مسجد میں داخل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو بھڑکدار اور لہرے دار لباس مسجد میں پہننے سے اور تکبر و غرور میں اِترا کر چلنے سے منع کرو۔ اس لیے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں پر لعنت نہیں کی گئی مگر جب انھوں نے زینت والا بھڑکدار لباس پہن کر مسجدوں میں تکبر و غرور کے ساتھ اِترا کر چلنے لگیں تو ان پر لعنت کی گئی۔

(ترغیب، ج:۳،ص:۳۸وج:۳،ص:۸۵)

عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا لعنت کا سبب ہے

(۱۶) وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا اِلَّا بِاِذْنِهِ. فَاِنْ فَعَلَتْ لَعَنَتْهَا مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ حَتّٰى تَرْجِعَ. قَالَتْ لَا جَرَمَ، وَ لَا اَتَزَوَّجُ اَبَدًا.

(رواه الطبرانی)

حضرت ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سے روایت ہے قبیلہ خشعم کی ایک عورت رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پاس آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! شوہر کا بیوی پر کیا حق ہے؟ اس سے آگاہ کردیں کہ میں بن بیاہی خاتون ہوں تاکہ اگر حق کی ادائیگی کی قدرت ہوگی تو شادی کروں گی ورنہ یوہی گھر میں سمٹ کر بغیر شادی کے زندگی گزار دوں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شوہر کا بیوی پر یہ حق ہے کہ اگر عورت اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھی ہو اور اس کا مرد محبت کا سوال کرے تو عورت کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور شوہر کا بیوی پر ایک حق یہ بھی ہے کہ عورت بغیر مرد کی اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے۔ اگر روزہ بغیر اجازت کے رکھ لے گی تو وہ محض بھوکی پیاسی (ثواب نہیں ملے گا) اس سے قبول نہیں کیا جائے گا......اور عورت گھر سے نہ نکلے مگر اپنے محرم کی اجازت سے۔ اور اگر بغیر اجازت کے نکل گئی تو اس پر آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور رحمت کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور عذاب کے فرشتے لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ کر آجائے۔ (یہ جواب سن کر خاتون نے کہا) اب یقیناً میں کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔ (طبرانی۔ ترغیب، ج:۳، ص:۵۸)

وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا وَ زَوْجُهَا كَارِهٌ لَعَنَهَا كُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَ كُلُّ شَيْءٍ مَرَّتْ عَلَيْهِ غَيْرُ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ حَتّٰى تَرْجِعَ. (رواه الطبرانی فی الاوسط و رواته ثقات. ترغیب، ج:۳، ص:۵۹)

حضرت ابن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرما

رہے تھے کہ جب عورت گھر سے نکلتی ہے اور اس کا شوہر اس کو پسند نہیں کرتا (کہ وہ گھر سے نکلے) تو اس پر آسمان کا ہر فرشتہ، اور مخلوقات کی تمام اشیاء انسان و جنات کے علاوہ لعنت کرتی ہیں۔ (طبرانی۔ترغیب، ج:۳،ص:۵۹)

عورت کا ترجمہ ہے ہی پردہ میں رہنے والی۔ انسان اپنے جسم کے ستر عورت یعنی چھپانے والی جگہ کو چھپاتا ہے۔عورت مکمل ہی چھپانے کی اور چھپنے کی چیز ہے۔ جتنی چھپے گی اور چھپائی جائے گی اللہ و رسول کی مقرب بنے گی، رحمت و جنت کی مستحق بنے گی، مغفرت اور آغوشِ رحمتِ الٰہی میں جگہ پائے گی۔ اگر عورت شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلے گی تو اس پر آسمان کے ہر فرشتے اور رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اور ذرّہ ذرّہ جہاں سے وہ گزرتی ہے اس کے لیے رحمتِ الٰہی سے دوری کی بددعا کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے گھر واپس آجائے۔ قرآن مجید میں بھی عورتوں کو گھر میں چمٹ کر رہنے کی ہدایت دی گئی ہے، ضرورت و حاجت کے وقت محرم اور شوہر کی اجازت سے نکلے۔ اس میں عورت کی عفت و عصمت، طہارت و تقدس کا اسلامی تحفہ پوشیدہ ہے۔

زنخوں اور ہجڑوں کی چال ڈھال اختیار کرنے والوں پر لعنت

(۱۷) لَعَنَ اللّٰهُ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ الْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ.

(عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ صحیح۔ بخاری فی الادب)

اللہ کی لعنت ہو اس مرد پر جو ہجڑا پن اختیار کرتا ہے (یعنی پیدائشی ہجڑا اور زنخوں میں نہیں ہے مگر ہجڑا چال ڈھال میں بنتا ہے۔ نرم آواز سے باتیں کرنا، بدن کو ڈھیلا کر کے بل دینا، لچکنا، مٹکنا، ہجڑوں کی طرح حرکتیں کرنا، اس پر حدیث میں لعنت کی گئی ہے۔)

اور اللہ کی لعنت ہو اس عورت پر جو مرد کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔

اسلام میں مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جو قدرتی اور پیدائشی ہجڑے ہیں تو ان پر لعنت نہیں کی گئی بلکہ وہ بھی ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرامینِ مبارکہ ان کے سلسلے میں

بیان ہوئے ہیں۔ ان کو اس کی پابندی کرنا چاہیے۔ ان کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر عورت کی صفت نمایاں ہے تو عورت کے حکم میں عورت کے احکام ان پر لاگو ہوں گے اور مرد کی صفت نمایاں ہے تو مرد کے احکام کے وہ پابند ہوں گے۔ اسی طرح ان کو بھی اپنے قدرتی صنف کے حدود میں رہنا ہوگا۔ معاشرہ میں خواہ مخواہ کی بری عادتوں سے بچنا ہوگا۔ لوگوں کو بھی چاہیے کہ اپنی عزت و شرافت کا خیال رکھ کر ان سے زیادہ خلط ملط نہ رکھیں۔ ہمارے معاشرے کی یہ خرابی ہے کہ ہجڑوں کو نہ معلوم کن کن غلط کاریوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ استغفر اللہ!

مرد کی خواہشِ جماع کو ٹال مٹول کرنے والی پر لعنت

(۱۸) لَعَنَ اللّٰهُ الْمُسَوِّفَاتِ الَّتِيْ يَدْعُوْهَا زَوْجُهَا اِلٰى فِرَاشِهِ فَتَقُوْلُ : سَوْفَ. حَتّٰى تَغْلِبَهُ عَيْنَاهُ. (رواہ طبرانی۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، صحیح طبرانی)

اللہ نے لعنت کی ہے ٹال مٹول، اب تب کہہ کر ٹالنے والی عورت پر۔ وہ عورت کہ شوہر اس کو بلائے اپنے بستر پر (تاکہ صحبت و جماع کرے) پس وہ عورت ابھی تھوڑی دیر رکو کہہ کر ٹال دیتی ہے یہاں تک کہ شوہر کی آنکھ لگ جاتی ہے یا نیند غالب آجاتی ہے۔

اس حدیث میں اس عورت پر وعید آئی ہے جس کا شوہر رات یا دن میں جب اس کی طبیعت میں اُمنگ اور جماع کی خواہش ہو، اپنی منکوحہ کو طلب کرتا ہے، اپنی خلوت گاہ میں قربت وصحبت کے لیے اور بیوی محض ٹالنے کی غرض سے تھوڑی دیر رُکو، اب تب کہہ کر ٹال مٹول کرتی ہے۔ یہاں تک کہ مرد سو جاتا ہے اور نیند آجاتی ہے۔ حدیث میں ایسی خاتون کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ ایسا نہ کریں اور شوہر کی اُمنگوں کا خیال رکھیں۔

حدیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر شوہر بیوی کو جماع کے لیے طلب کرے اور تندور میں یا توے پر روٹی ہو پھر بھی عورت انکار نہ کرے اور مرد کی خواہش پوری کرے۔

مرد کی خواہش کو جھوٹ بول کر ٹالنے والی پر لعنت

(۱۹) لَعَنَ اللّٰہُ الْمُفَسِّلَةَ الَّتِیْ اَرَادَ زَوْجُھَا اَنْ یَّاْتِیَھَا قَالَتْ : اَنَا حَائِضٌ. (عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ. ابو یعلی)

اللہ کی لعنت ہے مفسّلہ (شہوت کی اُمنگ کو بالکل ہی ختم کرنے والی) پر۔ وہ عورت کہ جس کو اس کا شوہر صحبت کے لیے طلب کرے اور وہ (جھوٹ بول دے کہ) میں حالتِ حیض میں ہوں۔

یعنی مرد حالتِ نشاط و اُمنگ میں ہو اور اپنی بیوی کو صحبت کے لیے طلب کرے اور عورت جھوٹ بول کر کہہ دے کہ میں حالتِ حیض میں ہوں۔ چونکہ یہ سنتے ہی مرد سست پڑ جاتا ہے اور اس کی چستی ختم ہو جاتی ہے کہ حالتِ حیض میں صحبت شریعت میں ممنوع ہے۔ ایسا کرنے والی عورت پر لعنت کی وعید اس لیے آئی ہے کہ مرد کو ٹالنے کے لیے شریعت میں حرام کردہ معاملے کا عذر پیش کر کے جان بچانا چاہتی ہے۔

ابویعلی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ "فَتَفَسَّلَ الرَّجُلُ عَنْھَا وَ تَغَیَّرَ نِشَاطُہُ" کہ مرد سست پڑ جاتا ہے اور اس کا نشاط ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی جب یہ سنتا ہے کہ حیض کی حالت ہے تو وفور کی کیفیت یکسر بدل جاتی ہے اور طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ بیوی کے لیے ایسا کرنا درست نہیں۔ اسے وعید کی مستحق بننے سے بچنا چاہیے۔ نیز مرد کے اس حق کا بھی ضرور احساس رکھنا چاہیے کہ بیوی کو مونسِ حقیقی کا ہر لمحہ ثبوت دینا سعادت و صداقت کی دلیل ہے۔

ماتم کرنے والی اور سننے والی پر لعنت

(۲۰) لَعَنَ اللّٰہُ النَّائِحَةَ وَ الْمُسْتَمِعَةَ. (عن ابی سعید۔ صحیح۔ مسند احمد و ابوداؤد)

اللہ کی لعنت ہے نوحہ (واویلا اور ماتم) کرنے والی پر اور نوحہ خانی کی مجلس سننے والیوں پر۔

اسلام میں خوشی ومسرت کے موقع پر اللہ کی حمد وثنا اور غم کے موقع پر صبر وتحمل کی ہدایت دی گئی ہے اور یہ دونوں حمد وصبر عبادت واطاعت ہے۔ واویلا مچانا، ماتم و بیان کرنا، بے صبری کا مظاہرہ کرنا اسلام میں معیوب و ناپسند ہے۔غم اور پریشانی کے وقت دل کا بھرآنا اور آنسو کا نکل آنا معیوب نہیں۔ مذمت کا تعلق ماتم سے ہے جس میں بین کر کر کے جان بوجھ کر رونا اور رُلانا داخل ہے۔ اور اس ماتمی مجلس میں ماتم سننے جو عورتیں اور لوگ جمع ہوں لعنت ان پر بھی ہوگی کہ اسلام نے جس چیز کو منع کیا اس کی اس شخص کے عمل سے ہمت افزائی ہوتی ہے جو ایک غیر شرعی عمل ہے۔ غلط غلط ہے، اس کی ہمت افزائی بھی غلط ہی ہے۔ مسلمانوں کو ماتمی جلسوں وجلوسوں سے بہت احتراز کرنا چاہیے اور خواہ مخواہ کے لیے ایسی مجلسوں میں شرکت، ہمت افزائی اور مجلس کی رونق نہیں بننا چاہیے۔ ایسے لوگوں پر بھی لعنت کی وعید آئی ہے۔

چور پر لعنت

(۲۱) لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَ يَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ. (صحیح عن ابی ہریرہ۔ مسند احمد۔ بخاری ومسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ سارق (چور) پر لعنت بھیجتا ہے جو انڈے کی چوری کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور رسّی چوری کر لیتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔

یعنی جو انڈے اور رسّی جیسی حقیر چیز کی چوری تک سے گریز نہیں کرتا، جس کی پاداش میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ۔ معارف القرآن، ج:۲، ص:۴۳۴)

بچھو پر لعنت

(۲۲) لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ الْمُصَلِّيَ وَ غَيْرَ الْمُصَلِّيْ اُقْتُلُوْهَا فِيْ الْحِلِّ وَ الْحَرَمِ. (عن عائشة رضي الله عنها . ابن ماجه)

اللہ کی لعنت ہے بچھو پر جو نمازی غیر نمازی کو (ڈسنے سے) باز نہیں آتا۔ اس کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دو (کہ وہ اذیت دینے والا ہے۔ نمازی اگر قتل کرے تو نماز باطل نہیں

ہوتی۔)

لَعَنَ اللّٰہُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ نَبِیًّا وَ لَا غَیْرَہٗ اِلَّا لَدَغَتْھُمْ.

(عن علی رضی اللہ عنہ۔بیہقی فی شعب الایمان)

اللہ کی لعنت ہے بچھو پر (ڈسنے سے) نہ نبی کو چھوڑتا ہے نہ غیر نبی کو۔

رسول اللہ ﷺ کو بچھو نے نماز میں ڈس لیا تو آپ ﷺ نے پانی اور نمک ملا کر جہاں ڈسا تھا لگایا اور سورۂ کافرون اور سورۂ نصر اور معوذتین پڑھ کر دم کیا۔

بعض جگہ اس کا علاج نمک کا پانی ڈسی ہوئی جگہ پر رکھنا اور اس پر سورۂ اخلاص اور معوّذتین پڑھ کر دم کرنا نیز نمک کا پانی زہر کی جگہ بہانا چاہیے۔ جہاں تک سورۂ اخلاص کا تعلق ہے تو اس میں کمال توحید علمی و اعتقادی کا اظہار ہے اور معوذتین میں استعاذہ ہے تمام مکروہات سے اور نمک نافع ہے زہر سے، نیز نمک میں زہر کو جذب کرنے کی اللہ نے صلاحیت رکھی ہے اور پانی میں قوتِ ناریہ جو زہر سے ہوتی ہے اس کو دفع کرنے کی صلاحیت اللہ نے رکھی ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قوتِ ناریہ کو پانی سے اور سم و زہر کو نمک سے اور معوذتین سے مکروہات کو دفع کیا۔اخلاص سے قوتِ توحید کو غالب رکھا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

غیر مفید خطاب کرنے والے پر لعنت

(۲۳) لَعَنَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یُشَقِّقُوْنَ الْخُطَبَ تَشْقِیْقَ الشِّعْرِ.

(عن معاویہ۔مسند احمد)

اللہ کی لعنت ہے ان خطیبوں پر جو زبان کی چاشنی کے لیے کلام میں فصاحت و بلاغت اور مقفّیٰ و مسجع خطاب وعظ اختیار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں ان واعظین کی طرف لعنت کا رخ ہے جو اصل مقصد سے ہٹ کر محض عوام اور مخاطب پر اپنا رعب اور لسانی تفوق جتلانے کی غرض سے کلام میں بہ تکلف حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دائیں بائیں کی داد و تحسین چاہتے ہیں۔

وعظ و نصیحت کا مقصد انابت الی اللہ اور فکر آخرت پیدا کرنا ہوتا ہے۔ آخرت کی تذکیر وترغیب ہونی چاہیے نہ کہ محض خوبصورت کلام۔ اللہ تعالیٰ ہماری بدنیتی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اگر کوئی شخص ہے ہی فصیح و بلیغ اور بغیر تکلف کے انابت و اخلاص کے ساتھ ایسا کلام کرتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ لعنت اس پر کی گئی ہے جو محض داد و تحسین کا خواہاں ہے اور کلام برائے اصلاحِ حال نہیں بلکہ کلام برائے نفس ہے۔

نیت کی درستگی کے ساتھ اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت محمود ہی نہیں بلکہ مقبول ہے اور نیت کے فساد سے جان بھی دے دی تو مردود ومطرود ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ نِیَّاتِنَا

حلالہ کرنے والے پر لعنت

(۲۴) لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهُ.

(رواہ ابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ عن علی وعن ابن مسعودؓ۔ صحیح۔ مسند احمد)

اللہ کی لعنت ہے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے اس پر۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَهُ.

(ترمذی۔ کتاب النکاح، رقم: ۱۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے اس پر لعنت فرمائی ہے۔

۱) کوئی شخص مطلقہ مغلّظہ کو یا اس کے شوہر کو یا دونوں کو پریشان دیکھ کر ذہن میں پلان بنائے جس سے نہ پہلا شوہر واقف ہو نہ عورت اور وہ اس عورت سے نکاح کرے اور صحبت ووطی کرنے کے بعد طلاق دے دے تاکہ وہ عدت کے بعد پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ یہ صورت نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت ہی اچھی اور مستحسن شکل ہے۔

۲) کسی مرد نے خالی الذہن ہو کر مطلقہ ثلاثہ سے نکاح کیا۔ پھر اتفاق سے زوجین میں موافقت نہ ہوئی اور مرد نے صحبت کے بعد طلاق دے دی یا اس کا انتقال ہو گیا

تو عورت عدت کے بعد پہلے شوہر کے لیے حلال ہے اور اس صورت میں بھی کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس صورت میں تحلیل کا کوئی تصور ہی نہیں تھا کہ دوسرے شوہر نے ہمیشہ کے لیے نکاح کیا تھا۔

۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مطلقہ کی کسی مرد سے شادی کر دی گئی اور مرد نے صحبت کر کے طلاق دے دی تا کہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے۔ پھر پہلے شوہر سے نکاح ہو جائے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ تحلیل کی شرط کے ساتھ ایجاب و قبول کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ یہ عورت تحلیل کے لیے تمھارے نکاح میں دی جاتی ہے یا یہ عورت تمھارے نکاح میں اس شرط کے ساتھ دی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ صحبت کر کے تم اس کو طلاق دے دو۔ مرد نے قبول کیا۔ اس صورت میں اختلاف ہے۔ امام اعظم رَحِمَهُ اللّٰهُ کے نزدیک نکاح درست ہو گیا اور ہمیشہ کیلئے ہو گیا اور شرط باطل ہے۔ جی چاہے تو طلاق دے اور نہ چاہے تو نہ دے۔ پھر اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دے دی تو عورت پہلے شوہر کیلئے حلال ہو گئی۔

لعنت کا مطلب

حدیث میں جو لعنت کی وعید آئی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اُجرت لے کر حلالہ کرتا ہے یا اس کا پیشہ ہی یہ ہو کہ لوگوں کے لیے حلالہ کرتا پھرتا ہو۔ یا وہ آدمی جو شریعت سے کھیلتا ہے یا بار بار بیوی کو تین طلاق دے کر بار بار حلالہ کراتا ہے اور پھر نکاح کرتا ہے۔ بعض لوگوں نے تیسری اور چوتھی صورت والے پر بھی وعید کا حکم لگایا ہے۔

کفن چور پر لعنت

(۲۵) لَعَنَ اللّٰهُ الْمُخْتَفِي وَ الْمُخْتَفِيَةَ.

(عن عائشة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا. بيهقى فى السنن)

اللہ نے لعنت کی ہے کفن چور مرد پر اور کفن چور عورت پر۔

یعنی مختفی اس لیے کہتے ہیں کہ پوشیدہ اور چھپ کر کفن چراتا ہے اور چھپے ہوئے مردہ کے جسم کو برہنہ کرتا ہے۔ عرب میں یہ بات بہت مشہور ہے۔ مَنِ اخْتَفٰی مَیِّتًا فَکَاَنَّمَا قَتَلَہٗ، جس نے میّت کا کفن چرایا گویا اس نے میّت کو قتل کر دیا۔

اور لعنت کا سبب بھی معلوم ہوا کہ کیسا بدطینت ہے جو مردہ پر بھی رحم نہیں کھا رہا ہے اور اس کے جسم کو ننگا کر کے چند کوڑی کے لیے یہ سنگین جرم کر رہا ہے۔

قبروں کو سجدہ کرنے والی اور چراغ جلانے والی پر لعنت

(۲۶) لَعَنَ اللّٰہُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَ السُّرُجَ. (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ. صحیح. ترمذی. ابو داؤد. نسائی. رواہ ابو داؤد و الترمذی و النسائی. ترجمان : ج: ۲ ، ص: ۳۶۱)

اللہ کی لعنت ہے قبروں پر جانے والی عورتوں پر اور اللہ نے لعنت کی ہے قبروں پر سجدہ کرنے والیوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والیوں پر۔

یعنی وہ عورتیں جو جا کر قبروں کو سجدہ کرتی اور چراغ جلاتی ہیں۔

اس حدیث میں تین لوگوں پر لعنت کی وعید سنائی جا رہی ہے:

۱) عورت کا قبروں پر جانا۔ فتاویٰ محمودیہ، ج:۱،ص:۱۹۲ پر ہے کہ عورتوں میں تحمل کم ہوتا ہے۔ قبروں کو دیکھ کر بسا اوقات بے صبری کی حالت میں رونا چلانا، کپڑے پھاڑنا، منہ پیٹنا، وغیرہ حرکات شروع کر دیتی ہیں۔ نیز مطلقاً عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ ہے اور اس میں مفاسدِ کثیرہ ہیں۔ اس لیے ممنوع ہے۔

ترمذی میں حدیث ہے:

''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَعَنَ زُوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ. (جامع الترمذی. ابواب الجنائز)

مفتی سعید صاحب مدظلہ العالی ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں:

’’زُوّارات سے مبالغہ مراد ہے یا وہ بمعنی زائرات ہے۔ اگر مبالغہ مراد ہے تو حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عورتوں کیلئے بکثرت قبرستان جانا ممنوع ہے۔ گاہے بگاہے جاسکتی ہیں اور اگر بمعنی زائرات ہے تو مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبرستان جانا مطلقاً ممنوع ہے۔‘‘

زُوّارات سے مبالغہ مراد ہے یعنی بکثرت قبرستان آنا جانا ممنوع ہے۔ کبھی کبھار کوئی عورت قبرستان جائے تو ممنوع نہیں اور بکثرت قبرستان جانے سے منع کی علت: عورتیں قبرستان جاکر روئیں گی دھوئیں گی اس وجہ سے ممانعت ہے اور عورتوں کیلئے بزرگوں کی قبروں پر جانے کی ممانعت کی علت فسادِ اعتقاد ہے۔ وہ وہاں جائیں گی تو مرادیں مانگیں گی اور کردنی ناکردنی کریں گی۔ اور رشتہ داروں کی قبروں پر جانے کی ممانعت کی وجہ جزع وفزع ہے۔ وہ وہاں بے صبری کا مظاہرہ کریں گی، اس لیے ان کا بکثرت قبور پر جانا ممنوع ہے۔ البتہ کبھی کبھار رشتہ دار کی قبر پر چلی جائے تو گنجائش ہوگی۔ (تحفہ۔ ج:۳،ص:۴۶۸)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا فتویٰ ہے کہ عورت قبر پر نہ جائیں کہ حدیث میں لعنت وارد ہے۔ (فیوضِ قاسمیہ۔ مکتوبِ اوّل)

اور حدیث میں جو قبور پر مسجد بنانے والے پر لعنت آئی ہے اس سے مراد خود قبور کو سجدہ گاہ بنا دینا ہے جو باتفاق شرک وحرام ہے۔ (معارف القرآن، ج:۵،ص:۵۷۶)

مسلم میں روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قبروں پر نہ بیٹھو اور ان کی طرف (رُخ کرکے) نماز نہ پڑھو۔ (رواہ مسلم۔ تفسیر مظہری۔ گلدستہ، ج:۴،ص:۲۶۸)

قبر پر چراغ جلانا

لعنت کی وعید ان لوگوں پر بھی آئی ہے جو قبروں پر چراغ جلاتے اور شمع روشن کرتے ہیں۔ بلا فائدہ مال ضائع کرتے ہیں۔ پھر قبر پر آگ جلانا میّت سے آگ کو قریب کرنا فالِ بد اور بدشگونی ہے کہ انسان پوری زندگی آگ سے پناہ چاہتا ہے اور مرنے کے بعد مردہ اور میّت کے ساتھ اس کے چاہنے والے آگ کردیتے ہیں۔ استغفر اللہ!

جبکہ ابوداؤد میں ممانعت اور نہی کی حدیث موجود ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا کہ میّت کے قریب بخور اور وہ خوشبو جو آگ پر جلائی جاتی ہے قریب نہ کی جائے جیسے اگر بتی وغیرہ۔
(فیض القدیر۔ ج:۵، ص:۳۴۹)

صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینے والے پر لعنت

(۲۷) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ. (عن ابن عمر۔ تصحیح۔ طبرانی فی الکبیر)

اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے میرے اصحاب کو برا کہا۔

یعنی اصحابِ رسول اللہ ﷺ جنھوں نے دینِ اسلام کی نصرت و مدد کی۔ اسلام کو جان و مال کی قربانی دے کر پھیلایا ان کو برا کہنا، ان کو بدکلامی کا نشانہ بنانا، ان پر غلط اور بے بنیاد تہمت لگانا اکبر الکبائر ہے، بہت سنگین گناہ ہے اور افجر الفجور ہے اور خاص کر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والے کو تو قتل کر دینے کا حکم ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینا ان کی طرف بددیانتی اور خیانت کا الزام لگانا یہ دلیل ہے کہ ایسا کرنے والا ملعون، ایمان و ایقان کی کیفیت سے محروم ہے۔

جن کی تعریف اللہ نے قرآن مجید میں کی اور جن پر صاحبِ وحی حضرت محمد ﷺ نے اعتماد کیا، جو ناقلِ شریعت ہیں، محافظِ شریعت ہیں، جن پر اُن کے زمانے میں ان کے عہد کے متقین و صالحین، اخیار و ابرار نے اعتماد ہی نہیں بلکہ اپنا امام و مقتداء بنایا۔ ہم کون ہوتے ہیں جو ان پر زبان کھولیں؟ ہاں! زبان وہی کھولے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار کا شوق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ان کے لیے کہا۔ ﴿كُلاًّ وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ کا پیغامِ مسرت سنایا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دل کا صاف و شفاف رہنا سعادت کی دلیل ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِیْ شَيْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَ اَنَا سَلِيْمُ

الصَّدْرِ. (رواہ ابوداؤد:۴۸۶۰۔والترمذی:۳۸۹۶،ومسند احمد:۳۷۵۹۔تحفہ:۹۲۷ ۳)

ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کی کوئی (نامناسب) بات مجھ کو نہ پہنچایا کرو کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب تم لوگوں کے سامنے آؤں تو سلیم الصدر (کشادہ دلی کے ساتھ) میرا دل صحابہ کی جانب سے صاف ستھرا ہو۔ (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد)

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت ہی واضح طور پر اُمت کو ہدایت فرمادی کہ ایسی کوئی بات صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کے آپس کی مجھ کو نہ بتلاؤ جو مکروہ و ناپسندیدہ ہو، جس سے قلب میں تشویش پیدا ہو اور جس کے نتیجے میں میری طبیعت صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ سے مکدر ہو جائے کیونکہ تکدر سلامتِ صدر کے منافی ہے۔ جہاں کدورت ہوگی وہاں سلامتی اور صفائی و ستھرائی کی کیفیت نہ ہوگی۔

خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں دونوں جانب کمال ایمان کی روشنی ملتی ہے۔ انسان سے آپس میں کبھی کوئی بات بھی ہو جاتی ہے، مگر اس کو گفتگو کا موضوع نہیں بنانا چاہیے نیز مرشدین کی مجالس کو اس سے پاک وصاف بھی ہونا چاہیے۔

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاجِ نبوت و رحمت یہ تھا کہ اپنے ساتھیوں سے بددل نہ ہونا چاہتے تھے، صاف دل ان کے درمیان رہ کر فیضِ نبوت اور نورِ ہدایت کو عام فرماتے۔ نبوت کا تقاضہ بھی یہی ہے اور رشد و ہدایت کا اصولِ زرّیں بھی یہی تھا کہ جاہلیت دم توڑ گئی اور ہدایت عام ہوگئی۔

جس کے دل میں کدورت و ظلمت ہوگی وہ دوسروں کے دل کو کیسے روشن کرے گا۔ روشنی تو چراغ سے ملتی ہے۔ جس کا چراغ گل ہو وہ دوسرے کا چراغ کب روشن کرے گا۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا بِفَضْلِکَ الْعَظِیْمِ

رسول اللہ ﷺ کی عظمت کی خاطر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کا لحاظ و خیال رکھنا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ

اَصْحَابِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ رَافَقَنِیْ عَلٰی حَوْضِیْ وَ مَنْ لَمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْهِمْ لَمْ یَرِدْ حَوْضِیْ وَ لَمْ یَرَنِیْ اِلَّا مِنْ بَعِیْدٍ. (ابن عساکر۔کنز العمال:۳۲۵۲۶)

ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا میری حفاظت کرنا (یعنی عظمت و عزّت اور آبرو کا خیال رکھنا) میرے اصحاب میں (کہ کوئی عیب جوئی اور بدگوئی و بدزبانی و بدکلامی ان کی شان میں نہ ہو) پس جو میری عظمت کو میرے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ میں ملحوظ رکھے گا وہ میرے ہم راہ میرے حوض پر ہوگا اور جو کوئی میری عظمت کا لحاظ و خیال میرے اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ میں نہیں کرے گا وہ میرے حوضِ کوثر پر نہیں آسکے گا اور مجھے نہیں دیکھ سکے گا مگر دوری سے۔

اس حدیث میں خاتم النّبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ عظمتِ نبوت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ کی خاطر اصحاب النبی اور انصار النبی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ و رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ) کی شان کو ملحوظ رکھو۔ گویا کہ عظمتِ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ عظمتِ نبوت و رسالت ہے۔ کیونکہ دینِ متین اور نورِ نبوت کے نقل کرنے والے اصحابِ رسول ہیں۔ اگر ناقل سے بدگمانی اور بددلی پیدا ہوجائے تو شریعت کی بنیاد بلکہ تمام کے تمام دین کا اعتماد اُٹھ جائے گا۔ جبکہ صحابہؓ ہی دینِ حنیف کے خشتِ اوّل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عظمتِ صحابہؓ کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔

جو صحابہؓ سے محبت کرے گا قیامت میں حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ہمراہ ہوگا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَصْحَابِیْ وَ اَزْوَاجِیْ وَ اَحْبَابِیْ وَ اَهْلَ بَیْتِیْ وَ لَمْ یَطْعَنْ فِیْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ خَرَجَ مِنَ الدُّنْیَا عَلٰی مَحَبَّتِهِمْ کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ. (کنز العمال:۳۲۵۲۵)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جو میرے اصحاب اور میری ازواج (مطہرات) اور میرے احباب اور اہلِ بیت سے محبت کرے گا اور ان میں سے کسی پر طعن وطنز نہ کرے گا (یعنی ان میں سے کسی پر عیب نہ لگائے گا، اعتراض وتنقید نہ کرے گا) اور دنیا سے ان کی محبت سینے میں لے کر جائے گا تو

قیامت کے دن میرا پڑوسی وہم سایہ ہوگا۔ (کنز العمال)

وہ افراد جو اصحاب پیغمبر پر طعن وطنز کو اپنی تحقیق کا موضوع بنائے ہوئے ہیں ان کی محرومی و بدنصیبی کا اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے۔ نیز جنھوں نے صحابہ کرامؓ کی پاکباز و پاک طینت جماعت کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں ان لوگوں کی اس حدیث میں پذیرائی وتعریف اور خوش انجامی کی طرف اشارہ ہے کہ کل قیامت میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ان کو ہم سائیگی اور قرب کا مقام حاصل ہوگا۔ لوگو! اپنے معاد اور آخرت کو برباد نہ کرو۔

صحابہ کرام رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ کوستانا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کوستانا ہے

(د) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَللّٰهُ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَ مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَ مَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ آذَى اللّٰهَ وَ مَنْ آذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ. (ھذا حدیث حسن، ترمذی: ۳۸۹۴)

حضرت عبداللہ بن مغفّل رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میرے اصحاب کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو (تنقید کا) نشانہ مت بناؤ کیونکہ جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا، اور جو اُن کوستاتا ہے وہ یقیناً مجھے ستاتا ہے اور جو مجھے ستاتا ہے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کوستاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کوستاتا ہے قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑ لیں۔ (تحفہ، ج:۸۔ص:۳۸۹۴)

شاتم صحابہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ سے قطع تعلق

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ لِيْ اَصْحَابِيْ فَجَعَلَهُمْ اَصْحَابِيْ وَ اَصْهَارِيْ وَ سَيَجِيْءُ مِنْ بَعْدِيْ قَوْمٌ يَنْتَقِصُوْنَهُمْ وَ يَسُبُّوْنَهُمْ فَاِنْ اَدْرَكْتُمُوْهُمْ فَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ وَ لَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَ لَا

تُشَارِبُوْهُمْ وَ لَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَ لَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ. (کنز العمال : ۳۲۵۲۸)

ابنِ مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا لہٰذا ان کو میرا اصحاب اور سسرال والا بنایا اور میرے بعد ایک قوم آئے گی تو ان کی تنقیص (حرمت کو پامال) کرے گی اور ان کو گالیاں دے گی۔ اگر تم لوگ ان کا زمانہ پاؤ تو ان سے شادی بیاہ نہ کرو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیؤ نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھو اور نہ ہی ان کی میّت پر نماز پڑھو۔ (کنز العمال)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ لِیْ وَ اخْتَارَ لِیْ اَصْحَابًا فَجَعَلَ لِیْ مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَ اَنْصَارًا وَ اَنَّهُ سَیَخْرُجُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَبْغُضُوْنَهُمْ فَلَا تُوَاكِلُوْهُمْ وَ لَا تُشَارِبُوْهُمْ وَ لَا تُجَالِسُوْهُمْ. (کنز: ۳۲۵۲۹)

بلا شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب کو پسند فرمایا لہٰذا انہی میں سے میرے لیے وزراء اور انصار بنائے۔ سنو! عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو میرے اصحاب سے بغض رکھیں گے تو نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیؤ اور نہ ان کے ساتھ اُٹھو بیٹھو۔ (کنز العمال)

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شاتمِ صحابہ سے قطع تعلق کا حکم فرما رہے ہیں کہ ان کے ساتھ کھانا پینا، شادی بیاہ تو کیا ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا بھی درست نہیں۔

الغرض کسی طرح کا تعلق اور رواداری، میل جول اس جماعت اور گروہ سے نہیں رکھنا چاہیے۔ جو اصحابِ رسول اور جن کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی صحبت و معیت کیلئے چنا اور پسند فرمایا ہو، جن کی توصیف وتعریف میں آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا ہو، جن کی جانی و مالی قربانی پر رب السماوات والارض نے حسنِ قبول کی بشارت سنائی ہو اور آخرت میں مغفرت ورحمت اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پیغامِ ابدی کلامِ باری میں نازل کیا ہو ان کی شان میں زبان کھولنا، دل میں کدورت رکھنا بدبختی وشقاوت کی دلیل ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے انفاق فی سبیل اللہ کی قبولیت کا مقام

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّ اَحَدَکُمْ لَمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِھِمْ وَ لَا نَصِیْفَهٗ. (بخاری:۳۶۷۳۔مسلم:۲۵۴۱۔ابوداؤد:۴۶۵۸۔ترمذی:۳۸۶۱)

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برامت کہو (ترمذی میں اضافہ کے ساتھ ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے) اگر یہ بات ہو کہ تم میں سے ایک شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مد (ایک سیر) کو نہیں پہنچے گا اور نہ ہی آدھے مد کو پہنچے گا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والا جہنمی ہے

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَجْمَعُ النَّاسُ غَدًا فِی الْمَوْقَفِ ثُمَّ یَلْتَقِطُ مِنْھُمْ قَذَفَةُ اَصْحَابِیْ وَ مُبْغِضُوْھُمْ فَیُحْشَرُوْنَ اِلَی النَّارِ. (کنز العمال : ۳۲۵۴۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو محشر میں جمع کیا جائے گا، پھر ان لوگوں کو مجمع سے علیحدہ کردیا جائے گا جو میرے اصحاب پر تہمت لگاتے تھے اور جو اُن سے بغض و عداوت رکھتے تھے، پس ان کو جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا۔

محاسنِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَذْکُرُوْا مَسَاوِیْ اَصْحَابِیْ فَتَخْتَلِفُ قُلُوْبُکُمْ عَلَیْھِمْ وَ اذْکُرُوْا مَحَاسِنَ اَصْحَابِیْ حَتّٰی تَأْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ عَلَیْھِمْ. (فردوس : ۷۳۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے اصحاب کی برائی کا تذکرہ نہ کرو کہ اس سے تمھارے قلوب ان کی جانب سے دور ہو جائیں گے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے محاسن وخوبیوں کا تذکرہ کرو یہاں تک کہ تمھارے قلوب ان سے جڑ جائیں، مانوس ہو جائیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجر وثواب جاری ہے

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ : اِنَّ نَاسًا يَتَنَاوَلُوْنَ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰى اَبَا بَكْرٍ وَّ عُمَرَ. فَقَالَتْ : وَ مَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذَا ، اِنْقَطَعَ عَنْهُمُ الْعَمَلُ فَاَحَبَّ اللّٰهُ اَنْ لَا يَنْقَطِعَ عَنْهُمُ الْاَجْرُ.

(جمع الفوائد:۷۵۵۱۔ جامع الاصول:۶۳۶۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا گیا کہ بہت سارے لوگ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اُچھالتے ہیں (ان کی شان میں بدزبانی و بدکلامی کرتے ہیں) یہاں تک کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے ہیں تو انھوں نے فرمایا تم اس سے تعجب نہ کرو کیونکہ ان لوگوں کے عمل تو منقطع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کا اجر وثواب جاری رہے (لہٰذا لوگ ان کے اوپر کیچڑ اُچھالیں گے اور اپنی نیکیاں ان کے کھاتے میں لکھوائیں گے۔)

شاتمِ صحابہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اجر و ثواب بھیج رہے ہیں۔ شاتمِ ائمہ غیر مقلدین ائمہ عظام رحمہم اللہ کو اپنی نیکیاں دے رہے ہیں اور شاتمِ اولیاء کرام غالی مبتدعین علماءِ حق کو اپنی نیکیاں ارسال کررہے ہیں۔ یا یوں کہہ لیں کہ حق تعالیٰ نے صالحینِ اُمت کے اجر و ثواب کو جاری رکھا اور مخالفین کی جماعت ان کے اجر وثواب کا ذریعہ بنی۔ یہ تمام شاتمینِ صحابہ رضی اللہ عنہم و ائمہ رحمہم اللہ وعلماءِ حق رحمہم اللہ سب بھائی بھائی ہیں۔ سبزی فروش، ہیرا و موتی، لؤلؤ و مرجان کو نہیں پہچان سکتے۔ جس کے پاس جو چیز ہوتی ہے وہ وہی لوگوں کو دیتا ہے۔ بدقماش و بدخوانسان برائی ہی پھیلائے گا۔ کرگس مردار کی جستجو میں رہتا ہے اور شاہین مردار

سے بھاگتا ہے۔ کرگس سے شاہین کے صفات کی اُمید رکھنا خود ہی باعثِ حیرت وتعجب ہے ورنہ بات بہت ہی صاف وستھری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے نورِ نبوت سے بلا واسطہ فیض حاصل کیا اور معیتِ رسولؐ سے ان پر ایسا رشد و ہدایت کا رنگ چڑھا کہ وہ دنیائے انسانیت کے سب سے بہتر افراد قرار پائے۔ لہٰذا چند کرگسوں کی بدگمانی و بدزبانی سے اصحابِ پیغمبرؐ کا اجر بڑھے گا نہ کہ ان کا مقام ورتبہ متاثر ہوگا۔

حکم الٰہی ہوا تھا استغفار کا اور لوگوں نے ان کو برا کہا

عَنْ عُرْوَۃَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتْ لِیْ عَائِشَۃُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : یَا ابْنَ اُخْتِیْ! اُمِرُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِاَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوْهُمْ. (مسلم:۳۰۲۲)

حضرت عروہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا نے مجھ سے کہا اے میری بہن کے بیٹے! سنو حکم (ربانی) ہوا تھا کہ اصحاب النبی ﷺ کیلئے استغفار کیا جائے (تو لوگ اس پر عمل کرنے کی بجائے) ان کو برا کہنے لگے۔ (مسلم)

صحابہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سے بدگمان ہونا جائز نہیں

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو اصحابِ محمد ﷺ کے لیے استغفار اور دعا کرنے کا حکم دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان کے آپس میں جنگ و جدال کے فتنے بھی پیدا ہوں گے (اس لیے کسی مسلمان کو مشاجراتِ صحابہ کی وجہ سے ان میں سے کسی سے بدگمان ہونا جائز نہیں)

(گلدستہ، ج:۷، ص:۱۰۶)

قرآن مجید کا حکم

﴿وَ الَّذِیْنَ جَآؤُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورۃ الحشر : ۱۰)

ترجمہ: اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے ان کے بعد کہتے ہوئے اے رب! بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے داخل ہوئے ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں بیر ایمان والوں کا، اے رب تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔ (حشر: ۱۰)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت واجب ہے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان آیات کو تلاوت کر کے فرمایا کرتے اللہ کی قسم! جو شخص مہاجرین کی طرف سے کدورت رکھتا ہو وہ ہرگز ان لوگوں میں سے نہیں ہوسکتا جن کو اس آیت میں بیان کیا گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے جن کی مدح فرمائی۔ (ازالۃ الخفاء، ہدیۃ الشیعہ)

صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے والے سعادت مند اور بغض رکھنے والے بدنصیب ہمارے اسی معاشرے وسماج کا حصہ ہیں۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور شاہیں کا جہاں اور

امام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ (جلد اول) میں ان آیات کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: یہ آیتیں مہاجرین وانصار کی مدح پر مشتمل ہیں اور ان لوگوں کی بھی تعریف پر مشتمل ہے جو انصار ومہاجرین کے بعد آئیں گے اور یہ بعد میں آنے والے سابقین اولین کے لیے دعاءِ مغفرت کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کریں گے کہ

اے اللہ! ہمارے دلوں کو مہاجرین وانصار کے کینہ سے بالکل پاک وصاف رکھ۔

نیز ان آیات میں یہ مضمون بھی ہے کہ مالِ فئی کی مستحق یہ تین جماعتیں ہیں (ان کے سوا اور کسی کا اس میں استحقاق نہیں) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ رافضی ان تینوں قسموں سے خارج ہیں۔ اس لیے کہ وہ مہاجرین وانصار کے لیے دعاءِ مغفرت نہیں بلکہ ان کے دلوں میں تو مہاجرین وانصار کا کینہ بھرا ہوا ہے۔ تو ان آیات میں صحابہ کرام کی مدح و فضیلت ہے اور اسی طرح اہلسنّت کی مدح ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور یہ آخری قید رافضیوں کے خارج کرنے کے لیے ہے اور یہ آیت رافضیوں کے مذہب

کو بالکل چاک کردیتی ہے اور ان کے عیب و خبث کی پردہ دری کررہی ہے جو ان کے سینوں میں بھرا ہوا ہے۔

اے اللہ! ہم سب کو ہر رفض و برائی سے بچا اور ہمارے سینوں کو اصحاب النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی محبت سے بھردے، آمین۔ (معارف القرآن کاندھلوی)

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کی محبت ہم پر واجب ہے۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص کسی صحابی کو برا کہے یا ان کے متعلق برائی کا اعتقاد رکھے اس کا مسلمانوں کے مالِ فیئ میں کوئی حصہ نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا نے فرمایا کہ میں نے تمھارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے سنا ہے کہ یہ اُمت اس وقت تک ہلاک نہیں ہوگی جب تک اس کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعنت وملامت نہ کریں گے۔ (گلدستہ، ج:۷۔ص:۱۰۶)

أسلاف کا طریقہ

عوام بن ہوشبؒ نے فرمایا کہ میں نے اس امت کے پہلے لوگوں کو اس بات پر مستقیم اور مضبوط پایا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ تلقین کرتے تھے کہ صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے فضائل اور محاسن بیان کیا کروتا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا ہو اور وہ مشاجرات اور اختلافات جو ان کے درمیان پیش آئے ہیں ان کا ذکر نہ کیا کرو جس سے ان کی جرأت بڑھے (اور وہ بے ادب ہوجائیں)۔

حضرت مصعب بن سعدؒ نے فرمایا کہ اُمت کے تمام مسلمان تین درجوں میں ہیں، جن میں سے دو درجے تو گزر گئے، یعنی مہاجرین وانصار، اب صرف ایک درجہ باقی رہ گیا یعنی وہ جو صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ سے محبت رکھے، ان کی عظمت پہچانے۔ اب اگر تمھیں امت میں کوئی جگہ حاصل کرنا ہے تو اسی تیسرے درجے میں داخل ہوجاؤ۔

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کے بعد والے جتنے مسلمان ہیں اُن کا ایمان و اسلام قبول

ہونے اور نجات پانے کے لیے یہ شرط ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و محبت اپنے دلوں میں رکھتے ہوں اور ان کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہوں۔ جس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی وہ مسلمان کہلانے کے قابل نہیں۔ (معارف القرآن۔ ج:۸۔ ص:۳۸۱)

صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا بڑا ملعون طبقہ ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ. (ترمذی: ۳۸۹۸۔ تحفہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہیں تو کہو کہ جو تم میں سے زیادہ برا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔ (ایسا کہنے سے لعنت اسی پر لوٹ جائے گی کیونکہ جو صحابہ کو برا کہہ رہا ہے اس سے برا کوئی نہیں ہوسکتا۔ صحابہ تو رضوان اللہ اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی کو برا کہنا لعنت و پھٹکار کا سبب ہے۔ صحابہ کو برا کہنے والا ملعون اور لعنتی ہے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا قول

اسلام کا لباس شرم و حیا ہے اور اس کی زینت وفاداری ہے اور عملِ صالح اس کی مروّت و شجاعت ہے اور اس کا ستون ورع و تقویٰ ہے اور ہر چیز کی ایک بنیاد و اصل ہے۔ اسلام کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں اور اہلِ بیت سے محبت ہے۔
(کنز العمال: ۳۲۵۲۳)

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم پر سب و شتم کرنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ: ان کو جواب میں کہو کہ "لعنة الله على شركم" 'شر' اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو مشاکلت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقدینِ صحابہؓ کے لیے ایسا کنایہ استعمال فرمایا ہے کہ اگر وہ اس پر غور کریں تو ہمیشہ کے لیے تنقیدِ

صحابہؓ کے روگ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اتنی بات تو بالکل کھلی ہے۔ صحابہؓ کیسے ہی ہوں مگر تنقید کرنے والے سے تو اچھے ہی ہوں گے۔ تنقید کرنے والے کی تنقید سے یہ لازمی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ خود ناقد فلاں کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا بلکہ اس سے بہتر کام کرتا۔

تم ہوا میں اُڑو...... آسمان پر پہنچ جاؤ...... سو بار مر کے جی لو مگر تم اپنے کو صحابی تو نہیں بنا سکتے ...... تم آخر وہ آنکھ کہاں سے لاؤ گے جس نے جمال جہاں آرائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا...... وہ کان کہاں سے لاؤ گے جو کلماتِ نبوت سے مشرف ہوئے ...... ہاں ...... ہاں وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو انفاسِ مسیحائے محمدی سے زندہ ہوئے ...... وہ دماغ کہاں سے لاؤ گے جو انوارِ مقدس سے مشرف ہوئے ...... تم وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو ایک بار بشرۂ محمدی سے مس ہوئے اور ساری عمر ان کی بوئے عنبریں نہیں گئی ...... تم وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو معیتِ محمدی میں آبلہ پا ہوئے ...... تم وہ مکان کہاں سے لاؤ گے جہاں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت جلوہ آرا تھی ...... تم وہ محفل کہاں سے لاؤ گے جہاں سعادتِ دارین کی شرابِ طہور کے جام بھر بھر کر دیے جاتے اور تشنۂ کامانِ محبت "ھل من مزید" کا نعرۂ مستانہ لگا دیتے تھے ...... تم وہ منظر کہاں سے لاؤ گے جو "کانی اری اللہ عیاناً" کا کیف پیدا کرتا تھا ...... تم وہ مجلس کہاں سے لاؤ گے جہاں 'کانما علی رؤسنا الطیر" کا سماں بندھ جاتا تھا ...... تم وہ صدر نشین تخت رسالت کہاں سے لاؤ گے جس کی طرف 'ھذا الابیض المتکئی' سے اشارے کیے جاتے تھے ...... تم وہ شمیم عنبر کہاں سے لاؤ گے جس کے ایک جھونکے سے مدینے کی گلی کوچے معطر ہو جاتے تھے ...... تم وہ محبت کہاں سے لاؤ گے جو دیدارِ محبوب میں خواب نیم شبی کو حرام کر دیتی تھی ...... تم وہ ایمان کہاں سے لاؤ گے جو ساری دنیا کو تج دے کر حاصل کیا جاتا تھا ...... تم وہ اعمال کہاں سے لاؤ گے جو پیمانۂ نبوت سے ناپ ناپ کر ادا کیے جاتے تھے ...... تم وہ اخلاق کہاں سے لاؤ گے جو آئینۂ محمدی سامنے رکھ کر سنوارے جاتے تھے ...... تم وہ رنگ کہاں سے لاؤ گے جو

'صبغة اللہ' کی بھٹی میں دیا جاتا تھا......تم وہ ادائیں کہاں سے لاؤ گے جو دیکھنے والوں کو نیم بسمل بنا دیتی تھیں......تم وہ نماز کہاں سے لاؤ گے جس کے امام نبیوں کے امام تھے......تم وہ قدسیوں کی جماعت کیسے بن سکو گے جس کے سردار رسولوں کے سردار تھے۔

اللہ پاک ان قدسی صفات نفوس کی عظمت و عقیدت کے ساتھ کامل تابعداری کی سعادتِ عظمٰی سے ہم سب کو نوازیں۔ آمین وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

(بحوالہ خدام الدین، مئی ۱۹۷۵ء)

صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرنے والوں پر لعنت درست ہے

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَلْعَنَ آخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلَھَا اِلَّا عَلَیْھِمْ حُلَّتِ اللَّعْنَۃُ. (رواہ ابن بشران البغدادی۔ص:۲۱۶)

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ آخری اُمت کے لوگ (یعنی بعد میں آنے والے) اگلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔تو سن لو! ایسے لوگوں پر لعنت و پھٹکار حلال و مباح ہو جائے گا۔

ایک بات بہت ہی صاف و واضح ہے کہ نزولِ وحی کا زمانہ خیر القرون ہے اور اُس عہد کے اہلِ ایمان خیرِ امت اور خیر الناس اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے جتنی دوری ہوتی گئی خیر و بھلائی کم ہوتی گئی اور وہ خوبی جو اصحابِ رسول میں تھی دھیرے دھیرے کم ہوتی گئی۔ بعد والے ایمان و ایقان، قربانی و جانفشانی میں صحابہ کا مقام نہیں پا سکتے نہ ممکن ہے۔اب آنے والے کو چاہیے کہ اپنے پیشوا اور جن کی قربانی سے ایمان ہم تک پہنچا ہے ان کی قدر و منزلت کریں، ان کے لیے دعاءِ مغفرت کریں، ان کے ممنونِ منّت رہیں، ان کے احسانات کو فراموش نہ کریں۔مگر قربِ قیامت ایسا نہ ہوگا۔ جیسا کہ آج کل کچھ بد بخت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بدعت کا لفظ بدعتِ عمری، حضرت عثمانؓ کی شان میں بدعتِ عثمانی کے گندے جملے بولتے ہیں۔ یہ طبقہ شیعہ کا ہم نوا

بن رہا ہے۔ حدیث بتلا رہی ہے کہ جس طرح شیعہ ملعون ہیں ان پر لعنت درست ہے، اسی طرح یہ طبقہ بھی مستحق لعنت ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةُ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ" یہ حدیث خلفاء سے بدعت کی نفی کر رہی ہے اور خلفاء کے عمل کو رسالت کی زبان سے سنت کا نام دیا جا رہا ہے۔

عَنْ أُوَيْسٍ الْقَرْنِيِّ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِحْفَظُوْنِيْ فِيْ اَصْحَابِيْ فَاِنَّ مِنْ اَشْرُطِ السَّاعَةِ اَنْ يَلْعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقَعُ الْمَقْتُ عَلَى الْاَرْضِ وَ اَهْلِهَا فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ فَلْيَضَعْ سَيْفَهُ عَلٰى عَاتِكِهِ ثُمَّ لَيَلْقِ رَبَّهُ تَعَالٰى شَهِيْدًا. فَمَنْ لَا يَفْعَلْ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ. (طلیه، ج:۲،ص:۲۸۶)

اویس قرنیؒ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے صحابہ کو کچھ کہتے وقت میرا لحاظ و خیال رکھو (یعنی ان کی شان میں بدزبانی و بدکلامی اور بدگمانی و خیانت کا الزام نہ لگاؤ۔ میری حرمت وعظمت کا خیال رکھو کہ آخر وہ میرے ساتھی و اصحاب ہیں۔ ان کو میری صحبت و معیت اور مجالست و مخالطت حاصل ہے) اس لیے کہ قیامت کی علامت میں سے یہ ہے کہ آخری و بعد میں آنے والی اُمت اپنے اگلے (مہاجرین و انصار) کو برا کہیں گے۔ جب ایسا ہونے لگے گا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین پر اور ساکنانِ ارض پر غضب الٰہی اور ناراضگی نازل ہوگی۔ پس جو ایسا وقت و حالات پائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے گردن پر تلوار لے (اور شاتم صحابہ، شاتمِ ائمہ سے قتال کرے) اور ربّ العزت سے جا ملے شہید ہو کر اور جو ایسا نہ کرے تو (پھر وہ گلے شکوے ان بدبختوں کا نہ کرے، گالیاں سنا کریں اور پھر شاتمِ صحابہ وشاتمِ ائمہ کی بے حرمتی کو گوارہ کر کے ذلت پر) اپنے آپ کو کوسے اور ملامت کرے (کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ اصحابِ رسولؐ اور ائمہ مجتہدین مہدیین کی شان میں گستاخیاں سنیں اور غیرت اس کی سوتی رہے۔)

شاتمِ اصحابِ رسول اللہ ﷺ ہوں یا شاتمِ ائمہ اربعہ ہوں یا شاتمِ علماءِ حق و اتقیاء وصلحاء ہوں، یہ سب بھائی بھائی ہے۔ ان کے پاس ہے کیا جو اُمت کو دیں؟ بھنگی

سے ہیرے کی اُمید، جوہر کی تلاش بے سود غلطی ہے۔ جوہر تو جوہری کے پاس ملے گا۔ کباڑی سبزی فروش کیا سونا دے سکتا ہے؟ اس کے پاس آلو ٹماٹر ہی ملے گا۔ رشد و ہدایت کا خزانہ قرآن وحدیث میں ہے۔ وہ اہلِ حق کے پاس ہی ملے گا۔ کفر کی دکان والا سبّ و شتم کی بجائے ایمان کہاں سے تقسیم کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ قرآن لائے اور اُمت کو قرآن دیا۔ سنت وشریعت کی شاہ راہ عطا کی۔ حق دیا، حق پرستی کی دعوت دی۔ ان مبتدعین کے پاس قبر پرستی آئی، حق پرستی کی جگہ۔ اسٹیج پر بھی کفریات وخرافات بھونکنے کے سوا ان کے پاس اور ہے کیا۔ اولیاءِ عظام، ائمہ مجتہدین کو برا کہنا ان کے ضمیر وخمیر کی نجاست وغلاظت کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم کی استقامت نصیب فرمائے۔

ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اِحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ وَ اَصْهَارِیْ فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْهِمْ حَفِظَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ ، وَ مَنْ لَمْ یَحْفَظْنِیْ فِیْهِمْ تَخَلَّی اللّٰهُ مِنْهُ وَ مَنْ تَخَلَّی اللّٰهُ مِنْهُ اَوْشَکَ اَنْ یَأْخُذَهُ. (فیض القدیر، رقم: ۲۶۷. البغوی و ابو نعیم فی المعرفة)

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان کا میری حرمت وعظمت کی وجہ سے لحاظ رکھا کرو اور میرے سسرالی رشتہ کا بھی پاس رکھا کرو۔ پس جو میری رعایت میرے صحابہ میں ان کی قدر ومنزلت سے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا وآخرت میں ہر ضرر وتکلیف سے حفاظت فرمائے گا اور جو میری رعایت وحرمت کا لحاظ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے اعراض کرے گا کہ اس کو تردد وظلمت میں حیران چھوڑ دے گا اور جس شخص سے اللہ اعراض کرے گا جلد ہی اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

بیچ مجلس میں بیٹھنے والے پر لعنت

(۲۸) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.

(عن حذیفہ۔ صحیح۔ مسند احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ حاکم)

اللہ نے لعنت کی ہے اس پر جو حلقہ والی مجلس میں بیچ میں آ کر بیٹھ جائے۔

لوگ گول دائرہ کا حلقہ بنا کر بیٹھے ہوں اور ایک شخص باہر سے آ کر دائرے کے اندر بیچ میں بیٹھ جائے تا کہ لوگ ہنسیں اور سخریہ و مذاق اُڑائیں، ایسا کرنا ممنوع ہے۔ یا پھر حدیث شریف میں وعید و لعنت سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے پھلانگتا لوگوں کو اذیت و تکلیف دیتا ہوا آگے جا کر بیچ حلقہ و مجلس میں بیٹھ جائے اور لوگوں کے چہروں کے درمیان حائل ہو جو کسی کی بات یا وعظ سن رہے تھے۔ واللہ اعلم

چہرے کو داغنے والے پر لعنت

(۲۹) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ يَسِمُ فِي الْوَجْهِ. (طبرانی فی الکبیر۔عن ابن عباس۔صحیح)

اللہ نے لعنت کی ہے اس پر جو چہرے پر داغ لگا کر (خاص نشان و) علامت بناتے ہیں۔ (یہ نشان جانور کے منہ پر ہو یا انسان کے چہرے پر)

عرب میں وسمۃ یعنی جانور کے چہرے پر آگ سے داغ لگا کر علامت بناتے تھے تا کہ جانور ایک قبیلے کا دوسرے قبیلے سے پہچانا جا سکے اور شناخت ہو سکے۔ اس سے جانور کی قدرتی شکل وصورت پر ایک تبدیلی آ جاتی ہے۔ یہ تغییر خلق اللہ میں داخل ہے۔ اس لیے شریعت میں اس کی وعید آ گئی۔ اور داغنے سے خاص کر چہرے پر منع کیا گیا ہے اور انسان کے چہرے پر تو انسانی کرامت و شرافت کی وجہ سے حرام ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گدھے کے سامنے سے گزرے جس کے چہرے پر آگ سے داغ کر نشان بنایا ہوا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِیْ وَسَمَهُ." اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے اس کو داغا ہے۔

البتہ بطور علاج اگر چہرے کے علاوہ کسی دوسری جگہ وسم کیا گیا جیسا کہ عرب بدوؤں میں آج بھی مختلف درد کے لیے وسم کرنے کا رواج ہے، وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ یہاں صرف چہرے پر داغنے کی ممانعت ہے۔ واللہ اعلم

ماں اور بچے کے بیچ جدائی کرنے والے پر لعنت

(۳۰) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَ وَلَدِهَا وَ بَيْنَ الْاَخِ وَ اَخِيْهِ.

(عن ابی موسیٰ۔صحیح۔ابن ماجہ)

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی کر دے اور لعنت ہو اس پر جو بھائی کو بھائی سے جدا کر دے۔

اس حدیث میں وعید کا تعلق اس سے تھا کہ ایک شخص کے پاس باندی اور لونڈی تھی اور اس کی گود میں معصوم شیر خوار بچہ تھا۔اب اس کا آقا ماں کو فروخت کر دیتا ہے اور بچے کو رکھ لیتا ہے۔اس طرح ماں کو بچے سے اور بچے کو ماں سے جدا کر دیتا ہے۔

اسی طرح لگائی بجھائی کے ذریعے ماں بیٹے اور بھائی بھائی کے بیچ نفرت و جدائی ڈالنے والوں پر بھی لعنت ہوگی نیز جھاڑ پھونک یا دیگر بعض ذرائع استعمال کر کے ماں بیٹے اور بھائی بھائی کے بیچ جدائی ڈالنے والے بھی لعنت کے مستحق ہوں گے۔

عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ : مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَ وَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواه الترمذی و الحاکم و الدار قطنی. الترغیب، ج:۲، ص: ۵۹۵)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جس نے والدہ اور اس کے بچے کے درمیان جدائیگی کر دی اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے احباب و دوستوں کے درمیان قیامت کے دن جدائیگی کر دے گا۔

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدہ اور بچوں کو جدا کرے گا تو اس کی سزا بروز قیامت یہ ملے گی کہ اس کے احباب اور دوستوں کو اس سے جدا کر دیا جائے گا جبکہ قیامت کے دن احباب سے ملاقات و زیارت ایک مسرت و شادمانی کا مزید لطف و سرور ہوگا اور ہمارے محبوب ﷺ کی ملاقات تو آخرت کی نعمتوں کو چار چاند لگا دے گی۔حضور ﷺ

کی زیارت تو جنت سے پہلے ہوگی اور اس وقت ہوگی جبکہ ہمیں قیامت کی ہولناکی سے نجات کے لیے ضرورت ہوگی، شفاعتِ کبریٰ کے حصول کے لیے ہوگی، پیاس اور گھبراہٹ میں حوضِ کوثر کی سیرابی کیلئے ہوگی۔ اللہ ہمیں اپنے حبیبؐ کی معیت نصیب فرمائے، آمین۔

ماں باپ کو برا کہنے والے پر لعنت

(۳۱) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوىٰ مُحْدِثًا ، وَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ.

(عن علی رضی اللہ عنہ، صحیح۔ مسلم۔ ترجمان السنہ، ج:۲، ص:۳۴۳۔ مسند احمد۔ مسلم۔ نسائی)

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو والدین پر لعنت بھیجے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو محدثاً ہو (یعنی جانی و قاتل جس پر خون بہا ہو اس کے درمیان اور اس کا جس سے جھگڑا ہو اس کے درمیان حائل ہو تاکہ حق دینا نہ پڑے اور مجرم کو پناہ دے یا پھر اس سے مراد بدعتی و مبتدع کے پاس جانے والے پر لعنت کی وعید ہے۔)

یا محدثاً مبتدع کے پاس آئے۔ مجرم کو پناہ دینا لعنت کا سبب ہے مجرم خواہ قاتل ہو یا بددین و بدعتی یہ بھی لعنت کا موجب ہے۔ اور اللہ کی لعنت ہو اس پر جو دو آدمی کی زمین کے راستے کی علامت و شناخت کو مٹا دے یا اِدھر اُدھر کر دے۔ ایک روایت میں ہے زمین کو چرا لے۔ (جیسا کہ کسانوں کے یہاں ہوتا ہے)

اس حدیث میں لعنت کی وعید اس شخص پر آئی ہے جو اپنے والدین کے اوپر سب و شتم کا سبب بنے۔ وہ اس طرح کہ دوسرے کے والدین کو برا بھلا کہے، پس اگلا آدمی اُس کے جواب میں اِس آدمی کے والدین کو گالیاں دے، لعن طعن کرے۔ اگر یہ دوسرے کے والدین کو برا بھلا نہ کہتا تو وہ بھی اس کے والدین کو برا بھلا نہ کہتا۔ تو گویا اس نے خود ہی اپنے والدین کو برا بھلا کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بذاتِ خود والدین کو لعن و طعن کرنا سخت گناہ ہے۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے پر لعنت

حدیث میں دوسرے اس شخص پر لعنت کی گئی ہے جو جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے جانور کو ذبح کرنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ غیر اللہ کے نام کی قربانی کرنا۔

غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسمِ قبیح زمانۂ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اسلام نے آکر دونوں کو ختم کر دیا اور سمجھایا کہ جان صرف جان آفریں کے لیے قربان کی جاسکتی ہے۔ یہ خاص اسی کا حق ہے نہ کسی کے لیے جان آفریں میں شرکت ہے اور نہ اس کی قربانی میں شرکت ہوسکتی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے جانوروں کو سور کے گوشت اور مردار کی صفت میں شمار کیا ہے، گویا اس بے محل نام زدگی کی وجہ سے اب وہ خنزیر کی طرح بن گیا جس پر ایک ہزار بار بھی بسم اللہ پڑھو تو بھی حلال نہیں ہوسکتا۔ جانوروں کے معاملے میں تین غلط طریقے رائج تھے؛ ان کو بت یا کسی اور غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دینا، جیسا کہ آج کل ہمارے ملکوں میں سانڈ یا نرخصی (بوتو) چھوڑے جاتے ہیں، یا غیر اللہ کے نام پر بھینٹ چڑھانا یا ان کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینا۔ اسلام نے ان تینوں طریقوں کو قابلِ نفرت سمجھا ہے۔ (ترجمان السنہ، ج:۲، ص:۳۴۴)

زمین کی چوری یا زمین کے نشان کو اِدھر اُدھر کرنا لعنت کا سبب ہے

حضرت محمد ﷺ نے اُمت کو رحمت کی راہ پر لگایا ہے اور لعنت وغضب سے بھرپور بچایا ہے۔ جہاں جہاں رحمت کی رکاوٹ آتی ہے اور لعنت وغضب نازل ہوتا ہے اس سے باخبر کیا تاکہ رحمت والی اُمت لعنت کے کاموں سے اپنے کو بچائے۔ انہی لعنتی کاموں میں ایک گندا عمل ہے زمین کی چوری۔ کھیتی باڑی والے کسان کے یہاں زمین کی چوری ہوتی ہے۔ اس کے دو طریقے ہوتے ہیں اور اب تو زمین کی چوری شہروں میں بھی ہونے لگی ہے اور خوب ہوتی ہے۔ مثلاً آپ نے ایک پلاٹ سو گز مربع خریدا اور آپ کے بازو میں بھی کسی دوسرے کا سو گز مربع تھا۔ آپ مکان بنانے گئے اور پڑوسی کی زمین کی ایک گز اپنی

زمین میں ملا کر تعمیر کر دیا۔ اگلے کو پتہ ہی نہیں۔ پتہ اس وقت چلا جب آپ کا مکان تعمیر ہو چکا اور اتفاق کہ وہ ہے بھی بے بس و بے کس اور آپ خوش ہیں کہ میں نے دبالیا اور وہ میرا کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتا۔ مگر یاد رکھیے، آپ حضور ﷺ کی زبان پر ملعون و مردود ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے ہی ایسے زمین چور پر لعنت کی ہے۔ پھر جب اللہ و رسول ﷺ کی لعنت آپ پر، آپ کے مکان پر پھر رحمت کو کہاں جگہ ملے گی؟

اور اس لعنت کا اثر اس وقت تک رہے گا جب تک پڑوسی سے مل کر اس کو راضی و خوش نہ کرلیا جائے۔ مگر اب تو زمین کی چوری سے آگے پورے پلاٹ کی چوری ہو رہی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ"

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو کسی راستے کے نشانات چرائے۔ و فی روایة مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ جو زمین کی علامت و نشان، آڑ، آڑی حد فاصل کو اِدھر اُدھر کر دے۔

کسانوں میں چوری کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ نشان کی جڑ میں کھدائی کدال سے کر دیتے ہیں۔ پھر وہ کھدائی والا حصہ زمین میں شامل ہو جاتا ہے اور آسانی سے دوسری زمین پر نیا نشان بن جاتا ہے۔ استغفر اللہ!

دنیوی حرص و لالچ بھی انسان کے اندر کس قدر اخلاقی گراوٹ پیدا کر دیتی ہے اور وہ زمین چرا کر لعنت کے طوق کے ساتھ قبر میں دفن ہو جاتے ہیں۔

اب تو بات بہت ہی آگے چلی گئی ہے۔ ایک پلاٹ دس لوگوں کو دھوکہ سے بیچ دیا جاتا ہے۔ اُمت آئی تھی نبی ﷺ کی رحمت لے کر اور خوش ہو رہی ہے لعنت کا طوق پہن کر اور افسوس کہ احساس بھی مردہ ہو گیا، ضمیر بھی مر گیا۔ نبی ﷺ کی دی ہوئی نعمتِ رحمت کو کھو کر اُمت خوش ہو رہی ہے۔

دوستو! یہی دلیلِ نبوت ہے جو مصطفیٰ ﷺ نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اطلاع دے دی۔ یہ ہے خاتم النّبیین کی خاتمیّت کا کمال۔ وصلی اللہ علی خاتم النّبیین وسلم

دوسروں کے والدین کو گالیاں دینے والا کبائر کا مرتکب اور والدین پر لعنت کرنے والا ہے

(۳۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَنْ يَّلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ. قِيْلَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ : يَسُبُّ اَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ اَبَاهُ وَ يَسُبُّ اُمَّهُ فَيَسُبُّ اُمَّهُ. (رواه البخاری. ترغیب، ج:۳،ص: ۴۶۹)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہؐ! آدمی خود اپنے والدین پر کیسے لعنت کرے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کسی دوسرے کے باپ کو گالیاں دیتا ہے جس کے جواب میں وہ اس کے باپ کو گالیاں دیتا ہے۔آدمی دوسرے کی ماں کو گالیاں دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کی ماں کو گالیاں دیتا ہے۔(بخاری)

ماں باپ کا احترام

سلیم طبیعت اور مستقیم نجابت والوں کے یہاں سبّ وشتم کا تصور ہی نہیں۔ جو لوگ معاشرے میں غیر نجیب وشریف ہیں ان کی زبان پر بدزبانی و بدکلامی، گالی گلوج، دوسروں کی آبروریزی کی اس لیے قدر و قیمت نہیں کہ وہ خود ہی بے آبرو و بے وقعت ہیں تو دوسروں کی قدر ومنزلت کو کیا جانیں۔آدمی جب خود ہی نجابت وشرافت کا پیکر ہوگا تو اس کو دوسروں کی بھی شرافت ومنزلت کا خیال ہوگا۔اس لیے نہیں کہ وہ دوسروں کی قدر ومنزلت کررہا ہے، اس کو اپنی خاندانی اقدار اور عزت و ناموس کی روایات کو ملحوظ رکھنا ہوگا تاکہ معاشرے میں اس کی شرافت و ثقاہت کی خاندانی روایات مجروح نہ ہوں۔ دوسروں کی عزت سے انسان معزز بن کر عزت پاتا ہے۔

حدیثِ رسولؐ ہم کو درس دے رہی ہے کہ ماں باپ کا احترام یہ ہے کہ دوسروں کے ماں باپ کا احترام کیا جائے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی و احسان یہ ہے کہ دوسروں کے ماں باپ کا اکرام ہو۔ دوسروں کے ماں باپ کو دشنام کرنا جس کا اثر اپنے ماں باپ کی حرمت وعزت کی ہتک پر پڑے اس کا وبال خود اس پر ہوگا کہ اگر یہ دوسروں کے والدین کی اہانت وشماتت سے پرہیز کرتا تو خود اس کے والدین کی حرمت وعزت بچ جاتی۔ سبب چونکہ یہ خود بنا اس لیے یہ اپنے والدین کی حرمت کو پامال کرنے والا بنا اور اپنے والدین کی بے حرمتی کے سبب لعنت کی وعید میں داخل ہو کر لعنت کرنے والا شریعت میں شمار ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اُمت کو حکیمانہ تربیت کا اسلوب اور بصیرت سے بھرپور انداز آگاہ کر رہا ہے کہ اسلام میں انسانیت کی کیا قدر ومنزلت ہے۔ ویسے بھی گالی گلوج، فسق و فجور کی علامت ہے۔ پھر بڑوں کا احترام و اکرام، ان کی قدر و منزلت اور آبرو و عزتِ نفس خواہ کسی کی ہو اس کا پاس وخیال رکھنا انسانیت کی دلیل ہے۔ انسان کو انسانیت کا لحاظ وخیال اور جس میں انسانیت کا فقدان ہو وہ اپنے والدین کا احترام و اکرام ملحوظ نہ رکھ کر غیروں کی زبان والدین محترمین کے سبّ وشتم کا ذریعہ بنے گا۔

زندہ جانور کا ہاتھ پاؤں کاٹ کر مُثلہ کرنے والے پر لعنت

(۳۳) لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ. (عن ابن عمرؓ۔ صحیح۔ مسند احمد۔ بخاری۔ مسلم۔ نسائی)

اللہ کی لعنت ہے اس پر جو جانور کا مثلہ کر دے (یعنی زندہ جانور کا ہاتھ پاؤں کان کاٹ دے)۔

اسلام میں جانور یا انسان کو مثلہ کرنے کی ممانعت آئی ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس سے غیر معمولی تکلیف و اذیت ہوتی ہے۔ اسلام ارحم الراحمین کا پسندیدہ دین ہے۔ یہاں رحم و کرم کا سبق سکھایا جاتا ہے۔ ایسا نہیں کہ چیونٹیوں کے بل پر شکر رکھو اور زندہ انسانوں کو آگ میں جلاؤ۔ بے رحمی کے ساتھ معصوم بچوں کو قتل کر دو، حاملہ خواتین کے جنین کو نیزوں پر اُچھالو۔ اللہ اکبر! جنگلوں کے درندوں نے بھی اپنے ہم جنسوں پر رحم کھایا،

درندگی کا ثبوت نہیں دیا مگر انسان انسانیت سے اتنا گر گیا کہ جانور بھی انسان کی درندگی پر شرمندہ ہے۔ ہائے اسلام تیری عظمت کو سلام! تیری تہذیب و تعلیم کو سلام! تیری شان و شوکت کو سلام! تیری رحم و کرم کی شانِ جود و عطاء کو سلام! تیری شانِ توبہ و استغفار کی نعمت کو سلام! الحمد للہ علی دین الاسلام وعلی خاتم النّبیین محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

چہرے پر آگ سے جلانے والے پر لعنت

(۳۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَرَّ حِمَارٌ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَدْ كُوِيَ وَجْهُهُ يَفُوْرُ مِنْخَرَاهُ مِنْ دَمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا ثُمَّ نَهٰى عَنِ الْكَيِّ فِي الْوَجْهِ وَ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ. (رواہ ابن حبان فی صحیحه. و رواہ الترمذی، ترغیب، ج:۳، ص:۲۱۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے پر آگ سے جلایا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کے ناک سے خون بہہ رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے ایسا کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے چہرے پر لوہا یا آگ سے جلانے سے منع فرمایا اور چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔ (صحیح ابن حبان، ترمذی، ترغیب ج:۳، ص:۲۱۹)

كُوِيَ : لوہا تپا کر کھال کو داغ دینا، آگ یا لوہے سے جلانا۔

چہرہ انسان کا ہو یا حیوان کا، قدرتِ الٰہی کا شاہکار ہے اور چہرے پر کرامت و شرافت کے ساتھ ساتھ حق جل مجدہ کی عظیم صنعت کا انمول نمونہ ہے۔ آگ سے جلا کر یا لوہا تپا کر اس کی خوبصورت شکل و صورت کو بگاڑنا شیطانی عمل ہے اور تغییر فی خلق اللہ ہے۔ ﴿فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں بیضاوی نے لکھا ہے کہ چہرہ و صورت کو اپنی پیدائشی حالت سے بدل دینا جیسے آنکھ نکال دینا، چہرے کو داغ دینا، غلام کو خصی کر دینا وغیرہ خالق کی صناعی و حسن کو بگاڑ دینا، یہ کسی بھی حال میں درست نہیں اور ایسا کرنے والے پر لعنت کی وعید ہوگی۔ واللہ اعلم!

درہم و دینار کے پجاری پر لعنت

(۳۵) لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ. (ترمذی. عن ابی هریرةؓ)

محروم ہوا اور رحمت سے دور کر دیا گیا دینار کا بندہ اور دھتکارا گیا رحمت سے دور کر دیا گیا درہم کا بندہ۔

یعنی وہ شخص جو ہر وقت دنیا کی حرص وطلب میں منہمک وغرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بالکل ہی غافل بنا ہوا ہے۔ زندگی اور جینے کا مقصد بس کمانا کھانا۔ اس کے دل پر طلبِ دنیا کی ایسی پرت پڑی ہو کہ بس اسی میں مگن ہو۔ حصولِ دنیا پر خوش اور دنیاوی مال و متاع کے فوت ہونے پر غم۔ حالانکہ مومن کو حسنہ و نیکی سے خوشی ہوتی ہے اور گناہ و معصیت پر غم ہوتا ہے۔ اس درہم و دینار کے بندے کا حال بالکل ہی جدا ہے۔ دنیا کی فکر و غم میں سویا اور اسی کی طلب کا جذبہ لے کر اُٹھا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے پر لعنت

(۳۶) لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبَا وَ مُؤَكِّلَهُ وَ كَاتِبَهُ وَ مَانِعَ الصَّدَقَةِ.

(عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ صحیح۔ مسند احمد۔ نسائی)

اللہ نے لعنت کی ہے سود کھانے، کھلانے اور سودی معاملہ لکھنے والے پر اور جو زکوٰۃ (فرض) ادا نہیں کرتے اُن پر۔

اس حدیث میں جو فرض زکوٰۃ نہیں دیتا اس پر لعنت کی گئی ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ آكِلَ الرِّبَا وَ مُؤَكِّلَهُ وَ شَاهِدَهُ وَ كَاتِبَهُ.

(ابو داؤد و ترمذی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ مسند احمد۔ ابن ماجہ)

صاحبِ مال سے شیطان کی تین سازشیں

(۳۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : قَالَ الشَّيْطَانُ لَعْنَةُ اللّٰهِ : لَنْ يَسْلَمَ مِنِّيْ صَاحِبُ الْمَالِ مِنْ اِحْدٰى

ثَـلاثٍ، اَغْدُوْ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَ اَرُوْحُ ؛ اَخْذُهُ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ ، وَ اِنْفَاقُهُ فِيْ غَيْرِ حَقِّهِ وَ اُحَبِّبُهُ اِلَيْهِ فَيَمْنَعُهُ مِنْ حَقِّهِ. (رواه الطبرانی باسناد حسن، ترغیب، ج:۴،ص:۱۸۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو شیطان نے کہا مجھ سے صاحبِ مال نہیں بچ سکتا کہ تین میں سے ایک اس کو ضرور ضرر پہنچے گا جو میں صبح و شام اس کو پیش کروں گا۔ (۱) وہ لوگوں کا مال ناحق لے گا۔ (۲) اور ناجائز جگہ خرچ کرے گا۔ (۳) اور مال کی محبت راہِ حق میں خرچ کرنے سے اس کو روک دے گی۔ (ترغیب، ج:۴،ص:۱۸۲)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی کہ شیطان لعنت اللہ صاحبِ مال کو تین فتنوں میں سے ایک میں ضرور اُلجھا دیتا ہے اور مبتلا کر دیتا ہے اور صاحب مال شیطان کے اغوا اور شیطنت سے محفوظ نہیں رہ پاتا اور لعنت اللہ اپنی سازش پیہم و مسلسل صبح و شام کرتا ہی رہتا ہے اور گمراہی کی کوشش میں تھکتا نہیں۔ ابن آدم کو رشد و ہدایت کی راہ سے بدراہ کرنے میں صبح و شام مشغول ہی رہتا ہے۔ لعنت اللہ کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مال کی بے جا حرص و ہوس رکھنے والا بس مال جمع کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، خواہ حرام ذریعہ سے کمائے یا ناحق ظلم و ستم ڈھائے۔ بس زندگی کا مقصد مال کا جمع کرنا ہے۔ اگر حرام سے نہیں بچتا، ناحق دوسروں کے مال سے نہیں رُکتا تو یہ دلیل ہے کہ اس پر شیطانی تسلط ہو چکا ہے اور لعنت اللہ اس کو اپنے قبضے اور مٹھی میں کر چکا ہے۔ العیاذ باللہ!

دوسری علامت شیطانی اغواء اور تسلط کی یہ ہے کہ مال کو صاحبِ مال سے حرام اور ناحق کاموں میں خرچ کرائے گا۔ نیکی اور صلاح و فلاحی کاموں سے اس کو دور رکھے گا اور حرام اور شہرت پسندی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا۔ یہ دلیل ہوگی کہ اب اس پر شیطان لعین اپنا پنجہ گاڑ چکا ہے اور یہ شیطانی و طاغوتی حربوں کا معین و مددگار ہے اور شیطانِ لعین اس سے کھیل رہا ہے۔ العیاذ باللہ!

تیسری علامت شیطانی اغواء اور تسلط کی یہ ہے کہ صاحبِ مال کے دل میں مال کی

بے جا حرص ومحبت پیوست کردے گا کہ جہاں اس کو خرچ کرنا چاہیے اس کو روک دے گا چنانچہ مال و دولت ہوتے ہوئے بھی صحیح مصرف میں استعمال نہ کرسکے گا اور شیطان کا آلہ کار بنا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

حرام اشیاء کا کھانا یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت استعمال کرنا یہود پر لعنت کا سبب بنا

(۳۸) عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ ثَلَاثًا ، اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْھِمُ الشُّحُوْمَ فَبَاعُوْھَا ، فَاَکَلُوْا اَثْمَانَھَا، اِنَّ اللّٰہَ اِذَاحَرَّمَ عَلٰی قَوْمٍ اَکْلَ شَیْءٍ حَرَّمَ عَلَیْھِمْ ثَمَنَہٗ. (رواہ ابوداؤد۔ ترغیب، ج:۳، ص:۵۰)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تین بار یہودیوں پر لعنت کی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کردیا تو انھوں نے چربی فروخت کر کے اس کی قیمت کو استعمال کرلیا۔ بے شک جب اللہ تعالیٰ قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کر دیتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد۔ ترغیب، ج:۳، ص:۵۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا کھانا پینا حرام کردیا گیا ہو ان اشیاء کو فروخت کر کے ان کی قیمت کا استعمال بھی حرام ہے۔ یہود بے بہبود نے جب ان پر چربی حرام کر دی گئی تو اس کو فروخت کر کے حیلہ بہانہ سے اس کی قیمت استعمال کرلی تو اللہ تعالیٰ نے یہود پر تین بار لعنت کی۔ قرآن مجید میں سورۂ اَنعام کی آیت ۱۴۶ میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کے لیے یہ عبرت ونصیحت ہے کہ حرام اشیاء کے استعمال یا اس کی خرید وفروخت کے ذریعے یا پھر تجارت وکاروبار کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ اُمت وملت کی لعنتی اعمال وافعال اور کاروبار سے حفاظت فرمائے۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے

(۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم : اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَ الْمُحْتَکِرُ مَلْعُوْنٌ.

(رواہ احمد و الحاکم. ترغیب: ج:۲، ص:۵۸۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ؐ نے فرمایا جالب یعنی باہر سے مختلف سامانِ تجارت منگوانے والا تاکہ لوگوں کو ضرورت کی اشیاء بسہولت مہیا ہو اور دِقت و پریشانی نہ ہو اس کی روزی میں برکت ہوگی، اس کی تجارت نفع بخش ہوگی، اور محتکر ملعون ہے یعنی مالِ تجارت کی ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے۔ گرانی کے ساتھ بیچنے کی غرض سے بازار سے سامان کو چھپا کر گوداموں میں رکھنے والا ملعون ہے۔ ایسے تاجر کی نیت یہ ہوتی ہے کہ جب سامان کی قلّت ہوگی اور لوگوں کی ضرورت و حاجت بڑھے گی اس وقت لوگ من مانی اور منہ مانگی قیمت ادا کریں گے اور وہ سامان گراں اور مہنگا فروخت کرے گا۔ ایسے تاجر پر لعنت کی گئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم مَنِ احْتَکَرَ طَعَامًا فَھُوَ خَاطِیٌٔ.

جو ذخیرہ اندوزی کرے کھانے کی چیزوں کی وہ گنہگار ہے۔ (مسلم)

ایک اور روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا یَحْتَکِرُ اِلَّا خَاطِیءٌ. (ابو داؤد، ترمذی، ترغیب، ج:۲، ص:۵۸۲)

ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا مگر گنہگار۔

ایک روایت یہ بھی ہے:

عَنْ مَعَاذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم یَقُوْلُ : بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَکِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللّٰہُ الْاَسْعَارَ حَزِنَ وَ اِنْ اَغْلَاھَا فَرِحَ. وَ فِیْ رِوَایَۃٍ : اِنْ سَمِعَ بِرَخْصٍ سَاءَہٗ وَ اِنْ سَمِعَ بِغَلَاءٍ فَرِحَ.

(رواہ رزین و الطبرانی. ترغیب، ج: ۲، ص: ۵۸۴)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا فرماتے ہوئے: برا ہے وہ بندہ جو مالِ تجارت کو ذخیرہ کرلے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیمت کو ارزاں و آسان کردیں تو غمگین ہوتا ہے اور اگر قیمت میں گرانی ومہنگائی آجائے تو خوش ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اگر بھاؤ و قیمت میں ارزانی کی سنتا ہے تو اس کو دُکھ ہوتا ہے اور جب گرانی ومہنگائی کی سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُحْشَرُ الْحَاكِرُوْنَ وَ قَتَلَةُ الْاَنْفُسِ فِيْ دَرَجَةٍ وَ مَنْ دَخَلَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ سِعْرِ الْمُسْلِمِيْنَ يُغَلِّيْهِ عَلَيْهِمْ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُعَذِّبَهُ فِيْ مُعْظَمِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (رواہ رزین. ترغیب، ج: ۲، ص: ۵۸۴)

حضرت ابو ہریرہ ومعقل بن یسار رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سامان کی ذخیرہ اندوزی کرنے والا (تا کہ گرانی ومہنگائی ہو، پھر بیچے) اور ناحق خون بہانے والا دونوں ایک قسم کے گنہگار ہیں (کہ ایک ناجائز وناحق کسی کی جان لینے والا اور انسانی ضرورت کی اشیاء کو روک کر رکھنے والا تا کہ مہنگائی ہو اور اس سے خوب من مانی قیمت وصولے دونوں ایک ہی طرح کے مجرم وگنہگار ہیں۔) اور جو کسی چیز کی قیمت میں اضافہ کر کے مسلمانوں پر گرانی ومہنگائی لائے تو اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس کو قیامت کے دن دوزخ کے خطرناک وبھیانک جگہ میں عذاب دے گا۔ (رزین)

اور حاکم کی ایک روایت میں ہے:

مَنْ دَخَلَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَسْعَارِ الْمُسْلِمِيْنَ يُغْلِيْ عَلَيْهِمْ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَقْذِفَهُ فِيْ جَهَنَّمَ رَاْسُهُ اَسْفَلُهُ. (ترغیب، ج: ۲، ص: ۵۸۵)

جو کسی چیز کی قیمت کو بڑھا کر مسلمانوں پر اشیاء کی گرانی ومہنگائی مسلط کردے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو دوزخ میں اُلٹا داخل کرے گا (کہ سر نیچے ہوگا اور ٹانگیں اوپر ہوں گی)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم مَنِ احْتَكَرَ حُكْرَةً یُرِیْدُ اَنْ یُّغَالِیَ بِهَا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ فَهُوَ خَاطِیءٌ. وَ قَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰہِ.

(رواہ الحاکم. ترغیب، ج:۲، ص:۵۸۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ذخیرہ اندوزی کرے (لوگوں کی ضرورت کی اشیاء کی) چھپا کر قیمت کو بڑھانے اور گرانی لانے کی غرض سے مسلمانوں پر تو وہ گنہگار ہے اور وہ (اس سنگدلی و غیر انسانی حرکت کی وجہ سے) یقیناً اللہ کی حفاظت و حراست کی ذمہ داری سے دور ہو جاتا ہے۔

یعنی ایسا شخص اللہ کی ذمہ داری میں نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی بُرائی سے حفاظت کرے اور اپنے حفظ و امان کی نعمت و رحمت سے اس پر متوجہ ہو بلکہ ہلاکت و تباہی اس کا مقدر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تجار و کاروباری ملت و اُمت کے افراد کی حفاظت فرمائے۔

سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہوگا۔ (اصبہانی)

ان تمام احادیث کا ماحصل یہ ہے کہ بازار میں رہ کر جہاں دھوکہ، فریب، دغا، جھوٹ، مکاری، عیاری، خداع، بدنظری، بدزبانی، بدکلامی، بدگمانی اور نہ معلوم کیا کیا نت نئے شر و فساد کا نیا اسلوب و طریقہ ایجاد کیا جاتا ہے مگر وہ مردِ حق جس کو قرآن میں ﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ﴾ (سورۂ نور: ۳۷) ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈال پاتی ہے اور نہ فروخت۔ بازار میں بیٹھ کر تجارت کا پیشہ اختیار کرنا اور تقویٰ کی راہ پر جمنا، کاروبار میں تقوی کو اختیار کرنا یہی تو ہے کہ تجارت میں گناہ کی راہ کو چھوڑ دینا نیز دھوکہ، فریب، جھوٹ اور ملاوٹ اور اللہ کے نام قسموں کے ذریعے دنیاوی سامان کو فروخت کرنا ہے، اللہ کی عظمت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کے مبارک و معظم نام کو چند کوڑی کے سامان کی خاطر

استعمال نہ کیا جائے۔ پھر جھوٹی قسم کھا کر سامان فروخت کرنا تو بڑی جسارت ہے۔

الغرض سچا و امین تاجر کی نصرت و مدد اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتی ہے۔ وہ ان عظیم صفات کے ذریعے بازار میں اعتماد حاصل کرتا ہے جس سے برکت کا نزول ہوتا ہے۔ برکت کا حلال و طیب کھانا کھا کر اطاعت و عبادت کی توفیق ہوتی ہے۔ سجدہ کا سرور ملتا ہے۔ مناجات و دعا کی لذت نصیب ہوتی ہے۔ نماز کی حضوری اور خشوع و خضوع، آہِ سحر گاہی کا لطف اور بے شمار دنیاوی توفیق کے ساتھ آخرت میں انبیاء، صدیقین و شہداء کی معیت نصیب ہوگی۔ واللہ اعلم

امین و سچے تاجر کو انبیاء، صدیقین و شہداء کی معیت

تجارت ایک عظیم ترین عبادت و اطاعت ہے جبکہ یہ اسلامی آداب و شرائط کے ساتھ فریب و خیانت سے پاک ہو، جس طرح صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ، ذکر و اوراد، وظائف و مناجات، مجاہدہ و تلاوتِ قرآن اور دیگر عبادات کے ذریعے ایک مومن قربِ الٰہی کی راہ طے کرتا ہوا مقامِ صدیقیت پر فائز ہوتا ہے ہمارے خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تاجر اگر بازار میں بیٹھ کر قول و عمل سے معاملات و تجارت میں امانت و صداقت کا التزام و اہتمام کرتا ہے تو وہ بھی قیادت کے دن انبیاء، صدیقین و شہداء کی معیت میں بارگاہِ ربّ العزت میں عزت و شرف کا مقام پائے گا۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ و سلم قَالَ : اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّھَدَاءِ.

(رواہ الترمذی و قال حدیث حسن)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سچا امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین، شہداء کے ساتھ ہوگا۔

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم : اَلتَّاجِرُ الْاَمِیْنُ الصَّدُوْقُ الْمُسْلِمُ مَعَ الشُّھَدَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (رواہ ابن ماجہ)

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانت دار سچا مسلمان تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم : اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ تَحْتَ ظِلِّ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (رواہ الاصبھانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچا تاجر قیامت کے دن عرش کے سائے تلے ہوگا۔

سامان کا عیب چھپا کر بیچنے والے پر لعنت

(۴۰) عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : مَنْ بَاعَ عَیْبًا لَمْ یُبَیِّنْہُ لَمْ یَزَلْ فِیْ مَقْتِ اللّٰہِ وَ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَلْعَنُہُ.

(رواہ ابن ماجہ. و ایضًا من حدیث ابی موسی رضی اللہ عنہ. ترغیب، ج: ۲، ص: ۵۷۴)

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سامان کا عیب واضح کر کے نہ بیچے وہ مسلسل اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے اور اس پر ہمیشہ فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔ (ترغیب، ج:۲،ص:۵۷۴)

اسلام میں دھوکہ وفریب حرامِ قطعی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا.

جس نے ہمیں دھوکہ وفریب دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ (ترغیب، ج:۲،ص:۵۷۴)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان کے لیے یہ بات درست نہیں کہ: اِذَا بَاعَ مِنْ اَخِیْہِ بَیْعًا فِیْہِ عَیْبٌ اَنْ لَا یُبَیِّنَہُ. (رواہ احمد)

جب کوئی سامان اپنے مسلمان بھائی کو بیچے جس میں عیب ہوتو ضرور بیان کردے (کہ اس میں عیب ہے۔)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تاجر میں چار خوبی و

خصلت ہوتو اس کی تجارت میں خوب نفع و برکت ہوتی ہے۔(۱) جب کچھ خریدے تو قیمت گھٹانے کے لیے سامان کی مذمت و بُرائی نہ کرے (جو عام ماحول بنا ہوا ہے کہ خریدار بیچنے والے کی مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے سامان کی جو قیمت ہونی چاہیے اس سے کم پر لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام میں یہ منع ہے اور یہ اخوت و ہمدردی کے خلاف غیر اسلامی عمل ہے۔) (۲) اور بیچتے وقت اپنے سامان کی حقیقت سے زیادہ تعریف کرنا تا کہ زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کر سکے۔ یہ بھی اسلامی و انسانی ہمدردی کے خلاف ہے۔ (۳) اور سامان میں دھوکہ دہی و فریب نہ کرے۔ ملاوٹ نہ کرے کہ نقلی کو اصلی کہہ کر بیچ دے۔ یا پیکنگ کے وقت نقلی ڈال دے اور دِکھلاتے وقت اصلی دِکھلائے۔ بنا ہوا ہو دوسری جگہ کا اور لکھا ہوا ہو جاپان۔ یہ سب اس میں داخل ہے۔ ایمان و اسلام حقیقت و سچائی پیش کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ (۴) سامان بیچتے وقت بار بار قسمیں نہ کھائیں۔ یا جھوٹی قسم کے ذریعے خریدنے والے کو اپنی بات کا یقین دلائے۔ (ترغیب، ج:۲،ص:۵۸۴)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا اِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَ بَرَّ وَ صَدَقَ.

یقیناً تاجر لوگ قیامت کے دن فاجر اُٹھائے جائیں گے مگر جو تقویٰ (یعنی دھوکہ فریب، جھوٹ، غلط بیانی اور جھوٹی قسم کھانے سے بچیں) اختیار کریں اور نیکی و بھلائی والے اور سچے ہوں۔ (ترمذی۔ ترغیب، ج:۲،ص:۵۸۷)

ایک روایت میں ہے:

اِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ. صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ نے خرید و فروخت کو حلال نہیں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں لیکن تاجر لوگ (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں تو گنہگار ہوتے ہیں اور جب باتیں کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ (احمد و حاکم، ترغیب، ج:۲،ص:۵۸۷)

قدریہ فرقے پر لعنت

(۴۱) لُعِنَتِ الْقَدَرِيَّةُ عَلٰى لِسَانِ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا. (دار قطني. عن عليؓ)

قدریہ فرقے کی ستّر نبی کی زبان پر لعنت کی گئی ہے۔

قدریہ وہ فرقہ و جماعت ہے جو بندوں کے افعال و اعمال کی نسبت انہی کی طرف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے قائل نہیں۔ استغفر اللہ!

اسلام میں اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور اسلام و ایمان کے رکن میں داخل ہے۔ 'وَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى' تفصیل کیلئے عقیدۂ اسلام از مولانا اِدریس کاندھلویؒ کا مطالعہ کریں۔

حضرت ابوسعید کی مرفوع حدیث ہے کہ آخری زمانے میں ایک عورت جب اپنے شوہر کے پاس آئے گی تو دیکھے کہ اس کا شوہر مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا ہے اس لیے کہ وہ تقدیر پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

عورت کے پیچھے کے راستے میں صحبت کرنے والے پر لعنت

(۴۲) مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى اِمْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا. (عن ابی ہریرہؓ۔ صحیح۔ مسند احمد۔ ابوداؤد)

ملعون ہے وہ شخص جو عورت کے پیچھے کے راستے میں صحبت کرے۔

عورت کے پیچھے کے راستے میں صحبت کرنا گناہِ کبیرہ اور قبیح عمل ہے۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے۔

مَنْ اَتٰى كَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ اَوْ اَتٰى اِمْرَأَةً حَائِضًا اَوْ اَتٰى اِمْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ. (صحيح. عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ)

جو کسی کاہن و جادوگر کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے یعنی سچا جانے یا حیض کی حالت میں عورت سے صحبت و جماع کرے یا عورت کے دبر یعنی پیچھے کے راستے میں صحبت کرے تو اس کا دینِ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کوئی تعلق نہیں۔

یعنی جو کچھ دینِ حق محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا ہے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔طبیعت کی نجاست وکثافت کی دلیل ہے کہ آگے کے راستے کو جس کو اللہ نے حلال کیا ہے چھوڑ کر گندہ اور غلاظت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ایسا شخص نہایت ہی غلیظ و ذلیل ہے جو اس حرکت سے رحمت والی شریعت سے دور جارہا ہے۔استغفر اللہ!

بیوی سے وطی فی الدبر کی وعید وسزا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلٰی رَجُلٍ اَتٰی رَجُلًا اَوْ اِمْرَأَۃً فِیْ دُبُرِھَا.

(معارف القرآن، ج:۲،ص:۳۴۰)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ جل شانہ اس مرد کی طرف نہیں دیکھتے جو مرد یا عورت کے ساتھ غیر فطری فعل کرے۔

(ترغیب وترہیب)

عَنْ خزَیْمَۃَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِیْ اَدْبَارِھِنَّ. (معارف القرآن)

خزیمہ بن ثابت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فرماتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ حق بیان کرنے میں شرم نہیں کرتے۔یہ الفاظ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے تین دفعہ ارشاد فرمائے (پھر فرمایا) عورتوں کے پاس غیر فطری طریقے سے مت آیا کرو۔

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرِ الْجُھَنِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ النِّسَاءَ فِیْ مَحَاشِنِھِنَّ.

عقبہ بن عامر جہنی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو عورتوں سے غیر فطری فعل (یعنی پیچھے کے راستے میں صحبت) کرے۔

وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَتٰی حَائِضًا

اَوْ اِمْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مرد حیض کی حالت میں بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے یا غیر فطری طریقے سے اس کے ساتھ جماع کرتا ہے یا کسی کاہن کے پاس جاتا ہے اور غیب سے متعلق اس کی خبر کی تصدیق کرتا ہے تو ایسے لوگ اس دین سے منکر ہو گئے جو محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدفعلی کرنے والے کی سزا

امام یعنی حاکمِ وقت کی رائے پر ہے کہ خواہ اس کو حبسِ دوام کی سزا دے یا کوڑے لگائے۔ خواہ کسی بلند و اونچی جگہ سے گرا کر اس پر پتھر مارے، خواہ اس کے اوپر دیوار گرادے، خواہ اس کو آگ میں جلا دے۔ اور اگر یہ فعل اس کی عادت بن گئی ہو تو اس کو قتل کر ڈالے۔ اگر بیوی نے یہ فعل خوشی سے کرایا ہے یا باوجود قدرت کے اس سے بچنے کی کوشش نہیں کی تو اس کی بھی یہی سزا ہے۔ اگر اس کے ساتھ جبراً ایسا کیا گیا ہے تو پھر اس کے لیے یہ سزا نہیں۔ نیز اس فعلِ بد سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ سچی پکی توبہ کرنے سے آخرت کے عذاب سے نجات کی اُمید و توقع ہے۔ (در مختار۔ کتاب الحدود۔ ج:۴،ص:۲۶-۲۷)

نیز یہ سزا شرعی قانون کی رو سے ہے۔ اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے اس سزا کو جاری نہ کیا جا سکتا ہو تو پھر ایسے شخص سے تعلقات ترک کیے جائیں تا کہ تنگ آ کر توبہ کرے۔ (مرقات المصابیح، کتاب الآداب، ج:۸،ص:۵۸۷۔ فتاویٰ محمودیہ، ج:۱۴۔ص:۱۲۰)

نامحرم کو دیکھنے والے پر لعنت

(۴۳) لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ. (معارف القرآن، ج:۲،ص:۴۳۵)

یعنی جو کوئی نامحرم پر بری نظر ڈالے اور جس کے اوپر نظر ڈالے (بشرطیکہ جس پر بری نظر پڑی ہے اس کے ارادے اور اختیار کو اس میں دخل ہو) ان پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

مناسب ہے کہ بدنظری کے چودہ نقصانات تالیف کردۂ عارف باللہ حضرت اقدس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب[1] دامت برکاتہم افادۂ عام کے لیے یہاں نقل کردیے جائیں جو غیر معمولی مفید ہیں۔

(نوٹ[1]: آج ۵؍جون ۲۰۱۳ء مطابق ۲۵؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ صبح مولانگر ضلع سیتامڑھی میں مقیم تھا کہ اخبار 'پندار' دیکھا جس میں یہ واقعہ فاجعہ پڑھا کہ حضرت حکیم محمد اختر صاحبؒ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت حکیم صاحب جنھیں اب رحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے بڑے درجے کے شیخ ومرشد، برصغیر ہند و پاک کی ایک عظیم دینی دعوتی اصلاحی شخصیت کے مالک تھے۔ حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے۔ سیکڑوں کتابوں ورسائل کے مصنف ومؤلف ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت والا کے ہزاروں مریدین دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین کی باتوں کو دلچسپ و دلربا انداز میں پیش کرنے والوں میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ اللہ پاک نے قرآن وحدیث، فقہ اسلامی میں انھیں بڑا درک عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زبان وادب اور شعر وسخن کا بھی بڑا علمی ذوق تھا بلکہ وہ بڑے کہنہ مشق شاعر اور اونچے درجے کے ادیب تھے۔ بندۂ ناچیز کا حضرت والا سے جو روحانی اور غائبانہ تعلق تھا اس کی اہم کڑی کتاب کے مصنف برادر مفتی صاحب قبلہ ہیں جن کو حضرت والا سے خلافت حاصل ہے۔ حافظ محمد رزین اشرف ندوی)

بدنظری کے چودہ نقصانات

از عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ

﴿۱﴾ اللہ تعالیٰ کا نافرمان

ارشاد فرمایا کہ بدنظری نصِ قطعی سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ﴾

اے نبی (ﷺ)! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔

یعنی نامحرم عورتوں کو اور لڑکوں کو نہ دیکھیں۔ پس جو بدنظری کر رہا ہے وہ نصِ قطعی کی مخالفت کر رہا ہے اور نصِ قطعی کی مخالفت کر کے حرام کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لہٰذا بدنظری سے بچنے کے لیے یہ استحضار کافی ہے کہ یہ نصِ قطعی کی مخالفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

﴿۲﴾ امانت میں خیانت کرنے والا

اور بدنظری کرنے والا اللہ تعالیٰ کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡیُنِ وَ مَا تُخۡفِی الصُّدُوۡرُ﴾

اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت اور دل کے رازوں سے باخبر ہے۔

لفظ خیانت کا نزول بتا رہا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں کے مالک نہیں ہیں، امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بطور امانت کے ہمیں یہ جسم عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ امانت ہے اس لیے مالک کی مرضی کے خلاف اس کو استعمال کرنا یا اس کو نقصان پہنچانا یا اس کو ختم کر دینا جائز نہیں۔ اگر ہم اپنے جسم و جان کے مالک ہوتے تو ہر قسم کے تصرف کا حق حاصل ہوتا کیونکہ مالک کو اپنی مِلک میں ہر تصرف کا اختیار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو یہ اختیار نہ دینا دلیل ہے کہ یہ جسم ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور مالک کی امانت میں خیانت

جرمِ عظیم ہے۔ لہٰذا جو شخص بدنظری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتِ بصریہ میں خیانت کرتا ہے اور خیانت کرنے والا اللہ کا دوست نہیں ہوسکتا۔ اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

نظر کے چور کے سر پر نہیں ہے تاجِ ولایت
جو متقی نہیں ہوتا اُسے ولی نہیں کہتے

﴿۳﴾ ملعون کے خطاب کا مستحق بن جاتا ہے

اور بدنظری کرنے والا سرورِ عالم ﷺ کی لعنت کا مورد ہوجاتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

"لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ."

(مشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب النظر الی المخطوبۃ)

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناظر اور منظور دونوں پر لعنت کرے یعنی جو بدنظری کرے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو اور جو بدنظری کے لیے خود کو پیش کرے، اپنے حسن کو دوسروں کو دِکھائے اِس پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔ اگر بدنظری معمولی جرم ہوتا تو سرورِ عالم ﷺ رحمۃ للعالمین ہوکر ایسی بددعا نہ فرماتے۔ آپ کا بددعا دینا دلیل ہے کہ یہ فعل انتہائی مبغوض ہے اور لعنت کے معنیٰ ہیں کہ اللہ کی رحمت سے دوری۔ امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لعنت کے معنیٰ لکھے ہیں "اَلْبُعْدُ عَنِ الرَّحْمَۃِ" پس جو شخص اللہ کی رحمت سے دور ہوگیا وہ نفسِ امّارہ کے شر سے نہیں بچ سکتا کیونکہ نفس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ﴾ (سورۃ یوسف : ۵۲)

نفس کثیر الامر بالسوء ہے۔ بہت زیادہ برائی کا حکم کرنے والا ہے۔ پھر نفس کے شر سے کون بچ سکتا ہے؟ ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہو۔ معلوم ہوا کہ نفس کے شر سے بچنے کا واحد راستہ اللہ کی رحمت کا سایہ ہے۔ کیونکہ "اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ"

کا استثنیٰ خود خالقِ ''اَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ'' نے کیا ہے پس جو ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ﴾ کے سائے میں آ گیا اس کا نفس ''اَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ'' نہیں رہے گا، ''اَمَّارَةٌ بِالْخَیْرِ'' ہو جائے گا۔ اسی لیے ﴿یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ﴾ کے بعد فوراً ﴿وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (سورۂ نور:۲۹) فرمایا کہ جس نے نگاہوں کی حفاظت کر لی وہ امتثالِ امرِ الٰہیہ کی برکت سے اور حضور ﷺ کی بد دعا سے بچنے کی برکت سے اللہ کی رحمت کے سائے میں آ گیا۔ اب اس کی شرم گاہ بھی گناہوں سے محفوظ رہے گی۔ معلوم ہوا کہ غضِ بصر کا انعام حفاظتِ فرج ہے اور اس قضیہ کا عکس کر لیجیے کہ جو نگاہ کی حفاظت نہیں کرے گا اس کی شرم گاہ بھی گناہوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی اور اس پر جو لعنت برس جائے وہ کم ہے۔

﴿۴﴾ احمق اور بد عقل مانا جاتا ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوں تو ہر گناہ بد عقلی اور حماقت کی دلیل ہے۔ جو گناہ کرتا ہے یہ دلیل ہے کہ اس کی عقل میں خرابی ہے کہ اتنے بڑے مالک کو ناراض کر رہا ہے جس کے قبضے میں ہماری زندگی اور موت، تندرستی و بیماری، راحت و چین، حسنِ خاتمہ اور سوءِ خاتمہ ہے۔ اگر اس کی عقل صحیح ہوتی تو ہرگز گناہ نہ کرتا لیکن فرماتے ہیں کہ بدنظری تو انتہائی حماقت کا گناہ ہے۔ نہ ملنا نہ ملانا مفت میں اپنے دِل کو تڑپانا۔ دیکھنے سے وہ حسن مل نہیں جاتا لیکن دل بے چین ہو جاتا ہے اور اس کی یاد میں تڑپتا رہتا ہے اور میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے ایک نیا علم عطا فرمایا کہ مسلمان کو دُکھ دینا حرام ہے تو جو بدنظری کر رہا ہے یہ بھی تو مسلمان ہے، یہ بدنظری کر کے اپنے دل کو دُکھ دے رہا ہے، تڑپا رہا ہے، جلا رہا ہے لہٰذا جس طرح دوسرے مسلمان کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اسی طرح اپنے دل کو دُکھ پہنچانا، تڑپانا، کلپانا، جلانا کیسے جائز ہوگا؟

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کا مستحق بن جاتا ہے

اب اگر کوئی کہے کہ حسینوں کو دیکھنے سے تو دل کو غم ہوتا ہے لیکن نظر بچانے سے بھی تو غم ہوتا ہے اور دِل میں حسرت ہوتی ہے کہ آہ نہ جانے کیسی شکل رہی ہوگی۔ اس کا جواب

یہ ہے کہ دیکھنے سے جو غم ہوتا ہے وہ اشد ہے اور نہ دیکھنے کا غم بہت ہلکا ہوتا ہے کیونکہ اگر دیکھ لیا تو علم ہوگیا کہ اس حسین کے نوک پلک ایسے ہیں، آنکھیں ایسی ہیں، ناک ایسی ہے، چہرہ کتابی ہے تو یہ غمِ حسنِ معلوم اشد ہوگا اور دل کو مضطر اور بے چین کردے گا اور اگر نظر بچالی تو یہ غمِ حسنِ نامعلوم ہوگی۔ جب دیکھا ہی نہیں تو ہلکی سی حسرت اور ہلکا سا غم ہوگا اور جلد زائل ہوجائے گا اور حسرتِ حسنِ نامعلوم پر قلب کو جو حلاوتِ ایمانی عطا ہوگی، اللہ تعالیٰ کے قرب کی غیر محدود لذت کا جو ادراک ہوگا اس کے سامنے مجموعۂ لذاتِ کائنات ہیچ معلوم ہوگا۔ اس کے برعکس حسینوں کے دیکھنے کے غمِ حسنِ معلوم پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور لعنت برستی ہے جس سے دل مضطر اور بے چین ہوکر ایک لمحے کو سکون نہیں پائے گا اور زندگی تلخ ہوجائے گی۔ لہٰذا دونوں غموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک عالمِ رحمت ہے، ایک عالمِ لعنت ہے۔ دونوں غموں میں ایسا فرق ہے جیسا جنت اور دوزخ میں۔ لہٰذا غضِ بصر کا حکم ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ حسرتِ حسنِ نامعلوم دے کر شدتِ غمِ حسنِ معلوم سے بچالیا۔ جیسے کسی کو مچھر کاٹ لے اور کسی کو سانپ ڈس لے تو جس کو مچھر نے کاٹا ہے وہ شکر کرے گا کہ اللہ نے مجھے سانپ کے ڈسنے سے بچالیا۔ لہٰذا حسینوں سے نظر بچانے کی حسرتِ حسنِ نامعلوم مچھر کا کاٹنا ہے اور حسینوں کو دیکھنے کا غمِ حسنِ معلوم سانپ سے ڈسوانا ہے۔

﴿۶﴾ دِل کمزور ہوجاتا ہے

بدنظری سے بار بار اس حسین کا خیال آتا ہے اور دل میں ہر وقت ایک کشمکش رہتی ہے جس سے دل کمزور ہوجاتا ہے۔ بدنظری کی نحوست یہ ہے کہ نظر کے ساتھ ساتھ حواسِ خمسہ اور تمام اعضاء و جوارح حرکت میں آجاتے ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ﴾ کی تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی نے یہ کی ہے کہ ''بِاِجَالَۃِ النَّظَرِ'' بدنظری کرنے والا جو نظر گھما گھما کر حسینوں کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہیں اور 'بِاِسْتِعْمَالِ سَائِرِ الْحَوَاسِ' اور اس کے تمام حواسِ خمسہ حرام لذت

لینے کی کوشش شروع کردیتے ہیں۔ باصرہ یعنی آنکھ اس حسین کو دیکھنا چاہتی ہے، سامعہ یعنی کان اس کی بات سننے کی تمنا کرتے ہیں۔ قوتِ ذائقہ اس کو چکھنے یعنی حرام بوسہ بازی کرنا چاہتی ہے۔ قوتِ لامسہ اس کو چھونے کی اور قوتِ شامہ اس حسین کی خوشبو سونگھنے کی حرام آرزو میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور تیسری تفسیر ہے 'بِتَحْرِیْکِ الْجَوَارِحِ' بدنظری کرنے والے کے تمام اعضاء بھی حرکت میں آجاتے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ اس محبوب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بدنظری کرنے والے کی نظر اور حواس اور اعضاء و جوارح کی ان حرکات سے باخبر ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور ﴿وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا يَقْصُدُوْنَ بِذٰلِكَ﴾ ان حرکات کا جو آخری مقصد ہے یعنی بدفعلی اللہ تعالیٰ اس سے بھی باخبر ہے اور باخبر ہونے میں سزا دینے کا حکم پوشیدہ ہے کہ میں تمھاری حرکتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر باز نہیں آؤ گے تو عذاب دوں گا۔ پس اس آیت میں اشارہ ہے کہ ایسے شخص کو سزا دی جائے گی اگر توبہ نہ کی۔ بدنظری بدفعلی کی پہلی منزل ہے اور آخری اسٹیشن بدفعلی کا ارتکاب ہے جہاں شرم گاہیں ننگی ہوجاتی ہیں اور آدمی دونوں جہان میں رسوا ہوجاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے گناہ کی پہلی منزل ہی کو حرام فرمادیا کیونکہ بدنظری ایسا آٹومیٹک یعنی خودکار زینہ ہے کہ جس پر قدم رکھتے ہی آدمی سب سے آخری منزل میں پہنچ جاتا ہے۔ جس فعل کی ابتدا ہی غلط ہو اس کی انتہا کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ اس پر میرا شعر ہے ؎

عشقِ بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو ابتدا غلط کیسے صحیح ہو انتہا

چونکہ بدنظری کرنے والے کے حواسِ خمسہ اور اعضاء و جوارح متحرک ہوجاتے ہیں اور قلب بدفعلی کے خبیث قصد سے کشمکش میں مبتلا ہوجاتا ہے لہٰذا بدنظری کرنے والے کا قلب اور قالب دونوں کشمکش میں مبتلا ہوکر کمزور ہوجاتے ہیں۔

﴿۷﴾ طبّی نقصان: غدودِ مثانہ متوّرم ہوجاتے ہیں

بدنظری کا ایک طبّی نقصان یہ بھی ہے کہ غدودِ مثانہ متوّرم ہوجاتے ہیں جس سے بار بار پیشاب آتا ہے۔

﴿۸﴾ سرعتِ انزال کا مریض بن جاتا ہے

بدنظری سے چونکہ شہوت بھڑک جاتی ہے اور مادّہ منویہ تک گرمی پہنچ جاتی ہے جس کی وجہ سے منی رقیق ہوجاتی ہے جس سے سرعتِ انزال کی بیماری ہوجاتی ہے اور ایسا شخص بیوی کے حقوق صحیح طور سے ادا نہیں کرسکتا جس کی وجہ سے میاں بیوی میں باہمی اختلاف پیدا ہوجاتا ہے اور گھریلو زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔

﴿۹﴾ ناشکری میں مبتلا ہوجاتا ہے

بدنظری سے ناشکری پیدا ہوتی ہے کیونکہ جب مختلف شکلوں کو دیکھتا ہے تو اپنی بیوی بری معلوم ہوتی ہے اور ناشکری میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ مجھے حسین بیوی نہیں ملی اور اگر حسین ہے تو کہتا ہے کہ حسین تر نہیں ملی کیونکہ جو عورت اس کو زیادہ حسین معلوم ہوتی ہے تو اپنی حسین بیوی بھی اسے اچھی نہیں لگتی۔ اس طرح نعمت کی ناشکری کرتا ہے اور جو متقی ہوتا ہے وہ جب کسی دوسری کو دیکھتا ہی نہیں تو اسے اپنی چٹنی روٹی بھی بریانی معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر کرتا ہے۔

﴿۱۰﴾ بینائی کو نقصان پہنچتا ہے

بدنظری سے بینائی کو بھی نقصان پہنچتا ہے کیونکہ آنکھوں کا شکر غضِ بصر ہے اور شکر سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے ﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾ (سورۂ ابراہیم:۷) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم شکر کروگے تو تم کو اور زیادہ دوں گا اور بدنظری کرنا ناشکری ہے، کفرانِ نعمت ہے جس پر عذابِ شدید کی وعید ہے۔ ﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي

لَشَدِیۡدٌ﴾ (سورۂ ابراہیم:۶) اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

﴿۱۱﴾ دل کا ستیاناس ہونا

اور حفاظتِ نظر کا سب سے بڑا انعام اللہ تعالیٰ کا قرب و معیتِ خاصہ ہے۔ لیلیٰ سے نظر بچانا سببِ حصولِ مولیٰ ہے کیونکہ نظر بچانے سے دل اندر اندر خون ہوجاتا ہے اور جب قلب کے آفاقِ اربعہ خونِ آرزو سے لال ہوجاتے ہیں تو دِل کے ہر اُفق سے قرب و نسبت مع اللہ کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ میرے اشعار ہیں:

وہ سرخیاں کہ خونِ تمنا کہیں جسے
بنتی شفق ہیں مطلعِ خورشیدِ قرب کی

داغِ حسرت سے دِل سجائے ہیں
تب کہیں جا کے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دِل بچانے میں
میں نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں
منزلِ قرب یوں نہیں ملتی
زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں

اور بدنظری سے اللہ تعالیٰ سے اس قدر دوری ہوتی ہے جس کا ادراک ہوجائے تو آدمی کبھی بدنظری نہ کرے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو دِل حفاظتِ نظر کی برکت سے ہمہ وقت نوے ڈگری سے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے اور نوے ڈگری سے حق تعالیٰ کے محاذاتِ قرب میں ہے اگر بدنظری کرلی تو اللہ تعالیٰ سے اس کا ۱۸۰؍ڈگری انحراف ہوتا ہے اور اس کا رُخ حق تعالیٰ سے ہٹ کر اس حسین کی طرف ہوجاتا ہے اور ہر وقت اس مرنے گلنے والی لاش کا خیال دِل میں رہتا ہے جس سے دل کا ستیاناس ہوجاتا ہے اور بہت سوں کا خاتمہ بھی بدنظری کی نحوست سے خراب ہوگیا۔

﴿۱۲﴾ دل کا مرض انجائنا ہوجاتا ہے

اور بدنظری سے دِل میں 'انجائنا' ہوجاتا ہے کیونکہ بدنظری سے دل کشمکش میں پڑ جاتا ہے۔ حسن اپنی طرف کش کرتا ہے اور اللہ کا خوف مکش کرتا ہے۔ اس کشمکش سے انجائنا ہوجاتا ہے کیونکہ کشمکش سے دل کا سائز بڑھ جاتا ہے۔ اگر نظر کی حفاظت کرتا تو یہ کشمکش نہ ہوتی اور انجائنا نہ ہوتا۔ میں نے ایک شعر کہا تھا۔

ایک سلمٰی چاہیئے سلمان کو
دِل نہ دینا چاہیئے انجان کو

انجان کو دِل دینے سے انجائنا ہوجاتا ہے لیکن اس کے دوسرے اسباب بھی ہیں۔ یہ نہیں کہ کسی کو انجائنا میں مبتلا دیکھا تو بدگمانی کرنے لگے کہ انھوں نے بدنظری کی ہوگی۔ خصوصاً نیک بندوں کے معاملے میں اور زیادہ احتیاط اور حسنِ ظن سے کام لینا چاہیے اور ہر مسلمان سے حسنِ ظن رکھنے کا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسروں سے بدگمانی کرے بلکہ خود کو بدنظری سے بچانے کیلئے اس نقصان کو سامنے رکھے کہ بدنظری سے انجائنا ہوجاتا ہے۔

﴿۱۳﴾ شرم گاہ محفوظ نہیں رہتی

بدنظری سے شہوت بھڑک جاتی ہے۔ جس حسین کو دیکھ کر گرم ہوا اس کو اگر نہیں پاتا تو شہوت کی آگ کو بجھانے کے لیے غیر حسین سے منہ کالا کرلیتا ہے۔ گرم ہوا کہیں اور ٹھنڈا ہوا کہیں۔ گرم ہوا حسین سے اور ٹھنڈا ہوا غیر حسین کالی کلوٹی صورت سے۔ بدنظری کی تھی حسن کی لالچ میں اور منہ کالا کیا ایسی بدصورت سے جس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں تھا۔ یہ ایسا خبیث فعل ہے کہ گناہ کی آخری منزل پر پہنچا کے چھوڑتا ہے اور پھر خوبصورت اور بدصورت کو بھی آدمی نہیں دیکھتا۔ بدنظری کرنے کے بعد شرم گاہ کا محفوظ رہنا محال ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ﴿یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ﴾ کے بعد فوراً ﴿وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ﴾ نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ جس کی نگاہ محفوظ رہے گی اس کی شرم گاہ بھی محفوظ رہے گی اور جس کی نگاہ محفوظ نہ رہے گی اس کی شرم گاہ بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔

﴿۱۴﴾ مشت زنی کا مریض بن جاتا ہے

بدنظری سے منی اپنی جگہ سے سرک جاتی ہے یعنی تھیلی سے باہر آجاتی ہے اور منی کی خاصیت یہ ہے کہ واپس نہیں جاسکتی۔ جس طرح کار ریورس (reverse) ہوجاتی ہے، منی ریورس نہیں ہوسکتی اور جیسے بکری کے تھن میں دودھ دوبارہ نہیں جاسکتا کیونکہ تھن میں نکلنے کا راستہ تو ہے واپس جانے کا راستہ نہیں ہے، اسی طرح منی بھی اپنی جگہ سے آگے آکر پھر واپس نہیں جاسکتی۔ لہٰذا اب کسی نہ کسی صورت سے باہر نکلے گی، چاہے حرام محل میں نکلے۔ بدنظری کی نحوست ہے کہ پھر حلال وحرام کا ہوش نہیں رہتا۔ لہٰذا یا تو کسی لڑکی سے منہ کالا کرے گا یا کسی لڑکے سے بدفعلی کرکے ذلیل ہوگا اور اگر کچھ نہ ملا تو ہاتھ سے منی خارج کرے گا کیونکہ منی ریورس (reverse) نہیں ہوسکتی۔ جس طرح لڑکیوں اور لڑکوں سے بدفعلی حرام ہے، جملہ محرمات حرام ہیں، اسی طرح مشت زنی بھی حرام ہے جو نئی نسل میں عام ہوگئی ہے۔ حدیث پاک میں اس پر بھی سخت وعید ہے کہ جو ہاتھ سے منی خارج کرے گا قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں حمل ہوگا اور 'نَاکِحُ الْیَدِ' یعنی ہاتھ سے نکاح کرنے والے یعنی ہاتھ سے منی ضائع کرنے والے پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے۔ لہٰذا حرام مواقع میں شہوت پوری کرنا تو حرام ہے ہی لیکن حلال کو بھی زیادہ حلال نہ کرو ورنہ صحت بھی خراب ہوجائے گی اور ذکر وعبادت میں مزہ نہیں آئے گا اور اولاد بھی کمزور پیدا ہوگی۔ اس لیے بزرگوں کی نصیحت ہے کہ منی کو بچا کر رکھو۔ کبھی پندرہ دن یا ایک ماہ کے بعد جب شدید تقاضا ہو تو ضرورت پوری کرلو۔ دیکھو، شیر سال میں ایک بار صحبت کرتا ہے اور اس سے شیر پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ دیر سے صحبت کرتے ہیں ان کے تندرست اور بہادر بچہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا بیوی سے صحبت میں اعتدال ضروری ہے ورنہ کثرتِ جماع جان لیوا بھی ہوسکتی ہے۔ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا کہ ایک عالم تھے، بیوی بہت خوبصورت تھی۔ جب گھر میں چلم بھرنے یا کسی کام سے داخل ہوتے بیوی کو دیکھ کر بے قابو ہوجاتے۔ اتنی صحبت کی کہ چھ مہینے کے بعد منی کے بجائے خون آنے لگا۔ پھر

حرارت رہنے لگی یہاں تک کہ تپ دق ہو گیا۔ بخار ہڈی میں اُتر گیا اور آخر جنازہ نکل گیا۔ حسن نے جان لے لی۔ اس لیے کہتا ہوں کہ حلال میں بھی اعتدال رکھو اور حرام کے تو قریب بھی نہ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تو نے ان کی راہ میں طاعت کی لذت بھی چکھی
ہاں شکستِ آرزو کا بھی مقامِ قرب دیکھ
سرفروشی ، دل فروشی ، جاں فروشی سب سہی
پی کے خونِ آرزو پھر کیفِ جامِ قرب دیکھ

❊…❊…❊

اللہ عزوجل کا نام لے کر سوال کرنے والے پر لعنت

(۴۴) مَلْعُوْنٌ مَنْ سَأَلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ ، وَ مَلْعُوْنٌ مَنْ سُئِلَ بِوَجْهِ اللّٰهِ ثُمَّ مَنَعَ سَائِلَهُ مَا لَمْ يَسْأَلْ هِجْرًا. (طبرانی۔عن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

ملعون ہے وہ آدمی جو ربّ العزت کے چہرے کا واسطہ دے کر سوال کرے اور ملعون ہے وہ آدمی جس سے ربّ العزت کے چہرے کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے پھر بھی سائل کو نہ دے مگر یہ کہ قطع تعلق کا سوال کرے (تو سوال پورا نہ کیا جائے گا۔)

ربّ العزت کی ذات ازلی و ابدی، قدیم اور خالق و باقی ہے۔ پھر اس کے چہرے کی عظمت کی شان نرالی ہے۔ سائل کتنا ہی نادان و ناقدرا ہے کہ باقی ربّ العزت کی عظمت کا خیال نہ کر سکا اور فانی دنیا کی فانی حقیر چیز کا عظیم ذات کے چہرے کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہے۔ یہ اتنا بھی خیال نہ رکھ سکا کہ اس کی شان کے مناسب پوری حقیر دنیا بھی نہیں تو پھر دنیا کی کوئی دوسری چیز کیا ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس پر وعید آئی۔ اور جس سے سوال کیا گیا اس پر وعید اس لیے ہے کہ اس نے اگر ناقدری کی تو اگلا تو ربّ العزت کی عظمت و ہیبت کا خیال کر لیتا اور اس کو حقیر چیز دے کر اللہ کے عظمت والے چہرے کا

احترام کرلیتا۔ اگر سائل نادان ہے تو اگلا تو نادان نہ بنتا۔ سائل نے ربّ العزت کی حرمت کا پاس ولحاظ نہ کیا تو جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ تو خیال کرلیتا۔ سائل اللہ کے چہرے کا واسطہ دے کر ذلیل ہورہا ہے اور ذلت کا دست پھیلا رہا ہے تو جس سے سوال کیا جارہا ہے سائل کو نہ دے کر خود کے لیے مزید ذلت کا ثبوت فراہم کررہا ہے۔ اگر سائل ملعون ہے کہ اللہ کا مبارک نام حقیر و ذلیل چیز کے لیے پیش کررہا ہے نہ دینے والا اس سے بڑا ملعون ہے کہ ربّ العزت کے نام پر جو ذلیل ہورہا ہے اس کو مزید ذلیل کررہا ہے۔ پھر انسان کی عزت و شرافت یہ ہے کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔ ہاتھ پھیلا کر انتہائی ذلت کا ثبوت دے رہا ہے اور پھر ربّ العزت کا نام لے کر اس کی شان کے مناسب کوئی چیز مانگتا اور وہ تھی آخرت کی نعمت و جنت نہ کہ حقیر دنیا اور اس کی فانی اشیاء۔

حدیث میں ہے کہ اللہ کے چہرے کا واسطہ دے کر صرف ربّ العزت سے اس کی جنت الفردوس مانگو، اس کے غضب و ناراضگی سے امن و امان مانگو، اس کی خوشی و مرضیات کی راہ مانگو۔ طائف میں آقا و مولا محمد ﷺ نے ربّ العزت کے نور والے چہرے کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے اللہ ہی کے غضب و سخط سے پناہ چاہا۔ "اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ اَضَاءَ تْ لَهُ السَّمَاوَاتُ وَ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ اَنْ تَنْحَلَّ عَلَیَّ غَضَبُکَ وَ تَنْزِلَ عَلَیَّ سَخَطُکَ." الخ.

اس لیے ربّ العزت کے کرامت و مبارک چہرے کا واسطہ دے کر باقی جنت اور وہاں کی باقی رہنے والی نعمت کا سوال کرنا چاہیے۔ اور پھر ربّ العزت کو نور والے چہرے کا واسطہ دے کر ان کی رضا و خوشنودی کا سوال کرنا چاہیے۔ حاصل یہ کہ عظیم ذات کے نور والے چہرے کا واسطہ دے کر عظیم نعمت ہی کا سوال کرنا مناسب اور اس کی شایانِ شان ہے۔

مومن کونقصان پہنچانے والے اور دھوکہ دینے والے پر لعنت

(۴۵) مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِنًا اَوْ مَكَرَ بِهِ. (ترمذی، عن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

ملعون ہے وہ شخص جو مومن کو ضرر و نقصان پہنچائے یا مومن کو دھوکہ و دغا دے۔

مومن امن و امان کا نمونہ ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا یا نقصان دینا ایمان کے منافی ہے۔ دوسرے کا نقصان نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنے ایمان کو داغدار کر رہا ہے۔ اپنے باطن کو مکدر کر کے رحمتِ الٰہی سے دور کر رہا ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جائے گا۔ جب تک کہ اس شخص کو راضی نہ کر لے جس کو نقصان پہنچایا تھا جس کو دھوکہ اور فریب دے چکا ہے۔ یہ خود کا نقصان اور خود کو فریب دے رہا ہے۔

اللہ کے بندو! اپنی فکر کرو۔ آخرت آنی ہے۔

جانور کے ساتھ بدفعلی اور قومِ لوط والا عمل کرنے والے پر لعنت

(۴۶) مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ اَبَاهُ، مَلْعُوْنٌ مَنْ سَبَّ اُمَّهُ، مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ غَيَّرَ تُخُوْمَ الْاَرْضِ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ كَمَّهَ اَعْمٰى عَنْ طَرِيْقٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ وَقَعَ عَلٰى بَهِيْمَةٍ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ بِعَمَلِ قَوْمِ لُوْطٍ. (عن ابن عباس۔ مسند احمد)

ملعون ہے وہ جو باپ کو گالیاں دے۔ ملعون ہے جو ماں کو گالیاں دے۔ ملعون ہے وہ جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے۔ ملعون ہے وہ جو حدودِ حرم میں رد و بدل کرے۔ ملعون ہے وہ جو اندھے کو راستہ بھٹکا دے۔ ملعون ہے وہ جو چوپایہ و جانور سے بدفعلی کرے۔ ملعون ہے وہ جو خباثت کا فعل (یعنی مرد، مرد سے بدفعلی) کرے۔

اس حدیث میں چند لوگوں کی جانب وعید کا رُخ ہے۔ ماں اور باپ کے ساتھ نیکی واحسان کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے اور ربّ العزت نے اپنے حق کے بعد فوراً والدین کے ساتھ احسان کرنے کو بتلایا ہے۔ ماں باپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نعمت ہیں

اور نعمت کا شکر واجب ہے۔ نعمت کا کفران وعصیان بڑا گناہ ہے۔

غیر اللہ کے نام قربانی کرنا کفر کی ایک قدیم رسم تھی اور اس کی مختلف صورتیں تھیں۔ شریعت نے ایک قاعدۂ کلیہ بنا کر ان سب کو روک دیا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے نام کا جانور ذبح نہیں کرنا چاہیے۔

مکھی کی وجہ سے جنت یا جہنم جو غیر اللہ کیلئے پیش کی گئی

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ يَرْفَعُهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ وَ دَخَلَ رَجُلٌ النَّارَ فِيْ ذُبَابٍ. قَالُوْا وَ كَيْفَ ذَالِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلَى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يَجُوْزُهُ اَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئًا فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا قَرِّبْ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْئٌ قَالُوْا قَرِّبْ وَ لَوْ ذُبَابًا فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُ فَدَخَلَ النَّارَ. وَ قَالُوْا لِلْاٰخَرِ قَرِّبْ، فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُقَرِّبَ شَيْئًا دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ، فَضَرَبُوْا عُنُقَهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ. (رواہ احمد۔ الجواب الکافی، ص: ۴۱۔ ترجمان، ج: ۲، ص: ۳۴۴)

طارق بن شہاب مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ صرف ایک مکھی کی بدولت ایک شخص تو جنت میں داخل ہوگیا اور دوسرا دوزخ میں۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ) ! یہ کیسے؟ فرمایا کسی قوم کا ایک بت تھا۔ ان کا دستور تھا کہ کوئی شخص اس پر بھینٹ چڑھائے بغیر اُدھر سے گزر نہیں سکتا تھا۔ اتفاق سے دو شخص ادھر سے گزرے۔ انھوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا نیاز چڑھا۔ وہ بولا اس کے لیے میرے پاس کچھ نہیں۔ وہ بولے کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھا دے، خواہ ایک مکھی ہی سہی۔ اس نے ایک مکھی چڑھا دی اور اس وجہ سے وہ تو دوزخ میں گیا۔ انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اب دوسرے سے کہا کہ تو بھی کچھ چڑھا۔ وہ بولا اللہ کی ذات کے سوا میں تو کسی اور کے نام کی نیاز نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر انھوں نے اس کی گردن اُڑا دی اس لیے یہ جنت میں داخل ہوگیا۔

حدودِ حرم وکعبہ میں ردوبدل درست نہیں

اس حدیث میں وعید اس شخص پر بھی وارد ہوئی ہے جو مکہ میں حدودِ حرم کی تعیین جو

حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَامُ نے فرمادی ان حدود و معالم میں ردو بدل کردے اس کی کسی کو اجازت نہیں یعنی نہ کمی نہ بیشی۔ حدودِ حرم کی ہر چہار جانب حد بندی ہوچکی ہے۔ اللہ حدودِ حرم کی حرمت کو عزت وکرامت مزید عطا فرمائے، آمین۔

اسی طرح وعید اس شخص پر بھی آئی جو اندھا و نابینا انسان کو راستے سے بھٹکا دے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتلائے اور یہ اندھے کو راستے سے بھٹکا کر غلط راہ پر لگا رہا ہے۔ یہ بہت ہی بڑا اخلاقی و دینی جرم ہے۔

اسی طرح وہ بھی کتنا بڑا بدکردار ہے جو جانور کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ:

مَنۡ وَجَدۡتُمُوۡہُ وَقَعَ عَلٰی بَھِیۡمَۃٍ فَاقۡتُلُوۡہُ وَ اقۡتُلُوا الۡبَھِیۡمَۃَ.

اس شخص کو اگر پاؤ جو چوپایہ کے ساتھ برائی کرے تو اس کو قتل کردو اور جانور کو بھی ذبح کردو۔ حدیث میں ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ مَنۡ وَقَعَ عَلٰی بَھِیۡمَۃٍ. (سنن کبری، ص: ۲۹۹ ۷)

اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جانوروں کے ساتھ غیر فطری عمل کرے۔

اللہ اکبر کبیر اً و استغفر اللہ! یہ کتنا بھیانک جرم ہے۔

اسی طرح وہ بھی لعنتی شخص ہے جو قومِ لوط والا عمل کرے۔ یعنی مرد مرد کے ساتھ یا لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرے، وہ دونوں ہی ملعون ہیں۔ حدیث میں ہے کہ

اُقۡتُلُوا الۡفَاعِلَ وَ الۡمَفۡعُوۡلَ لَہٗ.

جو اس فعل کو کرے یا کرائے دونوں کو قتل کردو۔ یہ خباثت کا عمل تو جانوروں میں بھی نہیں۔ یہ انسان کے لیے باعثِ رسوائی و خسران ہے۔ اللہ اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے، آمین۔

شطرنج کھیلنے والے پر لعنت

(۴۷) مَلۡعُوۡنٌ مَنۡ لَعِبَ بِالشَّطۡرَنۡجِ، وَ النَّاظِرُ اِلَیۡهَا کَالۡاٰکِلِ لَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ. (عن عبدان وابو موسیٰ) (جامع الصغیر، برقم: ۸۲۰۹)

ملعون ہے وہ شخص جو شطرنج کھیلتا ہے اور شطرنج کھیلنے والے کو دیکھنے والا ایسا گنہگار ہے جیسا سور کا گوشت کھانے والا۔

خنزیر کا گوشت کھانا بالاجماع تمام مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ جب دیکھنے والے کے لیے یہ وعید ہے تو پھر کھیلنے والے کے لیے کتنی سخت وعید ہوگی۔ اسی لیے امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک شطرنج کھیلنا حرام ہے۔

مَنۡ لَعِبَ بِالشَّطۡرَنۡجِ وَ النَّرۡدُشِیۡرِ فَکَاَنَّمَا غَمَّسَ یَدَهُ فِیۡ دَمِ خِنۡزِیۡرٍ.
(نصب الرایہ: ۴/۲۷۴)

جو شیطان یا نردشیر کھیلتا ہے گویا کہ اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے خون میں ڈبو دیا۔
(نردشیر شطرنج کی طرح ایک ایرانی کھیل ہے۔)

کسی جاندار پر محض نشانہ کے لیے گولی یا تیر چلانا لعنت کا سبب ہے

(۴۸) عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمَا اَنَّهُ مَرَّ بِفِتۡیَانٍ مِنۡ قُرَیۡشٍ قَدۡ نَصَبُوۡا طَیۡرًا اَوۡ دَجَاجَةً یَتَرَامُوۡنَهَا ، وَ قَدۡ جَعَلُوۡا لِصَاحِبِ الطَّیۡرِ کُلَّ خَاطِئَةٍ مِنۡ نَبۡلِهِمۡ، فَلَمَّا رَأَوُا ابۡنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوۡا. فَقَالَ ابۡنُ عُمَرَ : مَنۡ فَعَلَ هٰذَا؟ لَعَنَ اللّٰهُ مَنۡ فَعَلَ هٰذَا. اِنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَیۡئًا فِیۡهِ الرُّوۡحُ غَرَضًا.
(رواہ البخاری ومسلم۔ ترغیب، ج: ۳، ص: ۲۰۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک روز قریش کے نوجوانوں کے پاس سے گزرے جب کہ ان نوجوانوں نے ایک پرندہ یا مرغی نشانہ بازی کے لیے رکھا ہوا تھا جس پر تیر برسا رہے تھے اور جس شخص کا پرندہ تھا اس کے لیے ہر اس تیر کے بدلے جو چوک جائے اور خطا کر جائے کچھ رقم متعین کیے ہوئے تھے۔ جب قریش کے نوجوانوں

نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو ادھر اُدھر منتشر ہو گئے جس کو دیکھ کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ کس نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے ایسا کیا ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کیا ہے اس شخص پر جو کسی ذی روح جاندار کو بے فائدہ نشانہ بنائے۔ (بخاری و مسلم)

جاندار پر بے فائدہ تیر و گولی چلانا ممنوع ہے

شکار حلال جانور کا یا پرندہ کا مباح ہے مگر محض تفریحِ طبع کے لیے کسی ذی روح و جاندار کو نشانہ بنا کر مارنا شریعت میں ممنوع ہے۔ جس کا مقصد نہ گوشت کھانا ہو نہ ہی کوئی منفعت مقصود ہو۔ نسائی اور ابن حبان میں صحیح روایت ہے:

عَنِ الشَّرِيْدِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ : مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا عَبَثًا عَجَّ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ! اِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِىْ عَبَثًا ، وَ لَمْ يَقْتُلْنِىْ مَنْفِعَةً. (رواہ النسائی و ابن حبان فی صحیحہ۔ ترغیب، ج:۳، ص:۲۰۴)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ایک گوریا کو بے کار بے فائدہ قتل کر دیتا ہے وہ قیامت کے دن بآوازِ بلند اللہ تعالیٰ سے شکایت کرے گی کہ ربّ العزت! فلاں شخص نے مجھ کو بے منفعت و بے مقصد قتل کیا۔ (یعنی میری جان ضائع کر دی جبکہ میرے قتل سے اس کا مقصد کچھ نہ تھا، نہ کھانا نہ نفع حاصل کرنا۔) (نسائی، ابن حبان، ترغیب، ج:۳، ص:۲۰۴)

حرمِ مکی میں بیری کا درخت کاٹنے والے پر لعنت

(۴۹) مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا مِنْ رَسُوْلِهٖ، لَعَنَ اللّٰهُ قَاطِعَ السِّدْرِ.

(طبرانی، بیہقی، عن معاویہ بن حیدہ)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کہ رسول اللہ کی جانب سے، اللہ کی لعنت ہو (حرم کے) بیری کے درخت کاٹنے والے پر۔

حرمِ مکی کے بیری کے درخت کو کاٹنے کی ممانعت ہے۔ یہی اس روایت میں مراد ہے۔

چھ لوگ جن پر اللہ ورسولؐ نے لعنت بھیجی

(۵۰) وَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ کُلُّ نَبِیٍّ مُجَابٌ : اَلزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ الْمُکَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَ الْمُتَسَلِّطُ عَلٰی اُمَّتِیْ بِالْجَبَرُوْتِ لِیُذِلَّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ، وَ یُعِزَّ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ، وَ الْمُسْتَحِلُّ حُرْمَةَ اللّٰهِ، وَ الْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَ التَّارِکُ السُّنَّةَ. (رواه الطبرانی فی الکبیر و ابن حبان فی صحیحه و الحاکم و قال صحیح الاسناد و لا اعرف له علة. الترغیب و الترهیب، ج: ١، ص: ٨٤)

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت بھیجی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی ہے اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ وہ چھ آدمی یہ ہیں: ۱) اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا۔ ۲) اور وہ شخص جو جبر و قہر سے اقتدار حاصل کر کے اس آدمی کو عزت دے جس کو اللہ نے ذلیل کیا ہو اور جس کو اللہ نے عزت عطا کی ہو اس کو ذلیل کرے۔ ۳) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ ۴) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھنے والا۔ ۵) میری اولاد میں وہ آدمی جو محرمات کو حلال کرنے والا ہو۔ ۶) اور میری سنت کو چھوڑنے والا

پڑوسی کو ستانے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے

(۵۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْکُوْ جَارَهُ، فَقَالَ لَهُ اِذْهَبْ فَاصْبِرْ. فَأَتَاهُ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ: اِذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَکَ فِی الطَّرِیْقِ فَفَعَلَ. فَجَعَلَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ وَ یَسْأَلُوْنَهُ، فَیُخْبِرُهُمْ خَبَرَ جَارِهِ فَجَعَلُوْا یَلْعَنُوْنَهُ فَعَلَ اللّٰهُ بِهِ وَ فَعَلَ. وَ بَعْضُهُمْ یَدْعُوْ عَلَیْهِ فَجَاءَ اِلَیْهِ جَارُهُ فَقَالَ اِرْجِعْ فَاِنَّکَ لَنْ تَرٰی مِنِّیْ شَیْئًا تَکْرَهُهُ.

(رواہ ابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم۔ ترغیب، ج:۳، ص:۳۵۶)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ سے روایت ہے ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آئے اور اپنے پڑوسی کی (اذیت و تکلیف کی) شکایت کی۔ آقا ﷺ نے فرمایا واپس جاؤ اور صبر کرو۔ وہ صحابی دو یا تین بار حضور ﷺ کے پاس آئے۔ آخری بار حضور ﷺ نے فرمایا اپنے گھر جاؤ اور گھر کا تمام سامان و اسباب نکال کر راستے میں رکھ دو۔ (یعنی گھر خالی کر دو اور برے پڑوسی سے علیحدگی اختیار کرلو۔) اس صحابی نے ایسا ہی کیا (کہ گھر کا تمام سامان واثاثہ نکال کر روڈ پر رکھ دیا کہ نبی رحمت ﷺ کا فیصلہ تھا) اب جو بھی صحابی راستے سے گزرتا ان کو دیکھ کر (حیران ہوتا اور) پوچھتا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ صحابی سائل کو اپنے پڑوسی سے اذیت و تکلیف کی دربارِ رسالت میں شکایت، اور نبی کریم ﷺ کا فیصلہ سنا دیتے۔ اب جو بھی سنتا اُس برے پڑوسی پر لعن وطعن کرتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا اس وقت تک لوگ اس کو برا بھلا لعن وطعن کرتے رہے اور بعض لوگ تو اس برے پڑوسی کے لیے بد دعاء بھی کرتے۔ اب وہ برا پڑوسی اس شخص کے پاس بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا بھائی تو اپنے گھر میں واپس چلا جا۔ اب آج کے بعد تو مجھ سے کوئی بد خلقی و برائی (بدزبانی و بدکلامی، گالی گلوج، برا بھلا) نہ سنے گا جو تجھ کو تکلیف واذیت کا سبب ہو۔ اس روایت کو ابوداؤد، ابن حبان سے اپنی صحیح میں اور حاکم نے نقل کر کے لکھا کہ مسلم کی شرط پر روایت صحیح ہے)

اسی روایت سے ملتی جلتی ایک دوسری روایت طبرانی میں موجود ہے:

عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَشْکُوْ جَارَہٗ. قَالَ اِطْرَحْ مَتَاعَکَ عَلٰی طَرِیْقٍ فَطَرَحَهٗ فَجَعَلَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهِ وَ یَلْعَنُوْنَهٗ. فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ. قَالَ وَ مَا لَقِیْتَ مِنْهُمْ؟ قَالَ یَلْعَنُوْنَنِیْ! قَالَ قَدْ لَعَنَکَ اللّٰہُ قَبْلَ النَّاسِ. فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَعُوْدُ. فَجَاءَ الَّذِیْ شَکَاہُ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : اِرْفَعْ مَتَاعَکَ فَقَدْ کُفِیْتَ.

(رواه الطبرانی و البزاز باسنادً حسنً بنحوه الا انه قال .... ضَعْ مَتَاعَکَ عَلَی الطَّرِیْقِ اَوْ عَلٰی ظَهْرِ الطَّرِیْقِ فَوَضَعَهٗ. فَکَانَ کُلُّ مَنْ مَرَّ بِهٖ قَالَ

مَا شَأْنُکَ؟ قَالَ جَارِیْ یُؤْذِیْنِیْ. قَالَ فَیَدْعُوْ عَلَیْہِ فَجَاءَ جَارُہُ فَقَالَ : رُدَّ مَتَاعَکَ فَإِنِّیْ لَا اُوْذِیْکَ أَبَدًا.) (ترغیب وترہیب۔ج:۳،ص:۳۵۶)

ترجمہ: ابی جحیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس اپنے پڑوسی کی شکایت لے کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: گھر خالی کر دو اور تمام سامان واثاثہ راستے میں رکھ دو۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ اب جو بھی راستے سے گزرتا اس پر لعن وطعن کرتا تو وہ شخص (جس پر لوگ لعن وطعن کرتے) حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں سے مجھ کو (تکلیف) پہنچ رہی ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے سوال کیا: کیا پہنچ رہی ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ لوگ مجھ پر لعن وطعن کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں سے پہلے تجھ پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ انھوں نے عرض کیا: اب میں ایسی نادانی کا کام پڑوسی کے ساتھ نہیں کروں گا کہ لوگ مجھ پر لعن وطعن کریں۔ پھر اس شخص کے پاس آئے جنھوں نے حضور ﷺ سے شکایت کی تھی اور عرض کیا کہ اپنا سامان راستے سے اُٹھا لو کہ اب بہت ہو گیا (اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اذیت سے بھی بچا لیا اور میں اب تجھ پر زیادتی نہیں کروں گا کہ میں نے توبہ بھی اللہ تعالیٰ سے کر لی ہے۔ اور تجھ کو اذیت نہ دینے کا عہد وپیمان بھی۔)

(اتنا حصہ طبرانی میں ہے اور بزاز نے صحیح سند کے ساتھ روایت کر کے اضافہ بھی کیا ہے کہ) اپنا سامان گزرگاہ وراستہ پر رکھ دو یا فرمایا کہ بیچ راستے میں رکھ دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اب ہر شخص جو اُدھر سے گزرتا پوچھتا بھائی کیا بات ہے؟ کیا ہوا کہ گھر خالی کر کے سامان راستے پر رکھ دیا۔ بس وہ اتنا جواب دیتے کہ پڑوسی مجھ کو بہت اذیت دیتا ہے۔ پھر ہر گزرنے والا اس پڑوسی کے لیے بد دعائیں کرتا۔ پھر کیا تھا ان کا پڑوسی بھاگا ہوا آیا کہ بھائی تو اپنا سامان گھر واپس لے جا۔ اب میں تجھے کبھی بھی اذیت نہ دوں گا۔ (بزاز)

حکمتِ نبوی کا کمال

اس حدیث میں کمالاتِ نبوت اور بصیرتِ نبوی کے حکیمانہ اسلوب کا ایک گوشہ ظاہر ہوا ہے۔ پہلی چیز صبر کی تلقین کی گئی ہے یعنی انسان اپنے پڑوسی کو اوّلاً اذیت نہ دے اور

نہ ہی کسی تکلیف کا ذریعہ بنے۔ تاہم اگر کسی کو اپنے پڑوسی سے تکلیف و اذیت پہنچے تو صبر سے کام لے اور برداشت کرے کہ صبر بہترین عبادت و طاعت ہے مگر انسان کی طبیعت مختلف صفات پر پیدا کی گئی ہے۔ ایک شخص میں صبر کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور ایک شخص میں کم۔ کوئی پوری زندگی صبر و تحمل سے گزار دیتا ہے اور کوئی چند دنوں میں ہی تھک ہار جاتا ہے۔ مزاج اپنا اپنا طبیعت اپنی اپنی۔ شریعتِ ربانی اور نبوتِ خاتمیت دونوں کو رشد و ہدایت اور صفاتِ حمیدہ و خصالِ ستودہ کی تلقین برابر کرتی ہے۔ ہر شخص اپنے ظرف کے مناسب سُمع و طاعت کا ثبوت دیتا ہے اور دونوں ہی اللہ و رسول کی جناب میں مقبول و محبوب ہے کہ شریعتِ محمدی ﷺ نے قربِ ربانی کے حصول کے لیے ہر شخص کو اس کی ہمت کے بقدر آزادی کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزت میں تقرب وتعبد کی راہ مرضیِ مولا کو حاصل کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ جس میں جتنی ہمت ہو وہ چلتا جائے اور اپنے مولا کا قرب پاتا جائے۔ جہاں تک جائے کوئی حد نہیں۔ بس بندگی کی حدود سے نہ نکلے۔ ترقی کی راہ میں خالق کی جانب سے رشد و ہدایت کی راہ کھلی ہے۔ اگر کہیں رکاوٹ ہے تو وہ بندے کا عجز اور ہمت وعزم کا نقص ہے۔

بصیرتِ نبوی سے دونوں کو راحت ملی

نبی رحمت ﷺ نے شکایت کرنے والے کو حکم دیا کہ گھر کا تمام ساز و سامان نکال کر سرِ راہ رکھ دو۔ اس میں بھی شکایت کرنے والے صحابی کا امتحان تھا کہ سمع و طاعت کا کتنا جذبہ ہے (آج کا دور ہوتا تو لوگ کیا کیا باتیں کرتے کہ واہ جناب! کیا خوب فیصلہ ہے، جس کا مکان ہے وہی مکان خالی کردے۔ بیوی بچوں کو گھر سے بے گھر کردے، راستے میں بیٹھ کر رسوا و ذلیل ہو، پھر تو مجرم اور بھی جرم کا عادی بنے گا۔ مجرم کی پشت پناہی... یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میں ستایا بھی جاؤں اور گھر بھی خالی کردوں، اور مجرم کو کچھ نہ کہا جائے، اور نہ معلوم کیا کیا باتیں لوگوں میں ہوں گی مگر قربان جایئے محمد ﷺ کی خاتمیتِ نبوت پر کہ ایسا حل نکالا کہ جس کا کوئی بدل نہیں۔)

الغرض شکایت کرنے والے صحابی نے بھی آقاؐ کے فرمان پر فدائیت کا حق ادا کردیا۔سمع و طاعت کا قیامت تک کے لیے پوری اُمت کے سامنے بے مثال نمونہ پیش کردیا۔آقاؐ کے حکم کی اتباع میں مکان خالی کردیا۔ بیوی بچوں کو سرِ راہ ساز و سامان کے ساتھ بٹھا دیا۔اور اتباعِ رسول ﷺ میں جو مخفی و چھپی ہوئی رحمتیں ہیں اس کے سراپا منتظر بن گئے۔اَبرِ کرم، نبی اکرم ﷺ کا متوجہ ہوا۔اب جو بھی اُدھر سے گزرتا اس حادثے کا سبب پوچھتا اور پڑوسی کی حرکت کی مذمت و ملامت کرتا۔ پھر عہدِ نبوت میں مذمت و ملامت ہو رہی ہے،خود ہی دربارِ رسالت میں آ گیا کہ نبیِ رحمت ''لقیت من الناس'' لوگوں سے اب ملامت و مذمت کا سامنا ہو رہا ہے۔آقاؐ نے بھی دہرادیا ''و ما لقیت منھم؟'' ہاں! لوگوں سے کیا ملامت و مذمت پہنچ رہی ہے؟ ''قال یلعنوننی'' لوگ مجھ پر لعن وطعن کررہے ہیں۔آقاؐ نے فرمایا ''قد لعنک اللہ قبل الناس'' لوگوں کی زبان پر لعن طعن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

رسالت مآب ﷺ نے روحانی اور عقیدے کا بھی علاج فرمادیا کہ لوگوں کی زبان تو خلاقِ عالم کی دستِ قدرت میں ہے اور لوگوں کی زبان پر جو لعن وطعن ہے وہ الٰہی لعن وطعن کا اثر ہے۔اور لوگوں کی ناراضگی اور مذمت و ملامت سے ربّ العزت کی ناراضگی کا اندازہ لگالو اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی و رضا مل جائے تو پڑوسی کو خوش رکھو اور لوگوں کو پڑوسی کی خوشی پر شاہد بنالو۔ جس طرح لوگ تمہاری مذمت کررہے ہیں وہ تمہاری بھلائی و خیرخواہی کی شہادت دیں۔اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ سکو گے۔جو ابھی تک پڑوسی کو ستا رہے تھے اب نہ ستانے کا عہد و پیمان رسالت مآب ﷺ کی جناب میں کررہے ہیں اور خود ہی آکر شکایت کرنے والے سے عرض کررہے ہیں کہ اب گھر واپس چلے جاؤ۔ جو ہوگیا اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔اب آئندہ ایسا کچھ نہ ہوگا اور میری اصلاح کے لیے وہی کافی ہے جو لوگوں کی جانب سے ملامت و مذمت مل چکی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں۔

اس حکمتِ عملی سے دونوں کو عافیت ملی اور دونوں کی راحت کا سامان ہوگیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَدْرِ التَّمَامِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ نُوْرِ الظَّلَامِ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی جَمِیْعِ الْاَنَامِ.

پڑوسی کو ستانے والا مومن کامل نہیں ہوسکتا

(۵۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ وَ اللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ، وَ اللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ ، وَ اللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ. قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ! قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ. (بخاری، مسلم، احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ؟ حضرت ﷺ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی بدزبانی و بدکلامی و اذیت سے محفوظ نہیں۔

بخاری ہی میں دوسری روایت ہے جس میں تین دفعہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر کہا واللہ وہ مومن نہیں، واللہ وہ مومن نہیں، واللہ وہ مومن نہیں۔ صحابہؓ نے سوال کیا کون یا رسول اللہ! لَقَدْ خَابَ وَ خَسِرَ مَنْ ھٰذَا ۔ وہ تو ہلاک ہوگیا اور خسارہ میں پڑ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی برائی سے مامون و محفوظ نہ ہو۔ صحابہؓ نے سوال کیا برائی سے کیا مراد ہے؟ قال : شرہ۔ یعنی اس کی شرارت و شقاوت سے۔ (بخاری، ترغیب، ۳۵۲/۳)

یعنی جب دیکھو برا بھلا بک رہا ہے، کوس رہا ہے، تمھارے بچے یوں یوں ... تمھارے بچے ناکام ہوں گے ... تم ایسے ہو یا ایسی ہو ... تمھارا خاندان یا تمھارا کون کامیاب ہوا ہے ... آج یہ بیماری ہمارے معاشرے میں عام ہوگئی ہے۔ حضور ﷺ نے بشارت دے دی کہ ایسا کہنے والا مومن کامل نہیں ہوسکتا۔ اگلا کامیاب ہو یا ناکام مگر بولنے والا تو مومن کامل نہیں کہ اپنی بدزبانی و بدکلامی اور دوسرے کو کوسنے، طعنہ دے کر اذیت پہنچانے سے باز

نہیں آ رہا ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اس کے ایمان کو روگ و بیماری لگ گئی ہے اور اس بیماری کا اظہار اپنے پڑوسی کو کوسنے اور اذیت و تکلیف دینے سے ظاہر کر رہا ہے۔

موذی پڑوسی خواہ اپنے ہوں یا بیگانے

پڑوسی کبھی اپنے ہوتے ہیں اور کبھی بیگانے۔ ہمارے عہد میں تو بیگانے سے زیادہ اپنوں سے اذیت ہوتی ہے۔ اپنے وہ دکھ درد اور رنج و الم پہنچاتے ہیں جو دوسروں سے ممکن نہیں۔ ساس و خسر نے اپنی بہو کو صبح و شام رات و دن خواہ مخواہ کی ذہنی، دماغی، جسمانی ہر طرح کی اذیت دینا شعار اور وظیفہ بنا رکھا ہے۔ افسوس کہ دینی ماحول نہیں۔ گھروں میں تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار کا اہتمام نہیں تاہم اگر کوئی بچی گھر میں تلاوت کا اہتمام کرتی ہے یا وظیفہ اور ذکر و اذکار کا التزام کرتی ہے، کسی اللہ والے سے طہارتِ قلبی اور تزکیۂ نفوس کی اصلاح کراتی ہے تو گھر والے طعنہ دیتے ہیں کہ جب دیکھو قرآن لے کر بیٹھ جاتی ہے، وظیفہ پڑھتی ہے، مراقبہ کرتی ہے اور پڑوسی ساس و خسر لعن و طعن کرتے ہیں۔ کیا وقت آ گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گھریلو ماحول میں ذکر اللہ اور تلاوت کا اہتمام تو فضلِ ربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ احزاب، آیت ۳۵ میں تفصیل کے ساتھ مومن مرد و عورت کی صفات کا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا:

﴿ اَلذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَ الذّٰکِرَاتِ ﴾

ترجمہ: اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں۔

﴿ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾

ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

یعنی دل و زبان سے بکثرت اللہ کی یاد کرنے والے مرد اور عورتیں۔ بکثرت سے مراد وہی لوگ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتے ہوں یا کرتی ہوں، کسی وقت اللہ کی یاد و ذکر سے غافل نہ ہوں، سست نہ ہوں، ہر وقت ذکر میں دل ڈوبا رہے۔

واقعہ ہے کہ ایک صاحبہ کو ذکر کی توفیق ہوگئی۔ عصر بعد معمولات و ذکر کی پابندی کرتیں۔ بعد مغرب مراقبہ کرتیں تو گھر کے لوگوں نے طعنہ دیا کہ تم اپنے پیر کو کہو کہ تمھارے ذکر کے اوقات کو بدلیں اور تم ہماری خدمت کرو۔ چائے بناؤ۔ افسوس صد افسوس! اُن صاحب کو قرآن کی آیت نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں حکم دیا ہے۔

صبح و شام ذکر اللہ کی پابندی

﴿ وَ اصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا . وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ (سورۂ کہف: ۲۸)

ترجمہ: اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں۔

(یعنی ذاکرین کی صحبت میں رہنا اور ان کے ساتھ مجالست رکھنا اور ان سے کسی دنیاوی رونق کے سبب توجہ نہ ہٹنا چاہیے۔ یہ اللہ کا حکم رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ اور اب گھر والے خود تو غفلت میں ہیں ہی، ذکر کرنے والی بہو کو کہتے ہیں تم ہمارا ساتھ غفلت میں دو۔ ہونا یہ چاہیے کہ غفلت والے ذکر والی بہو بیٹی کا ساتھ دیں اور اللہ کی نصرت و مدد حاصل کریں۔ نہ کہ ذاکرات بہو کو غفلت کی دعوت دیں اور اس پر طعنہ دیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اُمت کس قدر قرآن سے دور چلی گئی۔)

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ﴿ و لا تطع من اغفلنا ﴾ ...الخ

اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے۔

(ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

معلوم ہوا عبادت و اطاعت، ذکر و اذکار، اوراد و وظائف کو چھوڑ کر کسی نفسانی خواہش والے کی بات نہ ماننا، یہ اللہ کا حکم جب رسول اللہ ﷺ کو ہے تو پھر ہم لوگ جو ہر وقت غفلت میں ڈوبے ہیں، کب کسی ذاکر یا ذاکرات بہو پر ہماری اتباع ضروری ہے اور ذکر اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں مشغول کرنا خواہشِ نفس کی اتباع ہے۔ اسی لیے ربّ العزت نے واضح طور پر فرمادیا:

﴿ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ الْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴾ (سورۂ کہف:۴۶)

ترجمہ: مال اور اولاد حیاتِ دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ تو آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

حضرت تھانویؒ نے فوائد میں بہت ہی اچھی بات لکھی ہے:

''اعمالِ صالحہ پر جو اُمیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ آخرت میں پوری ہوں گی اور اس سے بھی زیادہ ثواب ملے گا بخلاف متاعِ دنیا کے کہ اس سے خود دنیا ہی میں اُمیدیں نہیں پوری ہوتیں اور آخرت میں تو احتمال ہی نہیں، اس لیے دنیا سے دلچسپی یا اس پر فخر نہ کرنا چاہیے بلکہ آخرت کا اہتمام کرنا چاہیے۔''

اللہ اکبر کبیراً! حضرت تھانویؒ کی باتیں حکیمانہ اور اِلہامی ہوتی ہیں۔ ایک شخص دس بیس سال دل و جان سے کسی کی خدمت کرتا ہے یا کرتی ہے اور اچھی اُمید لگائے ہوا ہے یا لگائے ہوئی ہے مگر جس دن خدمت نہیں کرتی بس دس بیس سال کی تمام خدمات کو بھول کر شکوہ و شکایت اور نہ معلوم کیا کیا داستانیں کھلتی ہیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی بات نقل کرنا بہت ہی مناسب ہے۔

حضرت لاہوریؒ اپنے زمانے کے صاحبِ حال و قال، صاحبِ مشاہدہ اور صاحبِ تصرف اولیاءِ راسخین و کاملین میں گزرے ہیں۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے مرشد و

مربی ہیں۔ ایک موقع پر لاہور میں لاکھوں کے مجمع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
''لاہوریو! تم بھی سنو اور عبید اللہ انور تم بھی سنو۔ (حضرتؒ کے صاحبزادے تھے) جب تک تم لوگوں کی خواہشیں پوری کرتے رہوں گے لوگ خوش رہیں گے اور جس دن ان کی خواہش پوری کرنا چھوڑ دو گے تمھاری شکایتیں و عداوتیں شروع ہو جائیں گی۔ حتی کہ اگر اپنے جسم کی ہڈی کے اندر کے گودے کی اخنی بنا کر لوگوں کو پلا دو گے تو بھی یہ تمھارے نہیں ہوں گے۔ دنیا مفاد پرست واقع ہوئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی یاد میں اس کو کھلاؤ، مٹاؤ۔ جو چاہتا کچھ بھی نہیں ہے۔ بندہ کو نوازتا ہی رہتا ہے۔ قدر دان ہے۔ ایک پر دس اور سات سو تک دیتا ہے۔ اس حقیقت کو جس نے جان لیا اس کی عاقبت سنور گئی۔ اس کو اس دنیا میں مخلوق سے عافیت مل گئی اور آخرت میں مغفرت و جنت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو تلاشو، دنیا اتنی کمینی اور اس کے پیچھے اپنی خواہشات کو پورا کرنے والے اتنے کمینے و کم ظرف ہیں کہ ایک پیالی چائے نہ ملی تو تمھاری شکایت شروع کر دیں گے۔ سالہا سال کی خدمات کو فراموش کر کے بد خلقی پر اُتر آئیں گے۔ اس لیے اپنے معبود و مسجود کو راضی کرو۔ مخلوق کی خوشی کے خاطر خالق و مالک کو ناراض کرنا بہت بڑا دھوکہ اور خسارہ و نقصان کا باعث ہے۔ جب تک تم صحت مند رہو گے، خدمت کرتے رہو گے، لوگوں کی اُمنگیں پوری کرتے رہو گے تم سے لوگ اُمید لگائے رہیں گے۔ جس دن صحت گر جائے گی، خدمت کے قابل نہ رہو گے، لوگوں کی اُمیدیں پوری نہ کر سکو گے نگاہوں سے گر جاؤ گے، بھلا دیے جاؤ گے۔ اور ربّ العزت تو تم کو زندگی میں قوت، طاقت، صحت اس لیے دیتا ہے کہ مرنے کے بعد جب سب بھلا دیں گے تو ارحم الراحمین کی رحمتیں تم کو آغوش میں لے لیں گی۔ ابد الآباد کے لیے تم کو سکھ چین کی جگہ جنت دیں گے۔ اس لیے ہوش گوش سے کام لو۔''

حضرت لاہوریؒ نے ایک موقع پر اپنی بچیوں کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہماری پیاری بیٹیو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کی نعمت سے تم کو نوازا ہے اور اپنے نام سے اُنس عطا کر کے دل کی دنیا کو تمھارے آباد کر کے بربادی سے بچایا ہے۔ بیٹیو! یہ بہت بڑی نعمت

ہاتھ لگ گئی ہے۔ سب سے ہٹ کٹ کر انہی کے نام پر مرنا مٹنا سعادت ہے۔ دیکھو یہ نعمت ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ایمان والوں کو غفلت زیب نہیں دیتی اور آج ہمارے عہد میں تو غفلت نے لوگوں کو بے غیرت بنا دیا۔ (سامنے ٹی وی رکھا ہے، جوان بیٹی، پوتی، نواسی، جوان بچے بیٹھے ہیں اور بے غیرتی کا منظر دیکھ رہے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون!

اور نمازی، داڑھی والے بڑے میاں بھی تشریف فرما ہیں۔ افسوس ہائے اسلامی حیا کہاں چھپ گئی۔) اس رسالے کا یہ موضوع نہیں۔ درمیان میں ایک اصلاحی بات آگئی۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو لعنتی کاموں سے بچائے اور حدود کے اندر رہتے ہوئے حقوق کی ادائیگی کی توفیق بخشے۔ اس موضوع پر تمام مسلم گھرانوں میں حضرت تھانویؒ کی کتاب 'آدابِ زندگی' کی تعلیم ہونی چاہیے تا کہ ہمیں دین کا صحیح علم ہو اور ہم شعوری مسلم بن جائیں۔ بلکہ حضرت تھانویؒ کی چند کتابیں ہر مسلم گھرانوں میں زیر تعلیم ہوں:

(۱) آدابِ زندگی (۲) تعلیم الدین (۳) حیات المسلمین۔

بھائی کا بھائی سے، ماں کا بیٹی سے تال میل اور بہو سے نفرت و عداوت۔ باپ کا بیٹے کے گھر کو برباد کر کے داماد کا گھر آباد کرنا، بہو سے غیر شرعی اور حقوقِ انسانیت کو پامال کر کے خدمت کا مطالبہ کرنا۔ اگر ہر شخص حدود کے اندر رہتے ہوئے زندگی گزارنے کا شرعی طریقہ اپنائے تو کیوں ہمارا گھر جنت کا گہوارہ نہ بنے گا۔ محبت کے ماحول میں جو بھی خدمت ہو اللہ و رسول ﷺ منع نہیں کرتے۔ مگر جب اختلاف ہو، طبیعت میں نفرت و عداوت آنے لگے پھر آدابِ زندگی آپ کو حدود و حقوق کی رہنمائی کریں گے۔

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ وَ اَتُوۡبُ اِلَيۡهِ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيۡنَ وَ سَلِّمۡ تَسۡلِيۡمًا كَثِيۡرًا

اہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دینے والے پر لعنت ہے

اس پاک طیب مکرم شہر کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ پر ظلم کرنے، انھیں اذیت دینے اور انھیں خوفزدہ کرنے کو حرام قرار دیا ہے جو ایسا کرے گا وہ ملعون اور رحمتِ الٰہی سے بہت دور ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کا نہ کوئی فرض اور نہ کوئی

نفل قبول فرمائے گا۔ یہ انتہائی خطرناک معاملہ ہے اللہ تعالیٰ ایسے فعل سے محفوظ فرمائے۔

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے یہ دعا مانگی: ''اے اللہ! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوفزدہ کرے تو اسے خوفزدہ فرما اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس کا نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل۔''

حضرت ابی بکرہ سے مروی ہے: فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا مدینہ طیبہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہوگا، اس دن مدینہ کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو وہ فرشتے ہوں گے۔ (بخاری)

حدیث شریف میں آتا ہے مدینہ منورہ کا پھل آپ کو اس قدر پسند تھا کہ جب موسم کا پھل اوّل مرتبہ آپ ﷺ کے سامنے لایا جاتا تو اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے۔ (مسلم)

اہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دینے والے پر لعنت

(۵۳) بخاری و مسلم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے:

۱) **فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَثًا اَوْ آوىٰ مُحْدِثًا فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ، لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا. وَ لَفْظُ الْبُخَارِیِّ : لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ.** (بخاری تحریم المدینة، و کتاب فضائل المدینة. و فی الاعتصام بالکتاب و السنة و ایضًا فی المسلم)

جو مدینہ منورہ میں نئی بات پیدا کرے یا کسی بدعتی کے پاس جائے اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس سے قیامت کے دن کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی۔ (بخاری، مسلم)

۲) **مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ وَ عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ، لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا.** (ابن نجاز)

جو اہلِ مدینہ کو ناحق و بے قصور خوف زدہ کرتا اور ڈراتا دھمکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو

ڈرائے گا اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی معاوضہ قبول فرمائے گا اور نہ ہی اس سے راہِ نجات ہوگی۔

۳) مَنْ آذیٰ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ اٰذَاهُ اللّٰهُ وَ عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلائِکَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ، وَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ.

(مجمع الزوائد واطبرانی۔وفاء الوفاء، ص:۱۷۳۔الباب الثانی)

جو اہلِ مدینہ کو اذیت و تکلیف دے گا اللہ تعالیٰ اس کو اذیت و تکلیف دے گا اور اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت۔ اس سے کچھ قبول نہ ہوگا نہ نجات ملے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۴) مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ ظَالِمًا لَهُمْ اَخَافَهُ اللّٰهُ ، وَ کَانَتْ عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ. (نسائی ، ابن حبان)

جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے یا خوف زدہ کرے ناحق و بے وجہ اس کو اللہ ڈرائے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۵) سعید بن میبؒ سے روایت کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی۔ یہاں تک کہ آپؐ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ مَنْ اَرَادَنِیْ وَ اَهْلَ بَلَدِیْ بِسُوْءٍ فَعَجِّلْ هَلَاکَهُ.

(ابن زبالۃ۔وفاء الوفاء)

اے اللہ! جو میرے ساتھ یا میرے شہرِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کو جلد ہی تو ہلاک و برباد کردے۔

۶) عبادہ بن صامت رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ نے دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ وَ اَخَافَهُمْ فَاَخِفْهُ وَ عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلائِکَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ.

(الطبرانی برجال الصحیح۔وفاءالوفاء،ص:۱۷۰۔الباب الثانی)

اے اللہ! جواہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور انھیں خوف زدہ کرے تو اسے خوفزدہ فرما اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔اس کا کچھ بھی قبول نہیں ہوگا (یعنی نہ فرض قبول ہوگا نہ نفل)۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۷) مَنْ اَرَادَ اَهْلَ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوْءٍ – يَعْنِى الْمَدِيْنَةَ – اَذَابَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ.

(صحیح مسلم، کتاب الحج۔ باب من اراد باھل المدینۃ بسوء)

جو اہلِ مدینہ کے ساتھ بدخواہی کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو اس طرح مٹادے گا جس طرح نمک کا وجود پانی میں مٹ جاتا ہے۔(مسلم، کتاب الحج)

۸) اَيُّمَا جَبَّارٍ اَرَادَ الْمَدِيْنَةَ بِسُوْءٍ اَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ. (فضائل المدینۃ للجندی و اخرجہ الحمیدی فی مسندہ، ج:۲، ص:۴۹۲)

جو بھی ظلم وزیادتی کرنے والا اہلِ مدینہ کے ساتھ برا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو مٹادے گا جیسا کہ نمک پانی میں مٹ جاتا ہے۔

بخاری شریف میں روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۹) لَا يَكِيْدُ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَحَدٌ اِلَّا اِنْمَاعَ كَمَا يُنْمَاعُ الْمِلْحُ فِى الْمَاءِ. (بخاری، کتاب فضائل المدینۃ. باب اثم من کاد اھل المدینۃ، ۱۸۷۷)

جو اہلِ مدینہ منورہ کے ساتھ دھوکہ دہی وفریب کا معاملہ کرے گا مگر وہ مٹ جائے گا جیسا کہ نمک پانی میں مٹ جاتا ہے۔

طبرانی میں روایت ہے سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے:

۱۰) مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَخَافَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ صَرْفًا وَّ لَا عَدْلًا. (طبرانی فی الکبری، ج: ۸، ص:۱۴۴، رقم: ۶۶۳۷.

مجمع الزوائد، ج:۳، ص:۳۰۶)

جو اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن خوف زدہ کریں گے اور اس پر ناراض ہوں گے اور اس سے کچھ بھی قبول نہ کریں گے۔ (طبرانی)

الغرض اس سلسلے میں روایتیں بہت ہیں جن کا احصاء مقصود نہیں۔ عظمتِ رسول ﷺ کے ارادے سے یہ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ شہرِ مدینہ کا رتبہ و مرتبہ ہمارے تصورات و تخیلات کی دنیا سے بہت ہی بلند ہے۔ اس سرزمین کی مقدس ومطہر تربت کو خاتم النّبیین ﷺ کالمس حاصل ہے جو عرشِ اعظم سے افضل و اعلیٰ ہے۔ (صلّی اللّٰہ علی نور الھدیٰ و سلَّمَ تسلیمًا کثیرًا)

بہرحال جو اہلِ مدینہ اور شہرِ رسول اللہؐ کے ساکنین ومکین کو کسی بھی طرح اذیت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عذاب دیں گے کہ ہلاک کردیں گے اور آخرت میں بھی عذابِ نار دیں گے۔ نہ دنیا میں پنپ سکے گا نہ ہی آخرت میں عذاب سے بچ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صاحبِ مدینہ ﷺ اور شہرِ مدینہ کی حرمت وعظمت کو ملحوظ رکھ کر لعنت و پھٹکار اور ہلاکت وعذاب سے بچائے۔ آمین۔

لوگ آج بھی حضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں

(۵۴) وَ رَوٰی اَحْمَدُ بِرِجَالِ الصَّحِیْحِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا أَنَّ اَمِیْرًا مِنْ اُمَرَاءِ الْفِتْنَۃِ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ ، وَ کَانَ قَدْ ذَھَبَ بَصَرُ جَابِرٌ، فَقِیْلَ لِجَابِرٍ : لَوْ تنحیت عَنْہُ . فَخَرَجَ یَمْشِیْ بَیْنَ اِبْنَیْہِ ، فَنُکِبَ ، فَقَالَ تَعِسَ مَنْ أَخَافَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ : فَقَالَ اِبْنَاہُ ، اَوْ اَحَدُھُمَا ، یَا اَبَتِ ، وَ کَیْفَ اُخَافَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ قَدْ مَاتَ ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : ''مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَدْ اَخَافَ مَا بَیْنَ جَنْبِیْ.'' (المسند، ج:۳، ص:۳۵۴۔ مع قصۃ و بدونھا. ج:۳،ص:۳۹۳۔ و اخرجہ ابن ابی شیبۃ، ج:۱۲،ص:۱۸۰۔ و قال الھیثمی فی المجمع، ج:۳،ص:۳۰۶۔ رواہ احمد و رجالہ رجال الصحیح. وفاء

الوفاء. الباب الثانی، ص:۱۷۱)

امام احمدؒ نے صحیح سند کے ساتھ جابر بن عبد اللہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سے روایت کیا ہے کہ ایک امیر و گورنر، فتنہ وفساد کے حاکم کی طرف سے مدینہ منورہ میں آیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ حضرت جابر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے آنکھ کی روشنی جا چکی تھی۔ تو حضرت جابر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے کہا گیا کہ اگر آپ علیحدہ ہی رہیں تو اچھا ہو (یعنی ایسے حالات میں آپ الگ تھلگ ہی رہیں جبکہ آپ کی آنکھ کی روشنی بھی جا چکی ہے) تو حضرت جابر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اپنے دو بیٹوں کے سہارے مدینہ منورہ سے چل پڑے تو ان کو راستے میں کوئی تکلیف ہوئی (یعنی راستے میں کوئی ٹھوکر لگی یا کوئی اور بات تکلیف کا سبب بنی) تو انھوں نے فرمایا برباد و تباہ ہو وہ شخص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوف زدہ کرتا ہے۔ یہ سن کر ان کے دونوں بیٹوں نے یا ایک نے تعجب سے کہا کہ ابا جان! کوئی رسول اللہ ﷺ کو اب کس طرح تکلیف پہنچا سکتا ہے جبکہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے؟ یہ سن کر حضرت جابر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرتا ہے وہ میرے دل کو خوف زدہ کرتا ہے۔

(اس کو مسند احمد (ج:۳، ص:۳۵۴) میں پورے واقعے کے ساتھ نقل کیا ہے اور بغیر واقعہ کے (ج:۳، ص:۳۹۳) پر نقل کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے (ج:۱۲، ص:۱۸۰) میں نقل کیا ہے اور مجمع الزوائد (ج:۳، ص:۳۰۶) پر نقل کیا ہے۔ اور امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

تفصیل کے لیے وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ کا باب الثانی مطالعہ کریں۔ یہ رسالہ اس موضوع کا نہیں ہے۔ محض آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شہرِ مدینہ کی حرمت کی خاطر یہ حدیثیں آقا کی نقل کی گئی ہیں۔ پچھلے باب میں آپ نے پڑھا تھا کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دے گا اس پر لعنت تھی۔ اب آپ نے یہ بھی پڑھ لیا کہ جس شہر میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اس شہر کے باشندے کو بھی اذیت و تکلیف دینا لعنت کا

سبب ہے اور اسی پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ روحی فداہ ابی و امیؐ کے قلبِ اطہر و انور کو خوفزدہ کرنا اور تکلیف پہنچانا ہے۔ مسئلہ بہت نازک ہے۔ جو لوگ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے اور یہ حدیثِ رسول حیاتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت واضح دلیل ہے کہ اذیت و تکلیف کا ہونا حیات کی دلیل ہے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے صاحبزادوں کو حیات کی بات معلوم نہ تھی تو والد سے وصالِ حق کی بات کی۔ حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے لڑکوں کو سمجھا دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات باقی ہے اور وہ اتنی قوی و مستحکم ہے کہ اہلِ مدینہ کے ہر فرد و بشر سے اتصال و ربطِ قوی رکھتی ہے اور اُن کا دکھ درد آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے دکھ درد کا باعث بنتا ہے۔ اگر خالص برزخی حیات ہوتی تو اہلِ مدینہ کے ساتھ ربط و تعلق اور شہرِ مدینہ والوں کے درد و الم سے رنجیدہ کیوں ہوتی۔ ہم اجماعِ اُمت کے ساتھ حیاتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی کو ایمان باللہ و بالرسول کی حقیقت جانتے اور مانتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَدْرِ التَّمَامِ وَ صَلِّ عَلٰی نُوْرِ الظَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی مِفْتَاحِ دَارِ السَّلَامِ وَ صَلِّ عَلٰی فِیْ جَمِیْعِ الْاَنَامِ بِعَدَدِ مَعْلُوْمَاتٍ لَّکَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ.

بھائی بھائی کو جدا کرنے والے پر لعنت

(۵۵) لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الْوَالِدَۃِ وَ وَلَدِھَا وَ بَیْنَ الْاَخِ وَ اَخِیْہِ.

(عن ابی موسیٰ - صحیح - ابن ماجہ)

اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائیگی کر دے اور لعنت ہو اس پر بھی جو بھائی کو بھائی سے جدا کر دے۔

اس حدیث میں وعید کا تعلق اس سے ہے کہ ایک شخص کے پاس باندی اور لونڈی ہے اور اس کی گود میں معصوم شیر خوار بچہ ہے۔ اب اس کا آقا ماں کو فروخت کر دیتا ہے اور بچے کو رکھ لیتا ہے۔ اس طرح ماں بچے سے اور بچے کو ماں سے جدا کر دیتا ہے۔ اگر بچے

میں تمیز اور شعور ہو جائے تو ممانعت نہیں ہے۔ شعور و تمیز سے پہلے دونوں کے درمیان جدائیگی حرام ہے۔

اُمّ ولد کی بیع حرام ہے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورۂ محمد (آیت ۳۳) سے اُمّ الولد کی بیع کو حرام قرار دیا یعنی وہ مملوکہ کنیز جس سے کوئی اولاد پیدا ہو چکی ہو اس کو فروخت کرنا اس اولاد سے قطع رحمی کا ذریعہ ہے جو موجبِ لعنت ہے۔ اس لیے اُمّ الولد کی فروخت کو حرام قرار دیا۔ (رواہ الحاکم وصححہ وابن المنذر عن بریرۃ۔ گلدستہ، ج:۶، ص:۹۵۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی کی چیخ کی آواز سنی۔ فرمایا یرفا! دیکھ تو یہ آواز کیسی ہے؟ یرفا نے کہا ایک لڑکی ہے جس کی ماں کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ فرمایا مہاجرین اور انصار کو بلا کر لا۔ تھوڑی ہی دیر میں (سب آ گئے اور) حجرہ بھر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوّل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جو شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اس میں رشتہ داریاں منقطع کرنے کا حکم ہے؟ حاضرین نے کہا نہیں ہے۔ فرمایا تو تمھارے اندر یہ قطع قرابت پیدا ہو گیا ہے۔ پھر آپ نے آیت

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ ﴾

تلاوت فرمائی۔ قطع قرابت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ تمھارے اندر کسی شخص کی ماں فروخت کی جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے (اس فروخت کے علاوہ دوسری) گنجائش عطا فرما دی ہے۔ حاضرین نے کہا پھر آپ کی جو رائے ہو کیجیے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اطرافِ ملک میں لکھ بھیجا کہ کسی آزاد شخص کی ماں نہ فروخت کی جائے۔ یہ قطع رحم ہے۔ جائز نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری۔ گلدستہ، ج:۶، ص:۹۵۵)

خنزیر کی طرح جسم کو موٹا کیا تو ان پر لعنت اُتری

(۵۶) اَوۡحَی اللّٰہُ تَعَالٰی اِلٰی مُوۡسٰی اَنَّ قَوۡمَکَ بَنُوۡا مَسَاجِدَھُمۡ وَ خَرَّبُوۡا قُلُوۡبَھُمۡ ، وَ تَسَمَّنُوۡا کَمَا تُسَمَّنُ الۡخَنَازِیۡرُ یَوۡمَ ذِبۡحِھَا وَ اِنِّیۡ نَظَرۡتُ اِلَیۡھِمۡ فَلَعَنۡتُھُمۡ فَلَا اَسۡتَجِیۡبُ لَھُمۡ وَ لَا اُعۡطِیۡھُمۡ مَسۡأَلَتَھُمۡ.

(کنز العمال، ج:۱۶،ص:۲۲۳،۴۳۷۲۳۔الاتحاف،ص:۵۳۸۔ جامع الاحادیث القدسیہ،۱۰۸۲)

اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: آپ کی قوم نے مساجد تو تعمیر کیں اور دل کو خراب کرلیا، اور جسموں کو خنزیر کو ذبح کرنے کے لیے جس طرح موٹا کیا جاتا ہے ایسا موٹا کرلیا، میں نے جب ان کی طرف نگاہ ڈالی تو ان پر لعنت کی ، میں نہ ان کی دعاء قبول کروں گا اور نہ ہی ان کے سوال کو پورا کروں گا۔

حق جل مجدہ بندے کے دلوں کو دیکھتے ہیں

مسلم شریف میں حدیث ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یَنۡظُرُ اِلٰی اَجۡسَادِکُمۡ وَ لَا اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَ لٰکِنۡ یَنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ. (فیض القدیر ۲/ ۳۵۲)

بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے قلوب اور دلوں کو دیکھتا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَ اَمۡوَالِکُمۡ وَ لٰکِنۡ اِنَّمَا یَنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَ اَعۡمَالِکُمۡ. (فیض القدیر)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا نہ اس کی نظریں تمہارے مال پر ہیں بلکہ اس کی نگاہیں تمہارے دلوں پر اور تمہارے اعمال پر ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دل کا تقویٰ اور پاک دل والوں کے اعمال کی قدر ومنزلت ہے۔جس دل میں گناہ سے پرہیز گاری اور خوف حضوری کا جذبہ ہوگا وہ دل کو رب

جلیل کے لیے پاک وصاف رکھے گا۔ جسم وظاہر کوسنوارنے سے زیادہ باطن کوسنوارے گا۔
ہمارے مرشد حضرت مولانا اسعد اللہؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

حسنِ صورت چند روزہ حسنِ سیرت مستقل
اس سے خوش ہوتی ہے آنکھیں، اس سے خوش ہوتا ہے دل

بہر حال حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہر اعمال پر اجر وثواب نہیں ملے گا جب تک اس میں خلوص وللّٰہیت کا تقویٰ نہ ہو۔ نہ ہی صاحبِ مال کو مال پر اجر وثواب ملے گا جب تک اس میں صدقہ وخیرات للّٰہ وفی اللہ نہ ہو۔ حق تعالیٰ تو محلِ تقویٰ اور محلِ جذبہ، خلوص اور للّٰہیت کو دیکھتے ہیں انسان کا قلب معرفت الٰہی کا خزانہ اور نور ہدایت کا سمندر ہے۔ جب اس میں جواہر ایمان ہوتے ہیں تو حق جل مجدہ رحمت سے دیکھ کر صفت احسان اور نور یقین وعرفان کا مرکز بنادیتے ہیں، نگاہ رحمت ومحبت سے دیکھنے کا حدیث میں یہی مطلب ہے اور جب تقویٰ وخشیت سے قلب خالی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نظر محبت ورحمت سے نہیں دیکھتے بلکہ بغض وکراہت سے دیکھتے ہیں، کہ جو مایۂ ایمان تھا اسی سے وہ قلب خالی ہے۔ اور مال و منال جو فانی ہے اہلِ دنیا کی نگاہ میں قابل التفات ہوسکتے ہیں۔ حق جل مجدہ کی ذات اس سے منزہ وپاک ہے۔ جمال ظاہری کے مقابلے میں جمال باطنی کی قیمت عند اللہ ہے اور وہی قابل قدر ہے۔ مومن ومخلص کو حق تعالیٰ اعمال صالحہ کے بعد طمانیت وحلاوت عطا کرتے ہیں اور ایمانی ترقی کے بقدر اس میں اضافہ بھی فرماتے رہتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے خوب اچھی بات فرمائی کہ قلب ربّ العزّت کی نظر رحمت کی جگہ ہے، افسوس کہ لوگ چہرہ اور شکل وصورت کو مزین کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی نگاہ میں اچھا خوبصورت نظر آئے۔ اور دل جو رب العزت کی نگاہ ونظرِ رحمت کی جگہ ہے اس کو گندگی و پلیدگی سے صاف نہیں کرتے، طہارت قلب کا لحاظ وخیال نہیں رکھتے۔ دل گزر گاہِ رب جلیل است۔

حق تعالیٰ نے وحی بھیجی اے موسیٰؑ آپ کی قوم مساجد کی تعمیر میں مصروف ہے اور دل

کی تعمیر سے غافل۔ دل کی تعمیر سے زیادہ اہم مساجد کی تعمیر نہیں، دل میں اللہ کی تجلی اترتی ہے، دل حق تعالیٰ کی گزرگاہ اور محل تقویٰ ہے۔ دل کا سنوارنا مقدم ہے کیونکہ دل اللہ کی ذات کے لیے ہے۔ دل سنور گیا تو ہزار ہا مساجد بنے گی اور مساجد بناؤ گے اور دل خراب ہے تو پھر مساجد ویران رہے گی، پہلے دل بناؤ۔

اور جو دل سنوارنے کی فکر میں گھلے گا وہ کب موٹا جسم ہوگا۔ آخرت کی فکر انسان کو گھلا دیتی ہے۔ دل جب خراب ویران ہوجاتا ہے تو پھر اللہ کی رحمت کی جگہ غضب کا نزول ہوتا ہے دعا قبول نہیں ہوتی نہ ان کے سوالات پورے کیے جاتے ہیں۔

مناجات

بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے	خدایا فضل فرما دل بدل دے
سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں	مزا آجائے مولا دل بدل دے
ہوا وحرص والا دل بدل دے	میرا غفلت میں ڈوبا دے بدل دے
گنہگاری میں کب تک عمر کاٹوں	بدل دے میرا رستہ دل بدل دے
رہوں بیٹھا میں اپنا سر جھکا کر	سرور ایسا عطا کر دل بدل دے
تیرا ہوجاؤں اتنی آرزو ہے	بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے
پڑا رہوں تیرے در پر دل شکستہ	رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے
کروں قربان اپنی ساری خوشیاں	تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے
بس اک فریاد سن لے میرے مولا	بنالے اپنا بندہ دل بدل دے
جب ہو دیدار تیرا روز محشر	تو دیکھے مسکرا کر دل بدل دے

خدایا فضل فرما دل بدل دے

سخت دل پر لعنت برستی ہے

(۵۷) اُطْلُبُوا الْمَعْرُوْفَ مِنْ رُحَمَاءِ اُمَّتِیْ تَعِیْشُوْا فِیْ اَکْنَافِهِمْ وَ لَا تَطْلُبُوْهُ مِنَ الْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ ، فَاِنَّ اللَّعْنَةَ تَنْزِلُ عَلَیْهِمْ. یَا عَلِیُّ! اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی

خَلَقَ الْمَعْرُوْفَ وَ خَلَقَ لَهُ أَهْلًا فَحَبَّبَهُ اِلَيْهِمْ. وَ حَبَّبَ اِلَيْهِمْ فِعَالَهُ وَ وَجَّهَ اِلَيْهِمْ طُلَّابَهُ كَمَا وَجَّهَ الْمَاءُ فِي الْاَرْضِ الْجُدْبَةِ لِتَحْيَا بِهِ وَ يَحْيَا بِهِ اَهْلُهَا. اِنَّ اَهْلَ الْمَعْرُوْفِ فِي الدُّنْيَا هُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الْاٰخِرَةِ۔

(اخرجہ الحاکم عن علی رضی اللہ عنہ۔صحیح۔فیض القدیر،رقم:۱۱۱۵۔ج:۱،ص:۶۹۵)

ترجمہ: خیر و بھلائی میری اُمت کے نرم و رحم دل لوگوں سے چاہو کہ ان کے زیر سایہ خوش خرم زندگی گزارو گے (یعنی جب کسی چیز کی حاجت و ضرورت ہو تو میری اُمت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو اور ان کے صفت احسان کے تحت اچھی خوش حال زندگی گزارو کہ وہ تمھاری حاجت پوری کر دیں گے) اور ہرگز ہرگز سخت و پتھر دل لوگوں سے اپنی حاجت نہ بیان کرو کہ قساوتِ قلب والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ (یعنی جن پر قساوتِ قلب اور دِل کی سختی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پھٹکار برستی ہو وہ کیوں کسی پر ترس کھائے گا۔) اے علی! اللہ تعالیٰ نے معروف و احسان کو پیدا کیا اور اس معروف و احسان کو عملی وجود دینے والے لوگ بھی پیدا کیے جن کو بھلائی و احسان بھاتی اور پسند ہوتی ہے۔ پھر وہ بھلائی اور احسان کے کام بھی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کے پاس ضرورت مند لوگ اپنی حاجت لے کر پہنچتے ہیں۔ جس طرح پانی نرم زمین میں جذب ہو کر زمین کو سیراب کرتا ہے تاکہ زمین کی قوتِ زراعت زندہ و بحال ہو جائے اور صاحبِ زمین اس کی پیداوار سے خوراک حاصل کرلے جو بقاءِ حیات کا ذریعہ ہے اور جو دنیا میں خیر و بھلائی والے ہیں وہ آخرت میں بھی خیر و بھلائی والے ہوں گے۔ (حاکم عن علیؓ۔صحیح)

معروف واحسان

معروف و احسان یا خیر و بھلائی جس کو شریعت نے از قسم حسنات شمار کیا ہو اور عقل بھی اسے قبول کرتی ہو اور جن کو صالح طبیعت و طینت اہلِ کرم نے اپنایا ہو، حاصل اس کا یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا اور ان کے مراتب و درجات ہیں گفتگو و ملاقات سے لے کر داد و دہش تک، مجالست و مصاحبت تک...

الغرض زندگی کے ہر شعبے میں معروف وحسنات کا پھیلاؤ ہے۔کم سے کم معروف یہ ہے کہ آدمی بشاشت وتبسم اور لینیت وترحم کے ساتھ دوسروں سے پیش آئے۔ دینا دلانا تو بعد کا عمل ہے، کم از کم گفتگو اور بات چیت سے تو دوسروں کو خوش کردے۔ جو شخص خوشی و طمانیت کے دو بول نہیں بول سکتا وہ پھر دوسری چیز کیا دے گا۔قساوت وسخت دل والا بھی کیا انسان ہے جو رحمتِ الٰہی سے محروم ہو کر لعنت و پھٹکار کا وبال لیے پھرتا ہے۔

اپنی حاجت وضرورت نرم دل لوگوں سے کہو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کو کسی چیز کی حاجت وضرورت ہو اور تم کسی دوسرے سے نصرت و مدد کے محتاج ہو جاؤ تو ایسے وقت میں خواہ تمہاری ضرورت مال ہو یا جان اور عزت و آبرو کی حفاظت ہو یا کوئی دوسری چیز، میری اُمت اور اللہ کے بندوں میں سے رحم دل و نرم دل وہ جن میں دین وشرافت اور معاشرے کے ضرورتمندوں کے لیے کشادہ دلی کا حوصلہ ہوتا ہے ان سے کہو کیونکہ ایسا بخت ونصیب حق تعالیٰ کی جانب سے ان لوگوں پر رحمت کی شکل میں نازل ہوتا ہے اور ان کے دل میں اللہ کے بندوں کی حاجت روائی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ وہ محتاج وضرورت مندوں پر ترس کھاتے ہیں اور فضلِ الٰہی کی طلب وجستجو کی خاطر دوسروں پر خرچ کرتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ کی خوشنودی ورضا اور اجر وثواب کا مستحق ہو جائے۔ نہ احسان جتلاتے ہیں، نہ اذیت وتکلیف دیتے ہیں، نہ رسوا کرتے ہیں بلکہ حتی المقدور ستر پوشی اور محتاج کی عزتِ نفس کا خیال کر کے خاموشی سے حاجت روائی کرتے ہیں۔ اس طرح محتاج وضرورت مند بھی اپنی آبرو وعزت کی زندگی دین وایمان کی سلامتی کے ساتھ بسر کرتا ہے اور معاشرے میں اپنی آبرو وعزت کا بھرم بچا لیتا ہے۔ یہ سب کچھ محض ایک رحم دل والے پر جو اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی اس کا فیض ہے کہ حاجت وضرورت کے ساتھ عزتِ نفس اور آبرو بھی بچ گئی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو کسی کی حاجت وضرورت کو پوری کرتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ ہے۔

قلب کی سختی وسنگدلی انسان کوملعون بنادیتی ہے

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی حاجت وضرورت کا تذکرہ یا طلب سنگدل وسخت لوگوں سے نہ کرو کہ ان پر لعنت برستی ہے۔ یعنی جو رحمت ورافتِ الٰہی سے دور ہو چکا وہ تم پر کیا عنایت کرے گا۔ دل کی سختی ہی دلیل ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی رحمت سے اپنی سنگدلی کے سبب دور ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح کیا ہے کہ دل کی سختی کا روحانی عذاب سب سے پہلے یہود کو دیا اور یہ عذاب یہود کی سرکشی کی سزا میں ان کو دیا گیا کہ دل ودماغ مسخ ہو گئے اور ان میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہ رہی اور وہ اپنے گناہوں کے وبال سے مزید گناہوں میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ، آیت ۱۳ میں فرمایا:

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ﴾

ترجمہ: سو اُن کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور کردیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔ (مائدہ: ۱۳)

یعنی جب دل سخت ہوجاتا ہے تو آدمی حق بات نہ سننا پسند کرتا ہے نہ ہی اس کو حق و انصاف کی راہ پسند آتی ہے بلکہ باطل اور ظلم وزیادتی کو ہی اپنی نادانی اور سخت وسنگدلی سے حق و انصاف جاننے لگتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ برتن اوندھا رکھا ہوا ہے۔ خبیث کو طیب اور طیب کو خبیث، حسنہ و نیکی کو سیئہ اور برائی کو حسنہ اور نیکی جاننے لگتا ہے۔

الغرض دل دماغ مسخ ہوگیا، سوچنے کا انداز ہی بدل گیا کیونکہ قلب کا رُخ بدلا ہوا ہے۔

بار بار گناہ سے دل سیاہ ہوجاتا ہے

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انسان جب اوّل و پہلی بار کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے جس کی برائی کو وہ ہر وقت ایسا محسوس کرتا ہے جیسے کسی صاف وسفید کپڑے پر ایک سیاہ داغ لگ جائے وہ ہر وقت نظر کو

تکلیف دیتا ہے، پھر اگر اس نے متنبہ ہو کر توبہ کر لی اور آئندہ گناہ سے باز آ گیا تو وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے اور اگر اس نے پرواہ نہ کی بلکہ دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتا چلا گیا تو ہر گناہ پر ایک نقطہ سیاہ کا اضافہ ہوتا رہے گا، یہاں تک کہ اس کا صفحۂ قلب ان نقطوں سے بالکل ہی سیاہ ہو جائے گا، اس وقت اس کے دل کی یہ حالت ہو جائے گی جیسے کوئی برتن اوندھا رکھا ہو کہ اس میں کوئی چیز ڈالی جائے تو فوراً باہر آ جاتی ہے۔ (معارف القرآن، گلدستہ، ج:۲، ص:۲۴۲)

گناہ و معاصی سے دل سخت ہو کر ہدایت کی صلاحیت کھو دیتا ہے۔ گناہ و معاصی کا فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ دل سخت ہو جاتا ہے اور پھر نورِ ہدایت اور شریعت کا قانونِ فطرت اس کے دل کو قبول نہیں ہوتا ہے، رشد و ہدایت کی باتوں سے اُچاٹ پن، طبیعت میں انقباض اور ناگوار خاطر ہونے لگتا ہے۔ نورِ نبوت جو مکمل صلاح و فلاحِ دارین کی ضامن و کفیل ہے دل کی سختی کی بنیاد پر وحشت و ظلمت محسوس کرتا ہے۔ یہ ہی ہے طینت و طبیعت کا مسخ ہو جانا۔ اعاذنا اللہ۔

یہود کے لیے قرآنِ مجید میں سورۂ بقرہ آیت ۷۴:

﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾

ترجمہ: پھر تمھارے دل سخت ہو گئے اس کے بعد سو وہ ہو گئے جیسے پتھر یا ان سے بھی سخت۔ (بقرہ، آیت: ۷۴)

یعنی ان کے دل اس قدر سخت ہیں کہ تخویف اور ترہیب کی آگ سے بھی نہیں پگھلتے پتھر کی طرح ہیں جو کسی حال میں بھی نرم نہیں ہوتا یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اس لیے کہ بعض پتھر ایسے ہیں کہ ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اگرچہ ان سے نہریں تو جاری نہیں ہو جاتیں لیکن پھٹ جاتے ہیں پھر ان سے پانی آہستہ آہستہ نکلتا رہتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ مگر یہود ان پتھروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ قساوت کے آثار میں سب سے پہلا اثر اور نتیجہ احکامِ ربانی سے بغاوت و نافرمانی کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ رحمت کو قساوت و غفلت سے بچائے۔

حق تعالیٰ کی جانب سے اہلِ ایمان کی تنبیہ

﴿ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَ لَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُو الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَ کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ (الحدید:۱٦)

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اُترا ہے سچا دین، اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت ان میں نافرمان ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہلِ ایمان، اُمتِ رحمت کو غفلت و بغاوت سے بچنے کی تنبیہ کی ہے کہ دیکھو اہلِ کتاب (یہود) کی طرح نہ ہو جاؤ کہ ان کے پاس احکامِ ربانی ایک طویل مدت تک رہا اور انھوں نے سرکشی و بغاوت کی راہ اختیار کی، غفلت و بغاوت میں سرمست رہے تو پھر ان کے دل سخت ہو گئے۔ قساوت و سخت دل بنا دیے گئے۔ اس لیے اُمتِ رحمت کو سستی اور کاہلی کی کیفیت کو ختم کرنے کی ہدایت دی گئی ہے کہ چستی و چابکدستی سے کام لیں اور ذکر اللہ سے دل کو نرم رکھیں۔ قرآن کی نصیحت کو قبول کریں۔ خوف و خشیت اور خشوع و خضوع کے ساتھ احکامِ الٰہی کی اطاعت کریں، قرآن مجید کے اوامر و نواہی کی مکمل اطاعت کے لیے دل و جان سے ہر وقت تیار رہیں۔ انابت و عبادت کے لیے جھک جائیں۔ عملی طور پر کسی سستی اور کمزوری کو قریب آنے نہ دیں۔

الغرض حاصل اس تنبیہ کا یہ ہے کہ مومنین کو مکمل خشوع اور عملِ صالح کے لیے مستعد رہنے کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ خشوعِ قلب ہی پر تمام اعمال کا مدار ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز لوگوں سے اُٹھا لی جائے گی وہ خشوع ہے۔

"اِنَّ اَوَّلَ مَا یُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ الْخُشُوْعُ" (ابن کثیر)

جب خشوع ہی نکل جائے گا تو روح و جان ہی باقی نہ رہا کیونکہ ایمان والوں کا مایہ و

سرمایہ خشوع ہے جس کی بنیاد پر عبادت واطاعت میں رضاءِ باری کا رجحان بندے کو حضورِ حق کی آگاہی اور حق آگاہ بناتا ہے۔

خشوع کا حاصل ہے حق طلبی بلا طلبی۔ خشوع سے دل نرم ہوتا ہے۔ ایمان وہی ہے کہ نرم دل ہو اور اللہ تعالیٰ کی یاد کا اثر جلد قبول کرے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ومعیت میں دل کی نرمی وکامل انقیاد اور خشوع لذکر اللہ کی صفات سے متصف ہوئے اور پھر صحابہ سے تابعین پھر تبع تابعین اور یہ سلسلہ آج تک کتاب اللہ اور رجال اللہ کی معیت میں ذکر اللہ کے ذریعے اُمتِ رحمت میں پیدا ہوتی رہی اور قیامت تک اُمت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی روشنی میں رجال اللہ کی صحبت سے ذکر اللہ کے ذریعے دل کی نرمی جو ایمان وایقان ہے اس سے متصف رہے گی اور اس مقام پر پہنچے گی جہاں تک کوئی اُمت نہ پہنچ سکی۔ الحمد للہ!

سخت دلی وسنگدلی سے بچنے کا نسخۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِلْقَلْبِ وَ اِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ. (رواہ الترمذی و البیهقی)

ترجمہ: ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو اس لیے کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے (یعنی دل کی نرمی اور حق کو قبول کرنے کی صلاحیت کو کھو دیتا ہے۔ انابت واطاعت کی شان کو ضائع کر دیتا ہے۔ معصیت کی راہ چلنے لگتا ہے۔) اور لوگوں میں سب سے زیادہ دور اللہ تعالیٰ سے سخت دل انسان ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

ماقبل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سخت دل پر لعنت برستی ہے تو لعنتی شخص اللہ کی رحمتوں سے دور ہی رہے گا۔ لعنت اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے نہیں دے گا۔ عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا تو کثرتِ کلام اور معاندانہ

اور بے ہودہ سوالات کا سلسلہ شروع کردیا اور اس کا سبب قساوتِ قلب تھا۔ یعنی دل کی سختی تھی۔ جس کے سبب غرور وتکبر اور عناد وسرکشی کی راہ اختیار کیا اور حق کے سامنے کبھی نہ جھکے بلکہ حق کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس کے برخلاف صاحبِ قرآن وصاحبِ ایمان کا دل اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے نرم و پست ہوتا، تکبر وغرور سے پاک وصاف، رب العزت کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم ہوتا ہے۔

عیش و عشرت سے دو عالم کے نہیں مطلب مجھے
چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یا رب مجھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ چار چیزیں بدبختی اور شقاوت کی علامتیں ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنکھ سے آنسو نہ نکلنا، (۲) دل کا سخت ہوجانا، (۳) اُمیدوں کا بڑھ جانا (یعنی دنیا کی بے جا اُمیدوں کا بڑھ جانا)، (۴) لالچی وحریص بن جانا۔ (تفسیر ابن کثیر)

طبرانی میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قساوتِ قلب، دل کی سختی کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمھارا دل نرم ہو اور تمھاری حاجتیں پوری ہوں تو یتیم پر رحم وکرم کرو اس کے سر پر شفقت ومحبت کے ساتھ ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھلاؤ، تیرا دل نرم ہوجائے گا اور حاجتیں پوری ہوجائیں گی۔ (طبرانی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ کَمَا یَصْدَأُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہُ الْمَاءُ. قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! وَ مَا جَلَاءُھَا قَالَ کَثْرَۃُ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ تِلَاوَۃُ الْقُرْآنِ. (رواہ البیھقی)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو جب پانی لگ جاتا ہے تو زنگ لگ جاتا ہے۔ سوال کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! اس کی صفائی کا کیا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر اللہ اور قرآن مجید

کی تلاوت۔ (اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَةٌ وَ اِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰهِ وَ مَا مِنْ شَیْءٍ أَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ. (رواه البیهقی. الترغیب، ج:۲،ص:۳۹۶)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی صفائی وستھرائی ہے اور دل کی صفائی وستھرائی ذکر اللہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والی چیز ذکر اللہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ (بیہقی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرحِ صدر اور نورِ الٰہی کی بشارت ذکر اللہ پر عطا کی ہے اور ان لوگوں کے لیے خرابی وویل کی وعید سنائی ہے جن کا دل وسینہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل وسخت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ﴾ (الزمر:۲۲)

ترجمہ: سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اور اس کے مقابلے میں اہلِ ایمان کی صفات میں آیا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر۔ (الزمر:۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قساوتِ قلب سے پناہ چاہی ہے۔ ایک طویل حدیث میں ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعِجْزِ وَ الْکَسْلِ وَ الْجُبْنِ وَ مِنَ الْقَسْوَةِ وَ الْغَفْلَةِ وَ الْعَیْلَةِ وَ الذِّلَّةِ. (طبرانی و ابن حبان)

ترجمہ: یا اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں کم ہمتی سے اور سستی سے اور بزدلی سے اور سخت دلی سے اور غفلت سے اور تنگدستی سے اور ذلت سے۔ (طبرانی وابن حبان)

درحقیقت غفلت دلیل ہے قساوت کی اور قساوت دلیل ہے ذکر اللہ سے مناسبت نہ ہونے کی۔ جہاں قساوت ہوگی غفلت ہوگی اور جہاں غفلت ہوگی وہاں قساوت آئے گی۔ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور اعجازِ نبوت کو آنحضرت ﷺ کی دعاؤں اور مناجات میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دعا و مناجات کو حرزِ جاں بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رسول اللہ ﷺ نے تین اشخاص پر لعنت کی ہے

(۵۸) عَنِ ابْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ : لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ثَلاثَةً رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَ هُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ وَ اِمْرَأَةٌ بَابَتْ وَ زَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ وَ رَجُلٌ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلاحِ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ. (ترمذی، رقم:۳۵۸۔تحفہ، ج:۲،ص:۱۸۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخص پر لعنت کی ہے۔ (۱) ایسا شخص جو لوگوں کی امامت کرے اور مقتدی (اس کی امامت کو) ناپسند و مکروہ جانتے ہوں۔ (۲) وہ عورت جس کا شوہر رات میں ناراض ہو۔ (۳) اور وہ شخص جو حی علی الفلاح کی آواز سن لے اور اس کا جواب نہ دے (یعنی نماز کے لیے بلا عذرِ شرعی مسجد میں نہ آئے۔) (ترمذی)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین شخص پر لعنت کی ہے اس میں پہلا وہ شخص ہے جو لوگوں کی امامت کے فریضے کو ادا کرتا ہو مگر مقتدی اس کے کسی اخلاقی کمزوری کی بنیاد پر اس کی امامت کو پسند نہ کرتے ہوں مگر وہ مقتدی کی کراہت و ناپسندیدگی کے باوجود قوم کی امامت کے منصب سے علیحدہ نہ ہو اور جبراً منصبِ امامت پر قابض ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین شخص کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی:

(۱) وہ شخص جو کسی قوم کا امام ہو اور لوگ اس کی امامت کو پسند نہ کرتے ہو۔

(۲) اور وہ عورت جس کا شوہر ناراض ہو۔

(۳) وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگ گیا ہو۔

حدیث میں دوسرے نمبر لعنت اس عورت پر کی گئی ہے جو رات اس حال میں گزارے کہ اس کا شوہر اس سے کسی بھی سبب سے ناراض ہو۔عورت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت شوہر کی خوشنودی ومسرت میں چھپی ہوئی ہے۔

تیسرے وہ مسلمان جو حی علی الفلاح کی آواز کو سنے اور اس کا جواب عملی طور پر نہ دے۔عملاً حی علی الفلاح کا جواب دینا فرض ہے یعنی مسجد میں آ کر نماز میں شریک ہونا۔ ہاں اگر کوئی عذرِ شرعی ہو تو وہ اس لعنت کی وعید میں داخل نہیں ہوگا۔

مصیبت کے وقت بال منڈانا لعنت کا سبب ہے

(۵۹) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ حَلَقَ اَوْ سَلَقَ اَوْ خَرِقَ. (رواہ النسائی، رقم: ۱۸۶۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اس پر جو غم ومصیبت کے وقت بال منڈوائے یا مصیبت کے وقت چیخ و پکار کرے یا مصیبت کے وقت کپڑا اپھاڑے، گریباں چاک کرے۔

مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت اس طرح ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَرِیْءٌ مِنَ الصَّالِقَۃِ وَ الْحَالِقَۃِ وَ الشَّاقَّۃِ.

(رواہ مسلم، رقم: ۱۶۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بری ہیں مصیبت کے وقت چیخنے والی سے، مصیبت کے وقت بال منڈوانے والی سے اور مصیبت کے وقت کپڑے کو پھاڑنے والی سے۔ (مسلم)

اسلام میں نعمت پر حمد وشکر کا وظیفہ عطا کیا گیا اور غم ومصیبت پر صبر اور تسلیم ورضا کی ہدایت دی گئی ہے اور یہ دونوں ہی عبادت اور اطاعت ہے بلکہ صبر کی عبادت میں عبودیت و عبدیت کی شان زیادہ پائی جاتی ہے کہ حالات اور غم کا پہاڑ سر پر مسلط ہے۔مگر بندہ ہے کہ مولا کی رضا کی خاطر سرتا پا ربّ العزّت کی جناب میں اِنابت واستغفار کے ساتھ رجوع

کیے ہوئے ہے۔ اس لیے اسلام میں ایسی تمام جزع وفزع کی حالت ممنوع ہے جس سے بے صبری اور بدحالی کا اظہار ہو۔ آج بھی غیر مسلموں میں جب میّت ہوجاتی ہے تو افرادِ خانہ اور عزیز واقارب اظہارِ غم اور رنج والم کے طور پر سر منڈاتے ہیں۔ اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ہم غیروں کی مشابہت اختیار نہ کریں اور اسلامی تعلیمات اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت وسنت کی اتباع کریں۔ واللہ اعلم!

ہتھیار کے غیر محتاط استعمال پر لعنت

(۶۰) عَنْ بَنَّةَ الْجُهَنِي اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى قَوْمٍ فِي الْمَسْجِدِ يُسِلُّوْنَ سَيْفًا بَيْنَهُمْ يَتَعَاطُوْنَهُ بَيْنَهُمْ غَيْرَ مَغْمُوْدٍ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ يَفْعَلُ ذٰلِكَ اَوَ لَمْ اَزْجُرْكُمْ عَنْ هٰذَا فَاِذَا سَلَلْتُمُ السَّيْفَ فَلْيُغْمِدْهُ الرَّجُلُ ثُمَّ لِيُعْطِهِ كَذٰلِكَ. (مسند احمد، رقم: ۱۴۷۴۲)

ترجمہ: بنّہ جہنی نے اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد یا مجلس سے گزرے تو دیکھا کہ لوگ آپس میں ننگی تلوار اُٹھائے ہوئے ایک دوسرے کو دے رہے ہیں جبکہ تلوار بغیر میان کے تھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو جو ایسا کرے، یعنی آپس میں ننگی تلوار بغیر میان کے جو ایک دوسرے کو دے اس پر لعنت ہو، کیا میں نے تم لوگوں کی اس سے منع نہ کیا تھا۔ لہٰذا جب کبھی تلوار اُٹھاؤ تو آدمی کو چاہیے کہ اس کو میان میں ڈال دے پھر کسی کو دے۔ (مسند احمد)

اس حدیث میں امن وامان اور حفاظتِ جان کا زرین اصول بتلایا گیا کہ جب تلوار یا خنجر یا چھری ایک شخص دوسرے کو خرید وفروخت کے وقت دِکھلائے یا کسی ضرورت سے دوسرے کو دے تو اس کو چاہیے کہ اس کو پہلے غلاف ومیان میں رکھے پھر دے۔ ننگی تلوار یا خنجر وچھری اس طرح کہ دھار والا حصہ سامنے والے کی طرف ہو شریعت میں ممنوع ہے اور پھر ننگی تلوار یا چھری وخنجر سے کسی کو دھمکانا ڈرانا تو لعنت کی وعید صریح میں داخل ہے۔ شریعت نے یہ ادب بھی سکھلایا کہ جب کسی ضرورت سے چھری اپنے سامنے والے کو دینا

ہوتو اس کا دست و پکڑ والا حصہ سامنے والے کی جانب کر کے دو اور پھل اور دھار والا حصہ اپنی جانب رکھو۔اس طرح حدیثِ رسولؐ پر عمل ہوگا اور وعید سے بچو گے۔

فرشتوں کی لعنت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه قَالَ : قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ : مَنْ اَشَارَ اِلٰی اَخِیْهِ بِحَدِیْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَائِکَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰی یَنْتَهِیَ ، وَ اِنْ کَانَ اَخَاهُ لِاَبِیْهِ وَ اُمِّهِ. (رواه مسلم. ترغیب، ج:۳، ص:۴۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کسی کاٹنے والے ہتھیار (تلوار، چاقو، چھری) سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے (ڈرائے) تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس حرکت سے باز آ جائے، اگر چہ وہ اس کا حقیقی ماں باپ شریک بھائی ہو۔

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : لَا یُشِیْرُ اَحَدُکُمْ اِلٰی اَخِیْهِ بِالسَّلَاحِ، فَاِنَّهُ لَا یَدْرِیْ لَعَلَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَعُ فِیْ یَدِهٖ فَیَقَعُ فِیْ حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ. (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار! تم میں سے کوئی کسی کو اسلحہ سے اشارہ نہ کرے کہ وہ نہیں جانتا ممکن ہے ہاتھ سے چھوٹ جائے (اور سامنے والا زخمی ہو جائے اور جان نکل جائے) پس وہ جہنم کے گڑھے میں گر جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

ایک روایت میں ہے:

عَنْ اَبِیْ بُکْرَةَ رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ : اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَیْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَ الْمَقْتُوْلُ فِی النَّارِ.

جب دو مسلمان آپس میں تلوار لے کر آمنے سامنے ہوتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (ترغیب، ج:۳، ص:۲۸۴)

آج کے دور میں بندوق یا اس کے مشابہ اسلحہ دیتے وقت بندوق کی نال وغیرہ بھی اس ادبِ اسلامی میں داخل ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ بطور مذاق وتحریہ چھری یا بندوق کی نال سامنے کی اور حادثہ پیش آ گیا۔ اس سے بھی احتیاط کی شدید ضرورت ہے۔

ایک صاحب کے بندوق میں گولی تھی اور انھوں نے سمجھا کہ بندوق خالی ہے۔ بطور مذاق اپنے ایک عزیز کی جانب بندوق کی نال سیدھی کر کے اس کے بٹن دبائے اور پھر جو ہونا تھا ہوا۔ لاکھ سمجھانے کی اگلے کو تدبیر کی گئی مگر حالات دو خاندان میں شدید جنگ و جدال کے پیدا ہو گئے۔ اس لیے اسلام نے اس طرح کے مواقع پر مکمل رہنمائی فرمائی کہ ہنسی مذاق اور غیر ارادی طور پر بھی اس قسم کے افعال سے بچا جائے تا کہ حادثے کی صورت میں ندامت وخجالت نہ ہو۔ واللہ اعلم!

سونے کی انگوٹھی پہننے والے مرد پر اللہ کی لعنت

(۶۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَبْصَرَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی اِصْبَعِ رَجُلٍ خَاتَمَ ذَهَبٍ فَقَالَ اَلَمْ اَنْهَهُ عَنْ هٰذَا ، لَعَنَ اللّٰهُ لَابِسَهُ.

(امالی ابن بشران البغدادی : ۱۵۵۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو فرمایا کیا میں نے اس سے منع نہ کر دیا تھا۔ لعنت ہو اللہ کی اس کے پہننے والے پر۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ عنہ اِنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنْ نَجْرَانَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فَاَعْرَضَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ قَالَ اِنَّکَ جِئْتَنِیْ وَ فِیْ یَدِکَ جَمْرَةٌ مِنْ نَارٍ.

(رواہ النسائی، ترغیب، ج:۳، ص:۹۹)

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نجران کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا

جبکہ اس کے ہاتھ کی اُنگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی جانب سے چہرۂ مبارک کو پھیر لیا اور فرمایا کہ تو اس حال میں آیا تھا کہ تیرے ہاتھ میں آگ کا ایک انگارہ تھا۔ (نسائی)

ایک روایت میں ہے:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّہُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ : مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَلْبَسْ حَرِیْرًا وَ لَا ذَھَبًا.

(رواہ احمد۔ ترغیب، ج:۳،ص:۹۹)

ابی امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو ریشم اور سونا نہیں پہننا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں ہے:

مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِیْ وَ ھُوَ یَتَحَلّٰی بِالذَّھَبِ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ لِبَاسَہُ فِی الْجَنَّۃِ. (رواہ احمد. ترغیب، ج:۳، ص: ۹۹)

میرا جو اُمتی اس حال میں مرا کہ سونے کا زیور (انگوٹھی وغیرہ) پہنتا تھا تو اللہ اس پر جنت کا لباس حرام کر دیں گے۔ (مسند احمد۔ ترغیب، ج:۳،ص:۹۹)

ہماری شریعت میں سونا قلیل ہو یا کثیر مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کے ساتھ لعنت بھی واضح کر دیا۔ اب جو مرد اس کو پہنے گا حرمت کا گناہ تو ہوگا ہی لعنت کا بھی مستحق ہوگا۔ استغفر اللہ!

بے فائدہ کثرتِ سوال پر لعنت

(۶۲) عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَ عَابَھَا. (رواہ القرطبی فی جامع بیان العلم و فضلہ. رقم: ۲۰۴۲)

سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے لعنت کی ہے (بے فائدہ) کثرتِ سوال (اور چوں چرا) کرنے والے پر۔

اسلام میں حلال وحرام واضح کردیا گیا ہے اور سنت و بدعت کی نشاندہی کردی گئی ہے۔عقیدۂ توحید کی حدود کیا ہیں اور شرک کی نجاست وخباثت کتنی غلیظ ہے۔الغرض نجات وفلاحِ دارین کی تمام علمی و عملی منہاجِ شریعت روزِ روشن کی طرح قرآن وحدیث اور علماءِ حق اور فقہاءِ اُمت اور راسخین علماء مجتہدین نے بیان کردیا۔اب عملی قدم بڑھاتے ہوئے، صراطِ مستقیم پر گامزن ہونا ہے، اُمت کو لایعنی سوالوں اور بحثوں سے منع کیا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْ'' (ترمذی) مسلمان کی اسلامی خوبیوں میں سے ہے کہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے۔حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ ایک شخص بول اُٹھا کیا ہر سال یارسول اللہؐ؟ فرمایا: اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا پھر تم ادا نہ کرسکتے۔جس چیز میں میں تم کو ''آزاد'' چھوڑ دوں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جس کے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی۔بہرحال بے کار اور لغو سوال سے منع کیا گیا۔

شارعِ اسلام کا بیان بھی رحمت اور خاموشی بھی رحمت

حدیث میں ہے کہ بعض اُمتیں اسی کثرتِ سوال کے ذریعے ہلاک ہوچکی ہیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے فرض نہیں کی تھیں سوال کر کر کے اس کو فرض کرالیا اور پھر اس کی خلاف ورزی میں مبتلا ہوگئے۔تمھارا یہ وظیفہ ہونا چاہیے کہ جس کام کا میں حکم دوں اس کو مقدور بھر پورا کرو اور جس چیز سے منع کروں اس کو چھوڑ دو (مراد یہ ہے کہ جن چیزوں سے سکوت کیا جائے ان کے متعلق کھود کرید نہ کرو۔) یعنی جس طرح تحلیل وتحریم کے سلسلے میں شارع کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے، اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت وسہولت ہے۔اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کردیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔عمل کرنے والے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے۔

عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ عُضَلِ الْمَسَائِلِ. (جامع بيان العلم و فضله، ٢٠٣٩)

معاویہ بن سفیان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل میں اُلجھاؤ اور پیچیدگی پیدا کرنے سے منع فرمایا۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَا تَسْئَلُوْا عَمَّا لَمْ يَكُنْ فَاِنِّىْ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَلْعَنُ مَنْ سَأَلَ عَمَّا لَمْ يَكُنْ. (جامع بیان العلم، ۲۰۳۶)

عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے اَن ہونی چیزوں کا سوال نہ کرو کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اس شخص پر لعنت کرتے جو اَن ہونی چیزوں کا سوال کرتا۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيْلَ وَ قَالَ وَ كَثْرَةُ السُّؤَالِ وَ اِضَاعَةُ الْمَالِ.

مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تین چیز کو ناپسند فرماتا ہے۔ قیل قال اور کثرتِ سوال اور مال ضائع کرنا۔ (بخاری: ۱۴۷۷)

دراصل عملی قدم بڑھانے والوں کو سوال اور قیل و قال اور بحث و مباحثہ کی فرصت نہیں۔ کچھ لوگوں کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ سوال کے ذریعے وقت کو ضائع کرنا اور بے فائدہ و لایعنی باتوں میں کھود کرید کرنا اور اسی کو اپنا کمال جاننا حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق فرمائے، آمین۔

ہم جنس پرستی پر لعنت

(٦٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاكِبَةَ وَ الْمَرْكُوْبَةَ. (رواه عبد الرزّاق، رقم : ١٣٣٨٢)

کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے سحاق کا عمل کرنے والی اور کرانے والی پر۔ (عبدالرزّاق)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَلرَّاكِبُ وَ الْمَرْكُوْبُ وَ الرَّاكِبَةُ وَ الْمَرْكُوْبَةُ وَ الْاِمَامُ الْجَائِرُ. (رواہ الطبرانی فی الاوسط، رقم: ۳۱۰۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص کی 'لا الٰہ الا اللہ' کی شہادت قبول نہیں۔ لواطت کا عمل کرنے والا فاعل اور لواطت کروانے والا مفعول یعنی جس کے ساتھ کیا جائے اور سحاق یعنی وہ عورت ولڑکی جو کسی دوسری عورت و لڑکی کے ساتھ برہنہ ہوکر ہم جنسی کا عمل کرے اور ظالم و جائر حاکم وسربراہ۔ (طبرانی)

حق تعالیٰ نے انسان کو اس کائناتِ عالم کا ایک نمونہ اور باشعور مہذب عقل و بصیرت کا حامل بنایا۔ انسان کو تقدس وطہارت کے ساتھ شرافت وکرامت عطا کیا جو تمام مخلوقات سے انسان کو ممتاز کرتی ہے۔ انسان کو انسانیت کی بنیاد پر ربّ العزت نے عزت دی ہے۔ اپنے ہم جنس کے ساتھ شہوت رانی کا عمل تو بہائم اور چوپائے میں بھی نہیں۔ جانوروں میں وہ جانور جس کو معاشرے میں گھن اور سب سے گندا جانا جاتا ہے اس میں بھی ہم جنسی کا عمل نہیں۔ اب آپ بتائیں کہ انسان خنزیر و بندر سے بھی اخلاق میں گر گیا۔ یہود و نصاریٰ کا دیکھا دیکھی اب تو اس گھناؤنے عمل کی مذمت وحقارت تو کجا، قانونی طور پر اس کی حوصلہ افزائی ہورہی ہے اور عدالت میں یہ اخلاقی جرم نہیں بلکہ مجرم کو اس بدعملی پر قانونی سپورٹ حاصل ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اسلام دینِ فطرت، دینِ حنیف، دینِ طبیعتِ سلیمہ، دینِ الٰہی اور دینِ ربانی ہے۔ وہ کبھی بھی سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کہہ سکتا اور ہمارے معاشرے میں سلیم الطبع، نجیب و شریف اس جرم کی نہ تائید کرسکتا ہے نہ قبول کرے گا۔ بدعملی و بدفعلی اور ہم جنس پرستی کو قانونی حق دینا خود ہی ایک انسانیت پر بدنما داغ اور مضحکہ خیز عمل ہے۔ معاشرے میں اس گندی وگھناؤنی حرکت کو دنیا کا کوئی دین و دھرم روا نہیں رکھتا کیونکہ دھرم و دین تقدس کی راہ پر لگاتا ہے نہ کہ بدچلنی کی راہ پر۔

سوئے ہوئے فتنے کو جگانے والے پر لعنت

(۶۴) عَنْ اَنَسٍ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اَيْقَظَهَا.

(رواہ السیوطی فی الجامع الصغیر، رقم: ۵۹۷۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فتنہ سویا ہوا ہے۔لعنت ہو اس پر جو فتنے کو جگائے۔(سیوطی)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو ایک اہم اصول اتحاد و جمعیت و جمعیتِ خاطر کا بتلایا۔انسان ایسی کوئی بات زبان سے نہ نکالے جس کی بنیاد پر اُمت میں یا معاشرے میں لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد پیدا ہو۔جس کی وجہ سے لوگوں کے جڑے ہوئے دل ٹوٹیں۔آپس میں لوگ جھگڑیں اور دست و گریبان ہو جائیں۔جیسا کہ آج کل فروعی مسائل اور کبھی غیر ضروری مسائل عوام میں چھیڑ کر فساد پیدا کر دیا جاتا ہے جس سے معاشرے میں ایک انتشار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔پوری بستی کے لوگ سکون و راحت کی زندگی گزار رہے تھے۔ایک بد انجام و بد کردار کسی شخص کو نشانہ بنا کر کفریات کا فتنہ کھڑا کرتا ہے جبکہ یہ بات دوسرے طبقے کے لوگوں کی اذیت و تکلیف کا باعث ہے اور پھر رشتہ دار آپس میں اُلجھتے ہیں اور تنازعہ، قتل و قتال اور جنگ و جدال کی نوبت آ جاتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سوئے ہوئے فتنے کو جگائے وہ ملعون ہے اور اس پر ربّ العزت کی لعنت و پھٹکار ہو کہ فتنے کو جگا دیا اور اہلِ ایمان کو لڑا دیا اللہ اُمت کو لعنت و پھٹکار والے کام سے بچائے۔فتنہ کبھی شبہات کی وجہ سے ہوتا ہے۔کبھی شہوات کی وجہ سے اور کبھی دونوں ہی ایک شخص میں جمع ہو جاتے ہیں۔فتنہ خواہ شبہات کی وجہ سے ہو یا شہوات کی وجہ سے، وعید شدید ہے۔

عقل و شعور رکھنے والے طبقے کی ذمہ داری ہے کہ وہ فتنہ و فساد جگانے والوں کو اپنے دینی و ملّی شعور سے اکیلا اور تنہا کر دیں تاکہ آئندہ انھیں فتنہ پروری کی جرأت نہ ہو ورنہ

کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل فتنہ کے فتنے سے ایک طرف دل برداشتہ بھی ہوں اور دوسری طرف کہیں نہ کہیں انھیں تقویت بھی پہنچا رہے ہوں۔ مزید وضاحت کے لیے اگلی حدیث شریف دیکھئے اور رہنمائی حاصل کیجیے۔

اُمت میں تفرقہ ڈالنے والے کا حکم

عَنْ اُسَامَةَ ابْنِ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ اُمَّتِیْ وَ هُمْ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْا رَاْسَهُ كَائِنًا مَنْ كَانَ.

(رواه الطبرانی فی الکبیر، رقم : ۴۸۸و رواه النسائی، رقم : ۴۰۲۳)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو میری اُمت کے درمیان تفرقہ و جدائی ڈالے جبکہ سب متحد اور ایک ہوں تو اختلاف و جدائی ڈالنے والے کو قتل کر دو جو بھی آدمی ہو۔ (طبرانی فی الکبیر)

اُمت کو قرآن و حدیث کے بنیادی اصول توحید و رسالت اور کلمے کی بنیاد پر متحد رہ کر ایک جماعت اور ملت کا ستون ہونا ضروری ہے۔ فروعی اختلاف اور گروہی باتوں میں اُلجھ کر افتراق و جنگ و جدال کرنا کرانا ممنوع ہے۔

جو متحد اُمت کو عصبیتِ جاہلیت کے نعرے کے ذریعے جدا کر دے وہ اُمت و ملت کا دشمن اور بد بخت انسان ہے کہ مسلمان آپس میں ایک جان اور آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد و غم گسار تھے اور ایک بد بخت اُٹھا اور ان کو اپنی بدخیالی و بدزبانی سے لڑا دیا۔ بھائی ، بہن، عزیز و رشتہ کو ٹکرا دیا۔ بستی و کنبہ والے آپس میں اُلجھ گئے۔ حدیثِ رسول ؐ میں ایسے شخص کو قتل کر دینے کا حکم ہے کہ کلمہ والے کو لڑا رہا ہے اور اُمت کو منتشر کر رہا ہے۔

بات بات پر لعنت کرنے والے پر لعنت و پھٹکار

(۶۵) عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ اللَّعَّانُوْنَ قَالَ مَرْوَانُ اَلَّذِيْنَ يَلْعَنُوْنَ النَّاسَ. (الادب المفرد : ۳۱۵)

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: لعنت کی گئی ہے (چھوٹی

بڑی باتوں پر) لعنت بھیجنے والوں پر۔ (الادب المفرد)

کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات اور ہر چھوٹی بڑی بات پر دوسروں کو لعنت و پھٹکار، ہلاکت و بربادی، اور غارت وتباہی کی بددعا دیتے ہیں۔ یہاں منع کیا جارہا ہے کہ ایسا نہ کرو کہ ایسا کرنے سے آدمی خود ہی لعنت و پھٹکار کا مستحق ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ آپ شروعِ کتاب میں پڑھ چکے ہیں جس پر لعنت کی گئی ہے اگر وہ علمِ الٰہی میں لعنت کا مستحق نہیں ہے تو یہ لعنت و پھٹکار خود لعنت بھیجنے والے پر واپس آجاتی ہے۔ دراصل زبان کو قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ زبان کا بے قابو ہوجانا دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ و نقصان کا باعث ہے۔ آدمی پر پہاڑ جیسے حالات ہوں پھر بھی سامنے والے پر لعنت و پھٹکار نہ بھیجے۔ ہمارے آقا مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اسوہ ونمونہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات عملی شاہراہ ہے۔ اولیاءِ عظامؒ کی زندگیاں ہمارے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے۔ الغرض لعنت و پھٹکار کا دوسروں کو نشانہ بنانے والا خود ہی اضطراب وگردشِ احوال کا شکار ہوجاتا ہے۔ اللہ ہماری ظاہری و باطنی حفاظت فرمائے۔

مومن پر لعنت کا گناہ قتل کرنے جیسا ہے

(٦٦) عَنْ ثَابِتٍ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ. (اخرجه البخاری)

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ - بیعتِ رضوان جو کیکر کے درخت کے نیچے ہوئی تھی اس میں شریک تھے - فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مومن پر لعنت کرنا ایسا ہے گویا کہ اس کو قتل کرنا۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر: ٦١٠٥)

حضرت ثابت بن ضحاک وہ خوش نصیب صحابیٔ رسولؐ ہیں کہ بیعتِ رضوان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور خندق کے موقع پر سرکارِ مدینہؐ کے ردیف یعنی سواری پر رسول اللہؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ چودہ احادیث

ان سے مروی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن پر لعنت کرنا قتل کے گناہ کے برابر ہے۔ یعنی مومن کا قاتل اور مومن پر لعنت کرنے والا دونوں ہی گنہگار ہیں اگرچہ دونوں کے گناہ میں تفاوت اور فرق ہے۔ مگر یہی کیا کم ہے کہ قاتل کے برابر لعنت کرنے والا بھی اللہ و رسول ﷺ کی عدالت میں گنہگار و مجرم ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں اس سلسلے میں بڑی بداحتیاطی اور لاپرواہی برتی جاتی ہے۔ اللہ پوری اُمت کو لعنت کے اعمال و افعال اور اقوال سے بچائے اور رحمت کے اعمال کی توفیق بخشے۔

(الفتوحات الربانیہ، ج:۳، ص:۵۰۲)

جس پر لعنت کی گئی ہو اس کی معیت و صحبت سے دور رہنا چاہیے

(٦٧) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ وَ اِمْرَأَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ : خُذُوْا مَا عَلَيْهَا وَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ. قَالَ عِمْرَانُ فَكَاَنِّيْ أَرَاهَا الْآنَ تَمْشِيْ فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ.

(رواه مسلم، حديث نمبر: ٢٥٩٥)

وَ فِيْ رِوَايَةٍ لَا تُصَاحِبُنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ. (٢٥٩٦)

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ سفر میں تھے اور ایک خاتون بھی اپنے اونٹ پر سوار تھی تو اس خاتون نے اونٹ کو ڈانٹا اور اس پر لعنت بھیجی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سامان اس اونٹ پر ہے لے لو اور اونٹ کو چھوڑ دو کہ وہ اونٹ ملعونہ ہے یعنی اس پر لعنت کی گئی ہے۔ راوی عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ابھی بھی اس اونٹ کو دیکھتا ہوں کہ لوگوں کے درمیان گھومتی پھرتی ہے اور لوگوں کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ رکھو جس پر لعنت ہو۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس اونٹنی پر خاتون نے لعنت کی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ راستے اور سفر میں ساتھ رکھنا مناسب نہیں جانا اور آپ ﷺ نے وضاحت بھی کردی کہ "علیها لعنة"۔ اس پر لعنت ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَارَ رَجُلٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلَعَنَ بَعِيْرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ! لَا تَسِرْ مَعَنَا عَلٰى بَعِيْرٍ مَلْعُوْنٍ. (رواه ابو يعلى. ترغيب، ج:۳، ص:۴۷۴)

حضرت انس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ایک شخص سفر میں تھا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو اس نے اپنے اونٹ پر لعنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ کے بندے! تو ہمارے ساتھ اس پر سفر مت کر جس پر لعنت کردی گئی۔

وَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ يَسِيْرٍ فَلَعَنَ رَجُلٌ نَاقَةً ، فَقَالَ : اَيْنَ صَاحِبُ النَّاقَةِ ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا، فَقَالَ : اَخِّرْهَا فَقَدْ اُجِيْبَ فِيْهَا . (رواه احمد. ترغيب، ج:۳، ص:۴۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں تشریف لے جارہے تھے تو ایک شخص نے اپنی اونٹنی پر لعنت بھیجی تو رسول اللہ ﷺ نے معلوم کیا کہ اس اونٹنی کا مالک کہاں ہے؟ اس آدمی نے کہا میں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اونٹنی کو ہمارے ساتھ سفر میں نہ رکھو کہ اس پر لعنت کا اثر ہے۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کی مسلم میں موجود ہے کہ ایک لڑکی اونٹنی پر سوار تھی اور اس اونٹنی پر لوگوں کے کچھ سامان رکھے ہوئے تھے۔ اس لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس کو محسوس ہوا کہ پہاڑ کو طے کرنا اس کے لیے مشکل ہوگا تو اس نے اپنی اونٹنی کو ڈانٹا اور کہا اے اللہ! اس اونٹنی پر لعنت بھیج (کیونکہ پہاڑی راستہ طے کرنا اس اونٹنی پر اس کو مشکل محسوس ہورہا تھا نیز آپ ﷺ سے دوری کا ڈر بھی تھا۔) آپ ﷺ نے فرمایا ہم اس اونٹنی کو اپنے ہمراہ نہیں رکھ سکتے جس پر لعنت کی گئی ہو۔ (مسلم)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعونہ اونٹنی کو راستے میں ساتھ رکھنا مناسب نہ جانا اور اس خاتون کو زجر وتنبیہ کے لیے فرمایا کہ اونٹنی پر جو ساز وسامان ہے وہ لے لو اور اس کو چھوڑ دو تا کہ آئندہ جانور پر کوئی شخص لعنت نہ برسائے۔ اس طرح خاتون کی بھی زجر وتوبیخ ہو گئی کہ جس اونٹنی پر لعنت بھیج چکی ہو وہ نہ تو نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں رہے گی اور نہ ہی اب تم اس پر ہم رکاب وسوار رہو گی۔

نیز حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جانور پر لعنت کر دی گئی ہو پھر اس سے سواری یا بار برداری وحمالی کا کام لینا مناسب نہیں کیونکہ جانور سے خدمت لینے کی صورت میں حیوان کی طرف سے رحمت ونعمت کا صلہ ملے گا جبکہ یہ لعنت بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر چکا ہے۔ پھر جانور اپنی خدمت پیش کر کے رحمت ونعمت کا ذریعہ بن رہا ہے۔ اور یہ نادان انسان ہے جو لعنت کر کے اللہ کی رحمت سے اس جانور کو دور کر چکا ہے تو وہ جانور ہی اچھا ہوا کہ وہ ملعون ہونے کے باوجود خدمت گزار ہے اور یہ انسان احمق و نادان کہ لعنت کر کے بھی اس کی خدمت کا محتاج ہے۔ حکمتِ نبوی حکیمانہ اسلوب میں انسان کو انسانیت کی تعلیم دے رہی ہے کہ جانور پر لعنت کرنا خلافِ انسانیت ہے۔

انسان کی انسانیت یہ ہے کہ عقل وشعور سے کام لے اور خدمت گزار جانور ہو یا خدام اُن پر لعنت نہ کرے نہ ہی اپنے زیر اثر ماتحتوں پر لعن وطعن کرے۔

جو مظلوم کی مدد نہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو

(٦٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ رَاٰى مَظْلُوْمًا فَلَمْ يَنْصُرْهُ.

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر جو کسی پر ظلم ہوتے ہوئے دیکھے اور اس کی مدد نہ کرے۔ (رواہ ترتیب الامالی: ٢٢٨٩)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کر لیا یا رسول اللہ! مظلوم کی مدد تو ٹھیک ہے ظالم کی مدد کا کیا طریقہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکو تا کہ وہ دوسروں پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔ ظالم کو ظلم سے روکنے میں ظالم کی مدد ہے کہ ظلم کی پاداش میں اس پر جو عذاب و عقابِ الٰہی ہوگا اس میں تخفیف کا باعث ہوگا کیونکہ بقدر ظلم ہی سزا ملے گی۔ جب ظلم کم ہوگا سزا بھی کم ہوگی۔ اللہ ہمارے معاشرے کو ظلم سے بچائے۔ اب تو ظالمانہ قوانین وضع کیے جارہے ہیں اور ظالم کی پشت پناہی کی جاتی ہے اور افسوس کہ ظالمانہ قانون کی عدالت میں پذیرائی ہوتی ہے۔ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یَا عِبَادِیْ اِنِّیْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ وَ جَعَلْتُهُ بَیْنَكُمْ مُحَرَّمًا."

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے لیے حرام کیا ہے اور تم لوگوں کے درمیان بھی اس کو حرام قرار دیا۔

"فَلَا تَظَالَمُوْا!" لہٰذا آپس میں ظلم و زیادتی نہ کیا کرو۔ (مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے:

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. ظلم و زیادتی قیامت کے دن اندھیرا ہوگا۔ یعنی ظالم کے سامنے اس کا ظلم مختلف قسم کے مصائب و پریشانی کا باعث ہوگا۔ (بخاری)

مظلوم کی مدد نہ کرنے پر حدیث میں لعنت کی وعید آ گئی ہے اور ظالم پر تو خود قرآن مجید نے لعنت کی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل سے آپ پڑھ چکے ہیں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ.

افسوس کہ جس چیز کو ربّ العزت نے اپنے لیے حرام قرار دیا، بندے نے اسی کو اپنا مشغلہ بنالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

لعنت کے تین کاموں سے بچو

(۶۹) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ : اَلْبَرَازُ فِی الْمَوَارِدِ ، وَ قَارِعَةِ الطَّرِیْقِ وَ

الظِّلِّ. (رواه ابو داؤد، رقم : ٢٦)

حضرت معاذ بن جبل رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لعنت کی تین چیزوں سے بچو: پانی لینے کی جگہ، راستہ میں اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے۔(ابوداؤد)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ! قَالُوْا وَ مَنِ اللَّاعِنَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ الَّذِیْ يَتَخَلّٰى فِیْ طَرِيْقِ النَّاسِ اَوْ ظِلِّهِمْ. (رواه ابو داؤد. رقم : ٣٥)

حضرت ابو ہریرہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لعنت کی دو چیزوں سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا لعنت کی وہ دو چیزیں کیا ہیں یا رسول اللہ! ارشاد ہوا وہ جو راستہ میں پاخانہ کر دیتا ہے یا سایہ میں (جو بیٹھنے کی جگہ ہے)۔

ہجرت کرنے کے بعد پھر واپس ہونے والے پر لعنت

(٧٠) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ بَدَاَ بَعْدَ هِجْرَةٍ. لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ بَدَاَ بَعْدَ هِجْرَةٍ، لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ بَدَاَ بَعْدَ هِجْرَةٍ اِلَّا فِیْ فِتْنَةٍ فَاِنَّ الْبُدُوَّ خَيْرٌ مِّنَ الْمَقَامِ فِی الْفِتْنَةِ.

(طبرانی فی الکبیر. صحیح : ٢٠٧٤)

حضرت جابر بن سمرۃ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو جو ہجرت کر کے واپس لوٹ جائے (یعنی دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے کے بعد پھر دار الکفر کی طرف لوٹ جائے، رجوع ہو جائے۔ العیاذ باللہ) اللہ کی لعنت ہو جو ہجرت کرنے کے بعد لوٹ جائے۔ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو ہجرت کرنے کے بعد لوٹ جائے، مگر ہاں فتنے کے وقت لوٹ جانا بہتر ہے فتنہ کے مقام پر قیام و ٹھہرنے سے۔ (طبرانی)

ایمان والا کفر و شرک کی نحوست و غلاظت سے ظاہری و باطنی طور پر نجات و طہارت

اور حق تعالیٰ کی رضا و طلب میں ہجرت کرتا ہے اور گھر بار چھوڑ کر ایمان کی حفاظت کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے ساتھ دار ایمان و امان میں پناہ لیتا ہے۔ اب ایسی جگہ سے واپس آنا اسلام میں درست نہیں مگر جہاں گیا تھا وہاں فتنہ و فساد ہو اور امن و امان مفقود ہو تو پھر فتنہ و فساد کی جگہ قیام سے واپسی کی اجازت ہوگی اور یہ لعنت کی وعید میں داخل نہیں ہوگا۔

اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف ولدیت کی نسبت کرنا لعنت کا سبب

(۱۷) عَنْ عَمْرِو بْنِ خَارِجَةَ (فِی حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ. (رواہ احمد: ۱۷۶۶۳)

حضرت عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل حدیث میں روایت ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس پر جو اپنے والد کے علاوہ دوسرے کو والد بنائے (یعنی اپنی ابنیت کی نسبت باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف کرے)۔ (احمد)

اسلام میں بچے کا نسب والد سے جڑتا ہے اور ہر بچے کی ولدیت اس کے والد سے جانی پہچانی جاتی ہے، فلاں فلاں کا بیٹا اس سے خاندانی نسب نامہ محفوظ رہتا ہے اور خاندانی تعارف اور نجابت و شرافت جو موہوبِ الٰہی ہوتا ہے لوگوں میں جانا پہچانا جاتا ہے کہ آلِ رسول ہے، یہ آلِ فلاں اور فلاں خاندان کا ہے۔ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ آدمی کا باپ تو کوئی ہو اور وہ لوگوں میں اپنے والد کا نام چھپا کر دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ اسلام اس سے منع کرتا ہے تاکہ حسب و نسب خلط ملط نہ ہو اور آدمی کا نسب نامہ محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا:

عَنْ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ فَالْجَنَّةُ عَلَیْہِ حَرَامٌ. (رواہ البخاری : ۶۷۶۶)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرمارہے تھے جو اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی ابنیت و ولدیت کی نسبت کرے اس پر جنت حرام ہے۔ (بخاری)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیۡرِ اَبِیۡهِ وَ هُوَ یَعۡلَمُ فَالۡجَنَّةُ عَلَیۡهِ حَرَامٌ.

(فیض القدیر: ۸۳۷۰۔صحیح)

جو اپنے والد کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی ولدیت کی نسبت کرے جبکہ وہ جانتا ہو کہ حقیقتاً ایسا نہیں اس پر جنت حرام ہے۔ (فیض القدیر: ۸۳۷۰۔صحیح)

ایک اور روایت میں ہے:

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیۡرِ اَبِیۡهِ اَوِ انۡتَمٰی اِلٰی غَیۡرِ مَوَالِیۡهِ فَعَلَیۡهِ لَعۡنَةُ اللّٰهِ الۡمُتَتَابِعَةِ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ. (فیض القدیر: ۸۳۷۱۔صحیح۔ابوداؤد: ۵۱۱۵)

جو اپنے والد کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی ولدیت کی نسبت کرے یا آزاد شدہ غلام اپنی آزادی کی نسبت اپنے مالک کے سوا دوسرے کی طرف کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار بار بار ہو قیامت تک۔

اور مسلم شریف میں ہے کہ:

عَنۡ سَعۡدِ بۡنِ اَبِیۡ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ یَقُوۡلُ سَمِعَتۡ أُذُنِیۡ مِنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ وَ هُوَ یَقُوۡلُ مَنِ ادَّعٰی أَبًا فِی الۡاِسۡلَامِ غَیۡرِ أَبِیۡهِ یَعۡلَمُ أَنَّهُ غَیۡرُ اَبِیۡهِ فَالۡجَنَّةُ عَلَیۡهِ حَرَامٌ۔ (فیض القدیر، ج:۶، ص:۶۰)

سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جس نے دعویٰ کیا باپ ہونے کا اسلام میں باپ کے سوا دوسرے شخص کا جبکہ جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔ (فیض القدیر)

حدیث میں جنت حرام ہونے کی جو وعید آئی ہے محدثین اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اس حرام حرکتِ قبیحہ کو حلال جانے اور جانتے ہوئے کہ وہ والد نہیں پھر بھی باپ بنائے۔ یا اس سے مراد جنت معین مثلاً جنت عدن، جنت فردوس ہے یا پھر ایسا تغلیظ وتخویف کے لیے فرمایا گیا کہ ایسا کرنا بہت ہی قبیح اور مروّت

سے گرا عمل ہے کہ انسان اپنے باپ کے نام کو چھپا کر دوسرے کو باپ بنالے، گویا در پردہ اس میں دعویٰ ہے کہ میں اپنے والد حقیقی کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوا اور دوسرے کے نطفے سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کیا ہے، جبکہ یہ بات اس حکمتِ الٰہی کے خلاف ہے جو حق تعالیٰ نے اَنساب میں رکھی ہے، لہٰذا شریعت میں اِس معارضۂ نسب پر اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کی سزا سنائی گئی ہے۔ پھر یہ بات کہ اپنے والد حقیقی کے نسب کا انکار کرنا علم ہونے کے باوجود گناہِ کبیرہ ہے۔ ایسا شخص اگر رحمتِ الٰہی سے دور نہ ہوگا کیا اس پر رحمت نازل ہوگی؟

اسی طرح وہ غلام بھی لعنت کا مستحق ہوگا جو اپنے آزاد کرنے والے آقا و مولیٰ کا نام نہ لے کر آزادی کی نسبت دوسرے شخص کی طرف کرے۔ اس پر لعنت اس لیے کہ اس نے آقا و مولیٰ کی جانب سے نعمتِ آزادی کا منکر و کفران کا مرتکب ہے اور آقا کے ساتھ عقوق و حقوق دونوں کا پامال کرنے والا ہے، اس لیے امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

مَنِ ادَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ اَوْ تَوَلّٰی اِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَائِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

جو اپنے والد کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی ولدیت کی نسبت کرے یا آزاد شدہ غلام اپنے آقا و مولیٰ کے علاوہ دوسرے کی طرف آزادی کی نسبت کرے اس پر اللہ اور فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت و پھٹکار۔ (مسلم۔ فیض القدیر: ۱۷۸۳)

غلام کا آزادی کی نسبت کسی اور کی جانب اور دوسرے کے آزاد کردہ غلام کی نسبت اپنی جانب کرنا لعنت کا سبب

(۷۲) لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَوَلّٰی غَیْرَ مَوَالِیْہِ. (مسند احمد، برقم: ۲۸۱۶)

اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اپنی آزادی کی نسبت اپنے آزاد کنندہ آقا و مولیٰ کے

علاوہ دوسرے کی طرف کرے۔

مسند احمد میں ایک دوسری روایت موجود ہے جس سے اس کی خوب وضاحت ہوجاتی ہے۔

قَالَ اَبُوْ زُبَيْرِ سَئَلْتُ جَابِرًا عَنِ الرَّجُلِ يَتَوَلّٰى مَوْلَى الرَّجُلِ بِغَيْرِ اِذْنِهِ فَقَالَ كَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى كُلِّ بَطْنٍ عُقُوْلُهُمْ ثُمَّ كَتَبَ اَنَّهُ لَا يَحِلُّ اَنْ يَتَوَلّٰى مَوْلٰى رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهِ ... وَ قَالَ جَابِرٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ فِيْ صَحِيْفَتِهِ مَنْ فَعَلَ ذَالِكَ.

(اخرجہ احمد: ۱۴۶۸۶ و ۱۴۶۸۷)

ابوزبیر نے فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کسی دوسرے کے آزاد کردہ غلام کو بغیر اس کے آقا کی اجازت کے اپنی ذمہ داری وولایت میں لے لے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں لکھا ہے کہ ہر قبیلے پر ان کی دیت لازم ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی لکھا کہ یہ جائز وحلال نہیں کہ کسی مسلمان کے آزاد کردہ غلام کو بغیر اس کے آقا کی اجازت کے اپنی ولایت میں لے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحیفے وخط میں ایسے شخص پر لعنت کی ہے۔ (احمد)

شریعت میں جس طرح غلام کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اپنی آزادی کی نسبت کسی دوسرے کی جانب کرے کیونکہ آزادی کے بعد بھی آزادشدہ غلام کے ولایت ودیت کا تعلق آقا کے خاندان سے وابستہ ہے اور جو غلام ایسا کرے گا وعید کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اس بات کی بھی اجازت نہیں کہ دوسرے کے آزاد کردہ غلام کی آزادی کی نسبت بغیر اس کے آقا ومولیٰ کی اجازت کے کوئی اپنی جانب کرے اور جو ایسا کرے گا وہ وعید کا مستحق ہوگا۔ اسلام میں کچھ تو حقوق ہیں اور کچھ حدود۔ آزادی کے بعد بھی آقا پر آزادشدہ غلام کی ولایت اور اس سے متعلق حقوق ہیں۔ جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

یہاں ہمیں یہ سکھلایا جارہا ہے کہ غلام آقا کو فراموش نہ کرے اور دوسرا شخص بھی کسی دوسرے کے آزاد کردہ غلام کو اپنی ولایت میں بغیر اس کے آقا کی اجازت کے ہرگز نہ لے۔ ایسا کرنے کی صورت میں دونوں ہی وعید کے مستحق ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

سات ملعون جن پر حق تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر لعنت بھیجی

(۷۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ سَبْعَةً مِنْ خَلْقِهٖ مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمٰوَاتِهٖ وَ رَدَّدَ اللَّعْنَةَ عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمْ ثَلَاثًا وَ لَعَنَ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ لَعْنَةً تَكْفِيْهِ فَقَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ، مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰى شَيْئًا مِنَ الْبَهَائِمِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ، مَلْعُوْنٌ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَ ابْنَتِهَا، مَلْعُوْنٌ مَنْ غَيَّرَ حُدُوْدَ الْاَرْضِ، مَلْعُوْنٌ مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ. (طبرانی فی الاوسط، ۸۴۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے سات قسم کے لوگوں پر سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت بھیجی ہے اور ان سات میں سے ایک پر تین تین دفعہ لعنت بھیجی ہے اور باقی پر ایک دفعہ۔ لعنت تو ایک ہی تباہی کے لیے کافی ہے، فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو قومِ لوط والا عمل کرتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو قومِ لوط والا عمل کرتا ہے، ملعون ہے وہ شخص جو قومِ لوط والا عمل کرتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو جانور کے ساتھ بدفعلی کرتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو زمین کی علامت کو ادلتا بدلتا ہے۔ ملعون ہے وہ شخص جو دوسرے کے غلام کو اپنا غلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (طبرانی فی الاوسط، معارف القرآن۔ ج:۲، ص:۳۳۸۔ ترغیب)

چار لوگ جن پر صبح و شام غضبِ الٰہی نازل ہوتی ہے

(۷۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ اَرْبَعَةٌ یُصْبِحُوْنَ فِیْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ یُمْسُوْنَ فِیْ سَخَطِ اللّٰهِ، قُلْتُ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ اَلْمُتَشَبِّهُوْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَ الْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَ الَّذِیْ یَأْتِی الْبَهِیْمَةَ وَ الَّذِیْ یَأْتِی الرِّجَالَ.

(الترغیب والترہیب۔ معارف القرآن، ج:۲،ص:۳۳۹)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمی صبح کے وقت اللہ جل شانہ کے غضب میں ہوتے ہیں اور شام کو بھی اللہ جل شانہ ان سے ناراض ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا وہ مرد جو عورتوں کی طرح بنتے ہیں اور وہ عورتیں جو مردوں کی طرح بنتی ہیں اور وہ شخص جو چوپایہ کے ساتھ غیر فطری حرکت کرتا ہے اور وہ مرد جو مرد سے قضاءِ شہوت پوری کرتا ہے۔

غیر فطری عمل کرنے والے کی سزا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ یَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَ الْمَفْعُوْلَ بِهٖ.

(الترغیب والترہیب)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سے روایت ہے فرمایا جس کو تم قومِ لوط کی طرح غیر فطری حرکت کرتا ہوا دیکھ لو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔

حافظ زکی الدین نے ترغیب وترہیب میں لکھا ہے کہ چار خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اور ہشام بن عبد الملک نے اپنے زمانوں میں غیر فطری حرکت والوں کو آگ میں جلا ڈالا۔

حضرت خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ نے حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ کو خط لکھا کہ

یہاں عرب کے ایک علاقے میں ایک مرد ہے جس کے ساتھ عورت والا کام کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کا ارتکاب سوائے ایک قوم کے کسی نے نہیں کیا اور اللہ جل شانہ نے اس قوم کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ میری رائے ہے کہ اسے آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر اتفاق کرلیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے آگ میں جلا دینے کا حکم دے دیا۔

جانور کے ساتھ بدفعلی وغیر فطری عمل کا حکم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ وَقَعَ عَلٰی بَهِيْمَةٍ. (سنن کبریٰ نسائی : ۷۲۹۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو حیوان کے ساتھ بدفعلی وغیر فطری عمل کرتا ہے۔

ابوداؤد، کتاب الحدود میں ہے:

مَنْ أَتَی الْبَهِيْمَةَ فَاقْتُلُوْهُ وَ اقْتُلُوا الْبَهِيْمَةَ. (ج:۲،ص:۳۶۵)

جو حیوان کے ساتھ غیر فطری عمل کرے اس کو قتل کردو اور جانور کو بھی قتل کردو۔

اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعزیر کی اور سزا دی۔

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أُتِیَ بِرَجُلٍ وَقَعَ فِی بَهِيْمَةٍ فَعزَّرَ الرَّجُلَ وَ أَمَرَ الْبَهِيْمَةَ فَأُحْرِقَتْ ، كَانَ لِقَطْعِ التَّحَدُّثِ بِهٖ ، لِاَنَّهٗ مَا دَامَتْ بَاقِيَةً يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِهٖ ، فَيُحْرِقُهُ بِالنَّارِ بِذٰلِكَ ، لَا لِأَنَّ الْاِحْرَاقَ وَاجِبٌ ثُمَّ اِنْ كَانَتِ الدَّابَّةُ مِمَّا لَا يُؤْكَلُ لَحْمُهَا ، تُذْبَحُ وَ تُحْرَقُ ، لِمَا ذَكَرْنَا ، وَ إِنْ كَانَتْ مِمَّا

يُؤْكَلُ لَحْمُهَا تُذْبَحُ وَ تُؤْكَلُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ. الخ
(تبیین الحقائق، ج:۳، ص:۵۸۰۔ فتاویٰ محمودیہ، ج:۱۴۔ ص:۱۱۶)

درمختار میں ہے:

وَ لَا يُحَدُّ بِوَطْيِ بَهِيْمَةٍ بَلْ يُعَزَّرُ وَ تُذْبَحُ ثُمَّ تُحْرَقُ وَ يُكْرَهُ الْاِنْتِفَاعُ بِهَا حَيَّةً وَ مَيْتَةً. (درمختار، ج:۴، ص:۲۶)

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ حدِ زنا تو واجب نہیں البتہ مستحقِ تعزیر ہے۔ حیوان اگر ماکول اللحم ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے اور اگر غیر ماکول اللحم ہے اور وہ خود اسی کا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو ذبح کر کے جلا دے لیکن یہ جلانا واجب نہیں بلکہ جائز یا مستحب ہے۔

تفصیل کے لیے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ جانور کے قتل کی حکمت میں لکھا ہے:

قِيْلَ اِنَّمَا أَمَرَ بِقَتْلِهَا لِئَلَّا يَتَوَلَّدُ مِنْهُ حَيَوَانٌ عَلٰى صُوْرَةِ اِنْسَانٍ اَوْ اِنْسَانٌ عَلٰى صُوْرَةِ حَيَوَانٍ. وَ قِيْلَ : كَرَاهِيَّةٌ أَنْ يُلْحِقَ صَاحِبَهَا خِزْیٌ فِیْ إِبْقَائِهَا. وَ قِيْلَ يُقْتَلُ وَ يُحْرَقُ وَ ذَهَبَ الْاَئِمَّةُ الْاَرْبَعَةُ أَنْ مَنْ أَتٰی بَهِيْمَةً يُعَزَّرُ وَ لَا يُقْتَلُ. وَ الْحَدِيْثُ مَحْمُوْلٌ عَلَى الزَّجْرِ وَ التَّشْدِيْدِ. (بذل المجهود۔ ج:۵، ص:۱۵۳)

شیطان پر لعنت کی بجائے اللہ سے پناہ طلب کرو

(۷۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ اِذَا لُعِنَ ضَحِکَ وَ اِذَا تُعُوِّذَ مِنْهُ هَرِبَ. (شرح السنة للبغوی. ج:۱۲، ص:۳۵۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب شیطان پر لعنت بھیجی جاتی ہے تو شیطان (خوشی سے) ہنستا ہے اور جب شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لی جاتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے۔ (بغوی۔ ج:۱۲، ص:۳۵۴)

عَنْ اَبِیْ تَمِيْمَةَ الْجُهَيْمِیْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَمَّنْ كَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

صَلَّـى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَهُ عَلٰى حِمَارٍ فَعَثَرَ الْحِمَارُ فَقُلْتُ تَعِسَ الشَّيْـطَانُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَاِنَّکَ اِذَا قُلْتَ تَعِسَ الشَّيْطَانُ تَعَاظَمَ فِيْ نَفْسِهٖ وَ قَالَ صَرَعْتُهُ بِقُوَّتِيْ فَاِذَا قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ تَصَاغَرَتْ اِلَيْهِ نَفْسُهُ حَتّٰى تَكُوْنَ اَصْغَرَ مِنَ الذُّبَابِ. (بغوی۔ج:۱۲،ص:۳۵۴)

ابی تمیمہ جہیمی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے تھے، سواری کو ٹھوکر لگی یعنی قدم پھسلا، تو میں نے کہا شیطان کا ناس ہو ہلاک ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہ کہو کہ شیطان کا ناس ہو ہلاک ہو اس لیے کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ شیطان ہلاک ہو تو وہ اپنی جگہ خوشی سے پھولنے لگتا ہے (یعنی دل ہی دل میں اپنے منہ میاں مٹھو بننے لگتا ہے کہ یہ ہلاکت کی بددعا کرنا بھی از قسم شیطانی اعمال ہیں جو انسان کر رہا ہے گویا وہ شیطانی چال میں پھنس گیا) اور شیطان کہتا ہے میں نے اپنی طاقت وقوت کا اثر اس پر ڈال دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب تم بسم اللہ کہتے ہو تو وہ (جی ہی جی میں گھٹنے لگتا ہے اور) چھوٹا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مکھی سے بھی چھوٹا ہو جاتا ہے۔

(بغوی۔ج:۱۲،ص:۳۵۴)

شیطانی اعمال سے شیطان کو خوشی ہوتی ہے

اسلام اپنے ماننے والوں کو ربانی رشد و ہدایت کی تعلیم و تلقین کرتا ہے اور تمام امور میں لغو وفضول کلمات و کلام سے مکمل بچنے کی ہدایت دیتا ہے تو ایسے کلمات جن سے شیطان اور شیطانی اعمال کو تقویت اور شیطان کی خوشی و مسرت کا باعث ہو کیسے گوارہ کرے گا۔ لعنت و ملامت، سبّ وشتم، بدزبانی و بدکلامی، بدگمانی و بدنگاہی صاحبِ ایمان اور عبادِ رحمٰن کی شان کے مناسب نہیں۔ اللہ اکبر کبیرا!

اسلام مسلمانوں کی شانِ تخیل اور طرزِ تکلم کو بھی تہذیب و تزکیہ کی تلقین کرتا ہے۔ صاحبِ شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان پر بھی لعنت نہ کرو کہ یہ عمل بھی تمھارا شیطان کی خوشی کا باعث ہے اور یہ نفسِ عمل بھی شیطانی اعمال سے ہے۔ جبھی تو وہ

خوش ہوتا ہے۔ ہاں، شیطان اور شیطانی اعمال سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو، یہ عمل بھی ربانی اعمال سے ہے اور اس عمل کو قوتِ تاثیر اتنی غیر معمولی قوی اور شیطان کے لیے اذیت و تکلیف دہ ہے کہ وہ بھاگنے لگتا ہے۔ یعنی مومن جب اللہ تعالیٰ کی امان و پناہ چاہتا ہے تو فوراً حق تعالیٰ کی جانب سے قوتِ قاہرہ کا حملہ شیطان پر ہونے لگتا ہے اور مومن پر نزولِ حفظ و امان۔ جس کی وجہ سے شیطان راہِ فرار اختیار کرتا ہے اور مومن پر سکینہ وقرار۔ ہمارے خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا یہ تحفہ مومن کو کمالِ ایمان و ایقان کی راہ مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔

ابوتمیمہؓ جو سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف ہیں، کہتے ہیں کہ سواری کو ٹھوکر لگی اور قدم پھسل گیا تو میرے منہ سے نکل گیا کہ شیطان کا ناس ہو کہ حضورؐ سوار ہیں اور سواری کا قدم پھسل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروقت تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہ کہو کہ اس سے شیطان جی ہی جی میں بڑا بننے لگتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور جب اللہ کی امان و پناہ چاہا جاتا ہے تو اس کو یہ بات بہت ہی ناگوارِ خاطر ہوتی ہے اور پھر جی ہی جی میں گھٹن سے مکھی سے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالنا چاہیے جس کی وجہ سے شیطان کو خوشی ومسرت ہو۔ بلکہ حالاتِ ناگہانی اور غیر متوقع امور جب بھی پیش آئیں تو اس وقت بندہ کسی کو کوسنے اور ملامت کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ولجوء اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ سے امن و امان، عافیت وراحت طلب کرے کہ امور سب کے سب اللہ جل مجدہ کے ہاتھ میں ہے۔ بندہ اللہ کا ہے تو پھر اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہی بندگی کی شان ہے۔ اس میں شانِ بندگی کے ساتھ انابت کا ظہور ہے۔ اور حادثات یا نامناسب اور غیر متوقع شدنی خود تو آتی نہیں، شاید اس میں ربانی حکمت بھی یہی ہو کہ انابت ورجوع کرانا مقصود ہو جیسا کہ یہاں ابوتمیمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی زبان سے 'تعس الشیطان' کا کلمہ نکلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے فوراً تعلیم وتربیتِ نبوی کا ظہور ہوا اور اُمت کو نبوت کی ایک روشنی وہدایت ملی۔ (اللھم صل علی سیّدنا محمد و بارک وسلم)

اگر صحابی کی زبان سے وہ کلمہ نہ نکلتا تو پھر نبوی رشد و ہدایت کا یہ چشمہ بھی نہ اُبلتا۔
اللہ تعالیٰ ہماری حیات و ممات کو رحمتِ نبوت کے فیض سے مستفیض و مستفید کردے، آمین۔

دنیا ساری کی ساری لعنت زدہ ہے سوائے ذکر اللہ کے

(۷۶) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَ مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَ مَا وَالَاهُ وَ عَالِمًا وَ مُتَعَلِّمًا. (رواہ الترمذی وابن ماجہ وحدیث حسن۔فیض القدیر، رقم:۴۲۸۱)

وَ فِیْ رِوَايَةِ الْبَزَّارِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بِلَفْظِ :
اِلَّا اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْىٍ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرَ اللّٰهِ. (رقم ۴ بالصحة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

اور بزار بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔ (فیض القدیر۔نمبر:۴۲۸۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حلیۃ الاولیاء میں روایت ہے:
اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا مَا كَانَ مِنْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ. (صحيح)
دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے۔ مگر جو اللہ کے لیے عمل ہو۔
(فیض القدیر۔رقم:۴۲۸۰)

طبرانی میں روایت ہے:
اَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا مَا اُبْتُغِیَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ.
(صحیح۔فیض القدیر:۴۲۸۳)
دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے مگر جس چیز کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب و جستجو ہو۔

حدیث میں دنیا پر جو لعنت کی گئی ہے اور اس کی تمام چیزوں پر اس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا اور لوازماتِ دنیا حق تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں اور جو ان میں منہمک و مشغول ہوتا ہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے اور اس شخص کو فانی دنیا میں رہنے کی محبت دل میں گھر کر جاتی ہے اور دنیا کی محبت کا دل میں پیوست ہو جانا اللہ کی رحمت سے دوری کا بڑا سبب ہے۔ الغرض لعنت کا مفہوم یہ ہوگا کہ دنیا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے کے سبب اس قابل ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ لعنت معنی میں ترک کے ہے۔ ملعونہ یعنی متروکہ۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ انبیاء و اصفیاء سب نے دنیا کو پسِ پشت ڈالا اس لیے دنیا متروک اور ناقابلِ قبول اور رحمت سے دور ہے۔

دراصل دنیا مختلف رنگ و روپ میں لوگوں کو اپنی طرف لبھاتی ہے اور لذت و شہوت، عیش و عشرت کے ذریعے اطاعت و عبادت سے ہٹا کر معصیت و بغاوت، نفس پرستی اور عیش و شہوت میں غرق کر دیتی ہے اور اتباعِ ہدیٰ سے ہٹا کر لذات و شہواتِ ہویٰ میں اُلجھا دیتی ہے۔ مگر ذکر اللہ یعنی عبادت و اطاعت کی مشغولیت اور وہ تمام اعمال و افعال، حرکات و سکنات جو اللہ کی رضا و جستجو اور امتثالِ اوامر و اجتنابِ نواہی، قربات و طاعات کی قسم سے ہوں وہ سب کے سب ذکر اللہ میں داخل ہیں اور لعنت کی وعید سے خارج ہیں۔ الغرض دنیا کی ہر چیز قابلِ مذمت اور مذموم ہے اور اس قابل ہے کہ اس سے دوری اختیار کی جائے مگر ذکر اللہ اور عالم و متعلّم، ذکر اللہ میں تمام حسنات و خیرات داخل ہیں۔ پھر بھی عالم جو عملِ صالح اور علمِ نافع کے ذریعے معرفتِ ربانی کی راہ پر رواں دواں رہتا ہے اور متعلّم جو سبیلِ ہدایت اور راہِ حق کی تلاش و جستجو میں مشغول ہے، ان دونوں کا تذکرہ ان کی عظمتِ شان اور علوِ مقام کی طرف اشارہ ہے کہ علمِ ربانی سے بندہ اللہ تعالیٰ کی معرفت پر قدرت کے عجائبات سے برہانِ کامل قائم کرتا ہے۔ نیز حدیث میں امر بالمعروف کا تذکرہ آیا ہے کیونکہ امر بالمعروف یعنی بھلائی کا حکم تمام تر مصالحِ دینی و دنیوی کے وجود کا سبب اور اعمالِ خیر کا ذریعہ ہے۔ بھلائی کی اشاعت سے انسان گناہ کی غلاظت و نجاست سے

طینت کی طہارت، قلب کی نظافت، شعور کی نفاست کا تحفہ حق تعالیٰ کی جانب سے پاتا ہے اور نہی عن المنکر یعنی برائی کو مٹانے سے انسان کی طبیعت میں حق کی طرف میلان و رجحان بڑھتا ہے، دلوں پر جو ظلمت کے آثار ہوتے ہیں اس کی تنظیف ہوتی ہے، باطن کا تصفیہ ہوتا ہے، تزکیۂ نفس کا مادّہ اُجاگر ہوتا ہے، اعمالِ صالحہ سے محبت و مناسبت بڑھتی ہے، اور عالم اور متعلّم اس وعید سے خارج ہیں کہ علماء راہِ حق کے ہادی اور رشد و احسان کے راہبر ہیں اور متعلّم و طالب علم اس راہ کا راہی ہے اور وہ تمام چیزیں اس وعید سے خارج ہیں جو حق کی جستجو اور رضائے حق کی تلاش میں منہمک و مشغول ہیں۔

پہلی حدیث میں دنیا کو برا کہنے سے منع کیا گیا اور اس حدیث میں لعنت کی وعید آئی ہے۔ وہاں منع سے مراد عمومی ممانعت ہے اور یہاں اس کی وضاحت ہے کہ دنیا کی ہر چیز قابلِ لعنت نہیں اور نہ ہی قابلِ تعریف ہے نہ ہی اس میں کوئی خوبی ہے۔ قابلِ تعریف اور قابلِ التفات، علماء و طلباء، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، ذکر اللہ اور تلاشِ حق اور حق تعالیٰ کی رضا و جستجو کے سوا سب چیزیں قابلِ مذمت اور قابلِ ترک ہیں۔ تو گویا لعنت اہلِ معاصی اور اہلِ کفر و طغیان پر ہوگی کیونکہ دنیا خود بھی اہلِ معاصی پر لعنت کرتی ہے جیسا کہ روایت میں آ گیا۔ الغرض جس چیز سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا مقصود ہو وہ ملعون نہیں ہے۔

عورتوں کی طرح منہ کو رومال سے چھپانے والے پر لعنت

(۷۷) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مُسَيِّبِ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كُلُّ رَجُلٍ أُخَيْمَرٍ. (الفوائد لابن منده. ج: ۱، ص: ۸۳)

أُخَيْمَرٌ اَیْ تَشَبَّهَ بِالنِّسَاءِ بِلُبْسِ الْخِمَارِ.

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت ہو ہر اس مرد پر جو رومال سے عورتوں کی طرح منہ کو چھپاتا ہے۔ (الفوائد لابن مندہ)

خِمار اور دوپٹہ کا استعمال عورتوں کے لیے زیب دیتا ہے نہ کہ مردوں کو۔ خمار و دوپٹہ

کا مقصد ستر و پردہ پوشی اور حسن و جمال اور نسوانیت کی کشش و فتنہ انگیزی سے خود کو محفوظ رکھنا اور دوسروں کو بھی عشقِ بتاں سے بچانا ہے۔کبھی کسی دل جلے کی نگاہِ مسموم ومفتون میں یہ نازکی نازنین کی عفت وعصمت چاک گریباں ہوجائے اور کسی ہوس پرست کی بے جا شکار ہوکر متاعِ گراں قدر کوتار تار کرالے۔ اسلام کی موہوب تقدس و طہارت جو صنفِ نازک کو ملی ہے یہ اس کا دستور وآئین ہے۔اس کی قدر کیجیے اور امن وامان کی سانس لیجیے۔

بہرحال خمار و دوپٹہ مردوں کو نہ زیب دیتا ہے نہ ہی مرد کی شجاعت وشجامت،قوت وشوکت اور مردانگی کے مناسب ہے۔ البتہ عمامہ وپگڑی میں مردانہ وقار ورعب ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر فتحِ مکہ کے وقت عمامہ تھا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عمامہ باندھتے تھے۔اسلاف واکابر نے بھی اس کا اہتمام کیا ہے۔رومال سر پر رکھنا معیوب نہیں مگراس وقت جو ایک غلط رواج عوام وخواص میں رومال کا ہوگیا کہ ایسے انداز سے سجا سجا کر رکھتے ہیں کہ نماز میں بھی ہر نقل وحرکت میں بس رومال ہی کی طرف دھیان اور کبھی پیشانی کے سامنے کے حصے کی طرف دھیان۔پھر رومال سے پورا منہ چھپالینا کہ آدمی کی تشخیص وتعیین ہی نہ ہو پائے کہ آخر یہ کون جارہا ہے۔حدیث میں ایسے شخص پر لعنت آئی ہے جو رومال سے اپنے چہرے اس طرح چھپالے جیسے کہ عورت چھپاتی ہے۔ہاں کسی مرض یاسخت سردی یا گرمی سے یا کسی عذر کی وجہ سے ایسا کیا گیا تو وہ وعید سے خارج ہوگا۔بعض حضرات کو دو رکعت نماز میں بیسیوں دفعہ دیکھا کہ وہ نماز میں بس رومال ہی کی جانب متوجہ ہیں اور نماز کا خشوع وخضوع تو کیا، رومال کا خشوع وخضوع سنوارتے رہتے ہیں۔البتہ اگر عمامہ ہے تو یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔

بدعتی پر اللہ کی لعنت، نہ اس کا فرض قبول نہ نفل

(۷۸) عَنْ عُمَرَ بْنِ عَوْفِ الْمُزَنِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ حَدَثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ غَضَبُہٗ وَ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ۔ (الکامل لابن عدی۔ج:۷،ص:۱۹۴)

عمر بن عوف مزنی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بدعت اختراع کرے اس پر اللہ کی لعنت وغضب ہو۔ اس سے نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ ہی نفل۔ (کامل ابن عدی)

دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقہ ہے۔ اسلام کے تمام اصول وفروع کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعین ہیں۔ دینِ اسلام کی تکمیل حیاتِ رسول میں ہو چکی اور خلفاءِ راشدین کے عمل سے اس کی ترویج واشاعت ہوئی۔ اب قیامت تک کسی کو دین میں نئی بات داخل کرنے کا بالکل قطعاً حق نہیں نہ ہی دینِ اسلام میں کوئی نئی بات دین جان کر قبول کی جائے گی۔ پھر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کا معیار سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ہوگا۔ دین کے تمام قوانین اُمت نے محفوظ کر لیے ہیں۔ بدعتی اور بدعت دونوں ہی بارگاہِ رسالت کے مجرم ہیں کہ نئی بات اور اپنے نفس کی اختراع زیغ وضلال کو شریعت وسنت کا رتبہ دے کر لوگوں میں پیش کرتا ہے۔ گویا در پردہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دین کی فلاں بات چھوٹ گئی یا دین میں نقص رہ گیا جس کی وہ تکمیل کرتا ہے، آج اُمت بے شمار بدعات وخرافات میں مبتلا ہے اور افسوس کہ ایک طبقہ اس کا اتباع کرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس موضوع پر کتاب 'بدعت کیا ہے' علامہ ماہر القادریؒ کی خوب سے خوبتر ہے۔ تفصیل وہاں دیکھ لیں۔

اللہ کے نام کی بے حرمتی کرنے والے پر لعنت

(۷۹) عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَرَّ عَلٰى كِتَابٍ عَلَى الْاَرْضِ فَقَالَ لِفَتيً مَعَهُ مَا هٰذَا؟ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ. قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا. وَ لَا تَضَعُوْا اِسْمَ اللّٰهِ اِلَّا فِيْ مَوْضِعِهِ. (مراسیل ابوداؤد:۴۹۹)

قَالَ اَیْ مُحَمَّدُ بْنُ زُبَيْرٍ وَ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ رَأٰى اِبْنًا لَهُ كَتَبَ ذِكْرَ اللّٰهِ فِي الْحَائِطِ فَضَرَبَهُ. (مراسیل)

عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ سے گزرے کہ وہاں ایک لکھی ہوئی چیز زمین پر رکھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جو نوجوان تھا، اس سے معلوم کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب میں عرض کیا کہ اس میں 'بسم اللہ' لکھا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو اس پر جو ایسا کرے، دیکھو اللہ تعالیٰ کے نام کو ایسی ویسی جگہ نہ رکھا کرو۔ رکھنا ہی ہو تو اس کے مقام ورتبہ کے لحاظ سے ایسی جگہ رکھو جو رکھنے کی جگہ ہو۔

محمد بن زبیر کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ دیوار پر ذکر اللہ لکھ رہا ہے تو انھوں نے اس کی پٹائی کی۔ (مراسیل)

آیاتِ قرآن کا دیوار پر لکھنا شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وَ لَیْسَ بِمُسْتَحْسَنٍ کِتَابُ الْقُرْآنِ عَلَی الْمَحَارِیْبِ وَ الْجُدْرَانِ لِمَا یُخَافُ مِنْ سُقُوْطِ الْکِتَابَةِ وَ اَنْ تُوطَّأَ.

قرآنی آیات کا محراب و دیوار پر لکھنا مناسب نہیں کہ کتابت شدہ حصہ زمین پر گر جائے اور لوگ اس حصے کو پاؤں سے روندیں۔

عالمگیری میں یہ بھی ہے کہ:

فَالْوَاجِبُ اَنْ یُوْضَعَ فِی اَعْلٰی مَوْضِعٍ لَا یُوْضَعُ فَوْقَهُ شَیْءٌ وَ کَذَا یُکْرَهُ کِتَابَةُ الرِّقَاعِ وَ اِلْصَاقُهَا بِالْاَبْوَابِ لِمَا فِیْهِ مِنَ الْاِهَانَةِ. (امداد الفتاویٰ، ج:۱،ص:۲۲۹)

اگر کسی چیز لوح وغیرہ پر قرآنی آیات لکھا ہو تو اس کو اونچی جگہ رکھے کہ اس کے اوپر دوسری چیز نہ ہو۔

الغرض زمین پر قرآن و حدیث کے مجموعہ یا اوراق کو نہیں رکھنا چاہیے کہ اس میں بے ادبی اور اہانت کا پہلو ہے اور احترام کے خلاف ہر حال میں ہے کہ لوگوں کے پاؤں سے روندا جائے گا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر وہ اوراق جس میں آیات یا احادیث یا ذکر اللہ یا اسم اللہ یا دینی مضامین ہوں، اس کو یونہی نہیں پھینکنا چاہیے۔ آج کل اخبارات میں

انتقال کے موقع پر جلی حرفوں میں 'اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'، 'یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً، فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ' ہر کس و ناکس کے لیے لکھ دیا جاتا ہے اور پھر وہ اخبارات بلدیہ کے ڈرم میں یا گندے کوڑے کرکٹ کے مقامات پر پھینک دیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے حق میں یہ وعید بہت بجا طور پر ہوگی جو قرآنی آیات کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ فقہاء نے تو یہ تک لکھا ہے کہ اگر قرآن یا آیاتِ قرآن کے اوراق ناقابل استعمال ہوجائیں تو ان کو جلاؤ نہیں بلکہ دفن بھی کسی ایسی جگہ کردو جہاں گندگی نہ ہو اور عام لوگوں کی گزرگاہ نہ ہو اور دفن میں بھی اس کا خیال رکھو کہ کسی ڈبہ وغیرہ میں رکھ کر دفن کردو یا بغلی قبر کی طرح مٹی کھود کر اس میں رکھ دو تاکہ اوراقِ قرآن یا قرآن پر مٹی نہ رکھی جائے اور حرمتِ قرآن کا لحاظ وخیال برقرار رہے۔

حضرات علماءِ کرام اور راسخین فی العلم عارفین نے تو یہ تک ادب سکھلایا کہ دورانِ مطالعہ چشمہ یا قلم یا موم بتی یا دوات وغیرہ بھی دینی کتابوں کے اوپر رکھنا ادب واحترامِ علمِ الٰہی کے خلاف ہے۔ ہمارے مرشد عارف باللہ حضرت حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل ایک وعظ ہے کہ قرآن پر اور حدیث وفقہ یا دینی کتابوں پر لوگ بلاجھجک چشمہ یا قلم رکھ دیتے ہیں یا پھر پاؤں میں بیٹھنے کی جگہ۔ تفسیر وحدیث کی کتابوں کو بلاسوچے سمجھے رکھ دیتے ہیں یہ سب ادب کے خلاف ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ بلا وضو سفید کاغذ کو ہاتھ نہیں لگاتے کہ شاید اس پر اللہ کا نام لکھا جائے گا۔ ہمارے اکابر علماءِ دیوبند ایسے بھی گزرے ہیں کہ کتابوں کے حواشی دیکھتے اور مطالعہ کے وقت کتاب کو نہیں گھماتے بلکہ خود جس جانب حاشیہ ہوتا اس طرف گھوم جاتے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے رومی ورازی، غزالی وجامی، بیہقی وشبلی کے علوم ومعارف کا جامع بنایا تھا۔ اور اکابر دیوبند کے علوم شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً پھیل گئے اور پھیل رہے ہیں۔ دار العلوم دیوبند پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہے۔

مرشدی حضرت مولانا ذو الفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم نے فرمایا دنیا کا آخری کنارہ جہاں سورج ڈوبتا ہے میں وہاں جب نماز کے لیے مسجد میں گیا تو امام صاحب فاضلِ دیوبند ملے اور کہا مولانا! الحمدللہ، یہاں سبھی موحد اور صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔ بدعت کا کوئی وجود نہیں، اور یہ سرزمینِ توحید شرک و بدعت سے مکمل پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ بدعتی اور بدعت سے ملت و اُمت کو ہمیشہ پاک و صاف رکھے۔ بات چل رہی تھی حرمت و عظمتِ قرآن یا آیات و احادیث کے اوراق کا بھی احترام کیجیے اور وعید سے اپنے آپ کو بچائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قدر کی توفیق دے، آمین ثم آمین۔

تقدیر کی بعض باتوں کی تصدیق کرنا اور بعض کو جھٹلانا لعنت کا سبب

(۸۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْـهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ اَهْلَ الْقَدْرِ الَّذِیْ یُکَذِّبُوْنَ بِقَدَرٍ وَ یُصَدِّقُوْنَ بِقَدَرٍ.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط:۳۱۱۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو قدریہ پر کہ وہ بعض باتوں کی تکذیب کرتا ہے اور بعض باتوں کی تصدیق۔

ہماری شریعت میں اہلِ ایمان کو ادبِ ربانی سکھلایا گیا ہے کہ ہمارا معبودِ حقیقی ربّ العالمین ہے اور ہم اس کے بندۂ محض ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنے علمِ ابدی و ازلی میں ہماری پیدائش سے قبل اپنے علمِ محیط سے ہمیں جانچا پرکھا اور پھر ہماری تمام حرکات وسکنات، اعمال و افعال کو لکھ دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کے لکھنے کی وجہ سے ہم مجبورِ محض ہو گئے ہیں۔ حضرت علامہ حسین احمد بہاری نے ترمذی کتاب التقدیر پڑھاتے ہوئے فرمایا تھا ''علمِ شئے علتِ وجودِ شئے نہیں۔'' اِس ایک علمی جملے نے تمام شکوک وشبہات کو رفع کر دیا۔ بہرحال اچھی یا بری تقدیر سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیب پر ایمان کا مطالبہ کیا ہے۔ تقدیر بھی ایمان بالغیب کی ہی ایک قسم ہے۔ بھائی! جب ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جنت وجہنم، ملائکہ، میزان، پل صراط، حوضِ کوثر اور دیدارِ الٰہی و رؤیتِ

باری پر ایمان لا چکے تو اچھی یا بری تقدیر اس کے مقابلے میں کون سی ناقابلِ قبول شئے ہے۔تقدیر پر ایمان لانا اہلِ ایمان کے لیے باعثِ راحت وطمانیت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیتے ہیں اور علیم وخبیر کے فیصلے پر راضی رہتے ہیں۔سبحان اللہ وبحمدہ!

ریاکار دینی شکل وصورت، ہیئت وحلیہ والے پر لعنت

(۸۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا تَزَیَّنَ رَجُلٌ لِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ وَ هُوَ لَا یُرِیْدُهَا وَ لَا یَطْلُبُهَا لُعِنَ فِی السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرَضِیْنَ. (رواه الطبرانی فی الاوسط : ۴۷۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی ظاہراً آخرت والے اعمال کی ہیئت وصورت اختیار کرتا ہے اور وہ درحقیقت فسادِ نیت کی وجہ آخرت (کی طلبِ رضائے الٰہی کا) ارادہ نہیں رکھتا اور نہ ہی اُس عمل سے آخرت کے ثواب (اور اللہ کو خوش کرنے) کا خواہش مند ہوتا ہے تو ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں اس پر لعنت کی جاتی ہے۔(طبرانی)

وہ تمام اعمال جو شریعت میں عبادت و اطاعت اور اعمالِ آخرت شمار ہوتے ہیں ان کا مقصد بھی عبادت کی اصل روح اور جان ہے۔یعنی آخرت کا ثواب اور اس سے بھی ایک قدم آگے مولیٰ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی۔مومن عمل سے پہلے ہی خلوصِ نیت اور للّٰہیت کے ساتھ بارگاہِ ربّ العزّت میں پہنچ جاتا ہے اور اپنے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ عمل کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں عملی جامہ پہناتا ہے۔اس حدیث میں ان لوگوں پر وعید آرہی ہے جو ظاہراً تو آخرت کے عمل کرتے ہیں،شکل وصورت، ہیئت وحلیہ تو عبادت واطاعت کا اختیار کرتے ہیں مگر اس سے مقصد آخرت کا اجر وثواب یا اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں بلکہ ریا و دکھلاوا یا دنیاوی نفع حاصل کرنا ہوتا ہے،اپنی تشہیر و داد کا خواہاں ہوتا ہے۔ان لوگوں پر ساتوں آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں لعنت کی جاتی ہے۔صالحین کی

شکل وصورت، ہیئت ولباس اختیار کر کے لوگوں میں دینداری ظاہر کرنا، حج کے موقع پر اعمال ومناسکِ حج کے ذریعے جو محض آخرت کے اعمال ہیں، دنیاوی نام ونمود اور فانی دنیا کی شہرت طلبی ایسے لوگوں کے پیشِ نظر ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید کا صاف واضح ارشاد ہے:

﴿ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا بِالْآخِرَۃِ ﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے دنیوی زندگانی (کے حظوظ) کو لے لیا ہے بعوض (نجات) آخرت کے۔ (سورۂ بقرہ:۸۶)

الغرض وہ تمام اعمال جو محض آخرت کے لیے کیے جاتے ہیں ان کے ذریعے دنیا کو طلب کرنا بہت ہی مذموم ہے۔ دنیا کے لیے دنیاوی اعمال کیا کم ہیں۔ ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت کا لحاظ اور اپنی عاقبت کو سنوارنے کا خیال نہ ہو اور دیدہ ودانستہ عذاب وعقاب کیلئے تیار ہو۔ اے اللہ! ہم اپنے نفس کے شر سے پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے: اے اللہ! ہمارے باطن کو ظاہر سے اچھا بنا اور ظاہر کو صالح بنا۔ ”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَ اجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً.“ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضلِ خاص سے ہماری نیتوں کو سنوار دے۔

ایک حدیث میں ہے: اِذَا تَزَیَّنَ الْقَوْمُ بِالْآخِرَۃِ وَ تَجَمَّلُوْا لِلدُّنْیَا فَالنَّارُ مَاوَاھُمْ. (عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ — سعید بن منصور)

جب کوئی قوم آخرت کے اعمال کی ہیئت اختیار کر کے اس سے دنیا کا طالب ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (فیض القدیر، رقم:۵۲۳)

اللہ کی لعنت ہو کسریٰ پر

(۸۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ قَالَ، یَقُوْلُ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ کِسْرٰی، اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ ھَلَاکًا اَلْعَرَبُ ثُمَّ اَھْلُ فَارِسَ. (مسند احمد برقم: ۱۰۶۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو کسریٰ پر۔ سب سے پہلے عرب ہلاک ہوں گے پھر اہلِ فارس۔ (مسند احمد)

غیر قاتل کو قتل کرنا لعنت کا سبب ہے

(۸۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ فِي الصَّحِيفَةِ الَّتِي كَانَتْ فِي قِرَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْقَاتِلَ غَيْرَ قَاتِلِهِ وَ الضَّارِبَ غَيْرَ ضَارِبِهِ. (مسند الامام الشافعي۔ ج:۱،ص:۱۹۸)

محمد بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کی میان میں جو تحریر و کتاب تھی اس میں تھا کہ اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو قاتل کے علاوہ دوسرے کو قتل کرے اور مارنے والے کے علاوہ دوسرے کو مارے۔ (مسند امام شافعی)

اس روایت میں ایک جہالت و نادانی والے عمل کی تردید ہے۔ جب کسی دو خاندان یا قبیلہ میں یا دو گروپ میں آپس میں کشیدگی ہو، تو ایسے موقع پر ایسی جہالت کا عمل وجود میں آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو کسی دوسرے شخص نے قتل کر دیا تو انتقام میں مقتول کے رشتہ دار قاتل کے خاندان یا اس گروپ کے کسی بے گناہ کو قتل کر دیں۔ تو اس جرم کے مرتکب کے لیے حدیث میں لعنت کی وعید ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے کسی دوسرے کی مار پٹائی کی، اب اس کے علاوہ کسی دوسرے کو اس مارنے والے کے خاندان نے پکڑ کر انتقام میں پٹائی کرنا شروع کر دی۔ یعنی مارنے والا اور تھا اور پٹ گیا بے گناہ۔ حدیث میں اس پر وعید آئی ہے۔ ایسا کرنا لعنت کا سبب ہے۔

اولادِ بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تفرقہ ڈالنے والے پر لعنت

(۸۴) عَنْ عَلِيٍّ ابْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ بَنِيْ هَاشِمٍ وَ بَنِي الْمُطَّلِبِ.

(رواہ الامام الشافعی، ج:۱،ص:۳۲۴)

علی ابن الحسین سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت

ہو اس شخص پر جو بنی ہاشم (یعنی اولادِ ہاشم) اور بنی مطلب (اولادِ مطلب) میں جدائی اور تفرقہ ڈالے۔ (امام شافعی)

بعد والوں کا اپنے گزرے ہوئے لوگوں پر لعنت کرنا

(۸۵) عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَمَنْ كَتَمَ حَدِيْثًا فَقَدْ كَتَمَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ.

(ابن ماجہ: رقم: ۲۶۲)

وَ فِيْ رِوَايَةٍ اِذَا لَعَنَ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ عِلْمٌ فَلْيُظْهِرْهُ فَاِنَّ كَاتِمَ الْعِلْمِ يَوْمَئِذٍ كَكَاتِمِ مَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ.

(طبرانی فی الاوسط۔ص: ۴۳۰)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اُمت کے آخری و بعد والے لوگ اپنے اگلوں پر لعنت کریں پس اس وقت جو میری بات و پیغام کو چھپائے گا تو اس نے جو مجھ پر نازل ہوا اس کو چھپایا۔ (ابن ماجہ)

اور ایک روایت میں ہے جب اس اُمت کے بعد میں آنے والے لوگ پہلے گزرے ہوئے لوگ کو برا کہیں تو اس وقت جس کے پاس علم ہو اس کو چاہیے کہ وہ علم لوگوں کو بتلائے، اس لیے کہ علمِ دین کو چھپانے والا ایسے وقت میں ایسا ہے جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے احکام کو چھپالیا۔ (طبرانی فی الاوسط، ص: ۴۳۰)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیین ہیں اور ختمِ نبوت و رسالت کی شان عطا ہوئی ہے کہ قیامت تک کے ہر فتنہ و فساد اور ما کان و ما یکون کی اطلاع دینا تاکہ اُمتِ رحمت ختمِ نبوت کی روشنی و تجلی میں شر و فساد، عصیان و طغیان سے ایمان و ایقان کو بچا سکے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب اور پھر اصحاب میں خلفاءِ راشدین مہدیین کا کتنا بلند مقام ہے۔ مگر ایک جماعت و طبقہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سبّ و شتم کرتی ہے۔ پھر انہی بدبختوں کے نقشِ قدم پر ایک جماعت اُٹھی تو اس نے یہ فتنہ اُمت میں ڈالا کہ صحابہؓ

حجت نہیں، بدعتِ عمری اور بدعتِ عثمانی کا فساد پیدا کیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں: ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةُ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ'' خلفاءِ راشدین کے عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فرما رہے ہیں مگر یہ طبقہ حدیث بھی اپنی نفس پرستی سے نہیں مانتا۔ پھر جیسے جیسے فساد بڑھتا گیا ان میں اسلاف و اکابر علماءِ راسخین ائمہ مجتہدین سے بدگمانی پھر بدزبانی و بدکلامی بڑھتی گئی۔ ائمہ اربعہ کو ناگفتہ بہ الفاظ سے مجلسوں میں لعن و طعن کا نشانہ بنایا۔ پھر ایک طبقہ اُٹھا جس نے وقت کے علماءِ ربانی کو کفر و الحاد کا فتویٰ دیا۔ الغرض عہدِ صحابہؓ سے لے کر اکابر علماءِ حق تک سب کو نشانہ بنایا۔ اہلِ باطل نے جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے بدگمانی و بدزبانی کی ابتدا کی تھی، ان کی اولاد اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آج تک سبّ و شتم کو اہلِ حق کے خلاف اپنا دِن و رات کا مشغلہ بنائے ہوئے ہے۔ نام اور روپ بدل بدل کر تقیہ کر کے اہلِ حق کو برا کہنا ان کا شیوہ ہے۔ نام کچھ بھی رکھ لیں مگر ہیں سبھی ابن سبا کی اولاد اور مشغلہ وہی پرانا جو کل تھا وہ آج۔ صحابہؓ کو نشانہ بنائیں یا ائمہ اربعہ کو یا علماءِ حق اکابر و اولیاء کو، حدیث میں آیا ہے کہ جب بعد میں آنے والے اپنے اگلے اور گزرے ہوئے پیشوا کو لعن وطعن کریں اس وقت سرخ آندھی کے ذریعے اللہ ان کو ہلاک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہے کہ ان کی مغفرت کی دعا مانگیں اور اس کی بھی کہ ہمارے دلوں میں ان اسلاف و اکابر کے خلاف غل وغش، کینہ وحسد نہ ہو، کدورت نہ ہو۔ تفصیل عظمتِ صحابہؓ کے باب میں گزر چکی۔ وہاں مراجعت کر لیں۔

مُردوں کو گالیاں نہ دو

(۸۶) عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ رضی الله عنها : مَا فَعَلَ يَزِيْدُ بْنُ قَيْسٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ! قَالُوْا : قَدْ مَاتَ. قَالَتْ : فَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. فَقَالُوْا لَهَا مَا لَكِ لَعَنْتِهِ ثُمَّ قُلْتِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ؟ قَالَتْ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم قَالَ : لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا.

رواه ابن حبان فی صحیحه و هو عند البخاری دون ذکر القصة و

لابی داؤد : اِذَا مَاتَ صَاحِبُکُمۡ فَدَعُوۡهُ وَ لَا تَقَعُوۡا فِیۡهِ. (الترغیب، ج:۴، ص:۳۴۸)

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ یزید بن قیس کے ساتھ کیا ہوا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ وفات پا چکا (یہ سن کر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے) کہا: استغفر اللہ! میں اللہ سے پناہ چاہتی ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیوں؟ ابھی آپ نے اس پر لعنت بھیجا اور پھر استغفر اللہ کہتی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرے ہوئے کو گالیاں نہ دو اس لیے کہ وہ اپنے اعمال جو انھوں نے بھیجے ہیں اس کی سزا یا بدلہ پا رہے ہیں۔ اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب تمھارا کوئی ساتھی مر جائے تو اب اس کا تذکرہ چھوڑ دو اور اس کے اعمال و کردار کی ادھیڑ بن نہ کرو۔ یعنی مرے ہوئے کا کیا تذکرہ اور اس کی بدی و برائی کا کیا ذکر کہ وہ اپنے اعمال کے نتیجے کو پہنچ چکا۔

یزید بن قیس کو حضرت علیؓ نے ایک خط دے کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس روانہ کیا تھا جس کے جواب میں حضرت عائشہؓ کی جانب سے کسی مصلحت یا فرصت نہ ملنے کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو یزید بن قیس نے واپس آ کر اپنی طرف سے حضرت علیؓ کو یہ کہہ دیا کہ انھوں نے آپ کو برا بھلا کہا ہے وغیرہ اور حضرت علیؓ کو اُمّ المومنینؓ سے بدگمان کرنے لگا۔ اس واقعے کی اطلاع حضرت صدیقہؓ کو جب ہوئی تو انھوں نے یزید بن قیس کے احوال معلوم کیے اور پھر ان کی زبان سے لعنۃ اللہ کا لفظ بھی نکلا۔ حاضرین نے جواب دیا کہ اس کی وفات ہوگئی تو یہ سنتے ہی حضرت صدیقہؓ نے استغفر اللہ کہا۔ سننے والوں کو حیرانی ہوئی کہ حضرت صدیقہؓ نے لعنت بھی بھیجی اور استغفار بھی کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں اور مرے ہوئے لوگوں کو برا نہ کہو کہ وہ اپنے کیے کی جزا پا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مُردہ کو برا نہ کہنا چاہیے۔ اس لیے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا استغفار لعنت سے بھی ہوا اور مُردہ کو برا نہ کہنے کی بھی ہدایت ملی اور لعنت کی تلافی استغفار سے بخوبی ہوگئی۔ واللہ اعلم (ثمین)

عجمیوں اور فارس وروم والوں پر لعنت

(۸۷) عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ! اِلْعَنْ اَهْلَ الْيَمَنِ فَاِنَّهُمْ شَدِيْدٌ بَأْسُهُمْ، كَثِيْرٌ عَدَدُهُمْ، حَصِيْنَةٌ حُصُوْنُهُمْ. فَقَالَ لَا. ثُمَّ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ الْاَعْجَمِيِّيْنَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا مَرُّوْا بِكُمْ يَسُوْقُوْنَ نِسَاءَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ فَاِنَّهُمْ مِنِّىْ وَ اَنَا مِنْهُمْ. (رواه احمد : ۱۷۶۴۷)

وَ فِىْ رِوَايَةٍ عِنْدَ اَبِىْ بَكْرِ ابْنِ اَبِىْ عَاصِمِ الشِّيْبَانِىْ بَعْدَ الْاَعْجَمِيِّيْنَ : فَارَسَ وَ الرُّوْمَ. (الاحاد و المثانی، ص:۲۲۸۰)

عتبہ بن عبد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ! اہلِ یمن پر لعنت کر دیجیے کہ وہ سخت جنگجو ہیں، ان کی تعداد زیادہ ہے، ان کے قلعے مضبوط ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں پر لعنت فرمائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ تمھارے پاس سے اپنی عورتوں کو لے کر اور اپنی اولاد کو اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے گزریں اس وقت وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔ (رواہ احمد۔ رقم: ۱۷۶۴۷)

اور ابی عاصم شیبانی کی روایت میں عجمیوں کے بعد فارس اور روم کے الفاظ ہیں۔

ہجرت لعنت کو رحمت میں بدل دیتی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس اور روم والوں پر لعنت فرمائی جب تک وہ دونوں کفر وشرک کی گندگی ونجاست میں رہیں گے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار رہے گی۔ مگر جب وہ ایمان لا کر بیوی بچوں کے ساتھ بلادِ کفر سے ہجرت کر جائیں گے تو اللہ کی لعنت سے رحمت وخیر کی طرف آ جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ان کا ایمانی تعلق و رشتہ مجھ سے ہو جائے گا اور وہ میرے اُمتی ہو کر میری لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کی وجہ سے میری شفاعت میں داخل ہو جائیں گے۔ ایمان امن وسلامتی اور مغفرت

و جنت کی بشارت دیتا ہے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے دستِ اقدس سے حوضِ کوثر پر سیرابی و شفاعت کی خوشخبری سناتا ہے۔ ہجرت فساد کی جگہ سے حفاظتِ ایمان و اسلام کی غرض سے کی جاتی ہے، قوم و وطن، گھر بار، دکان مکان، زراعت و صناعت، تجارت و حرفت سب کو دین و ایمان کی غرض سے چھوڑ دینا آسان کام نہیں۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہجرت بیوی بچوں کو لے کر حفاظتِ ایمان کی خاطر لعنت کو رحمت و سعادت میں داخل کر دیتا ہے اور صاحبِ شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت و شفاعت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پوری اُمتِ مسلمہ کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اعمال پر لعنت کی ہے ایسے اعمال سے محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین۔

نا اہل رشتہ دار کو منصب سپرد کرنا لعنت کا سبب ہے

(۸۸) عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ مَنْ وَلّٰی مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا فَاَمَّرَ عَلَیْهِمْ اَحَدًا مُحَابَاةً فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا وَّ عَدْلًا حَتّٰی یُدْخِلَهُ جَهَنَّمَ.

(رواہ احمد، برقم: ۲۱۔ جمع الفوائد، ص: ۳۲۵)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ لِلْبَزَّارِ لَمْ یَرِحْ رَاحَةَ الْجَنَّةِ. (برقم : ۱۰۱)

وَ فِیْ مُسْنَدِ الشَّامِیِّیْنَ لِلطِّبْرَانِیِّ : مَنْ وَلِیَ ذَا قَرَابَةٍ مُحَابَاةً وَ هُوَ یَجِدُ خَیْرًا مِنْهُ لَمْ یَرِحْ رَاحَةَ الْجَنَّةِ. (برقم : ۳۵۷۲)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی منصب و عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و محبت و تعلق کی وجہ سے (بغیر اہلیت معلوم کیے ہوئے) دے دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل ... یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔ (احمد۔ حدیث نمبر ۲۱)

اور بزار کی روایت میں: جنت کی خوشبو اس کو نہیں لگے گی۔ (۱۰۱)

اور مسند شامیین طبرانی میں ہے: جس نے منصب وعہدہ کسی قرابت ورشتہ دار کو محض تعلق ومحبت کی وجہ سے سپرد کر دیا جبکہ اس سے بہتر اہلیت والا دوسرا موجود تھا تو اس شخص کو جنت کی خوشبو نہیں لگے گی۔

مذہبِ اسلام میں امارت وسیادت اور قیادت اہلیت وعدالت کی بنیاد پر رکھا گیا ہے اور یہ ایک عظیم امانت ہے کہ اہل اور صاحبِ منصب میں خوفِ الٰہی، خشیتِ باری، تقویٰ ومعاملہ فہمی، دیانت وامانت کے ساتھ منصب کی ذمہ داری اور اپنے عہدے کی بارگاہِ ربّ العزت میں جواب دہی کا مکمل احساس ہو اور جس منصب پر اسے فائز کیا جارہا ہے اس منصب کے حقوق وفرائض کیا کیا ہیں اس سے آگاہ ہو اور لوگوں کے مقابلے میں حق پرست ہو، نفس پرست نہ ہو۔ ذاتی انتقام کا جذبہ نہ ہو، ذاتی معاملے میں عفووتسامح کا خوگر ہو۔ حقوق اللہ اور حدود اللہ کا مکمل نگران ومحافظ ہو۔ شریعت کے قوانین سے باخبر ہو۔ جرأت کے ساتھ قانون کو نافذ کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہو۔ اپنے اور بیگانے سبھی عدالت کی چہار دیواری میں یکساں ہوں۔ اگر ایسا کیا گیا تو اسلام کو عزت ملے گی، اسلام سربلند ہوگا۔ اہلِ باطل بھی اسلامی عدالت کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور ہر شخص ایسی عدالت میں عدل وانصاف سے شاداں وفرحاں ہوگا لیکن جب اقرباء پروری، تعلق اور خاطر داری، نادان دوستوں کی رواداری میں منصبیں تقسیم کی جائیں گی، نااہلوں اور جاہلوں کو تنفیذی مناصب اور قیادت وسیادت کی کرسی دے دی جائے گی تو دنیا کا نظم درہم برہم ہوگا۔ ظالمانہ قانون نادانوں کے ذریعے معصوم وبے گناہ عوام ورعایا پر مسلط ہوگا۔ عقلاء، اہلِ دانش انگشت بدنداں ہوں گے اور نہ معلوم کیا کیا باعثِ شرمندگی آئین ودستور بنیں گے۔ یہ سب دنیا میں ہوگا مگر حدیث بتلا رہی ہے کہ ایسے ناعاقبت اندیش حکمراں کو جو عہدے کی تعیین وتقسیم میں بددیانتی اور خیانت کا مرتکب ہوگا جنت تو بہت دور کی بات ہے اس کو جنت کی خوشبو بھی نہیں لگے گی۔ اس کی جانب سے فرائض ونوافل بھی قبول نہیں ہوں گے اور وہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

آپس کا لعنت و ملامت ہلاکت کو دعوت دینا ہے

(۸۹) عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : اِذَا اسْتَحَلَّتْ اُمَّتِيْ خَمْسًا فَعَلَيْهِمِ الدِّمَارُ. اِذَا ظَهَرَ التَّلَاعُنُ وَ شَرِبُوا الْخُمُوْرَ وَ لَبِسُوا الْحَرِيْرَ وَ اتَّخَذُوا الْقَيْنَاتِ وَ اكْتَفَى الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ وَ النِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ. (رواه البيهقي. ترغيب، ج:۳، ص:۹۸)

حضرت انس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب میری اُمت پانچ چیزوں کو حلال و مباح جانے گی تو ان پر دمار و ہلاکت یعنی تباہی و بربادی مسلط کردی جائے گی۔ (۱) آپس میں ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کا سلسلہ شروع ہوجائے، (۲) اور شراب نوشی ہونے لگے، (۳) اور ریشم کا لباس پہنا جانے لگے، (۴) بغیر نکاحِ شرعی کے لڑکیوں سے شہوت پرستی ہونے لگے، (۵) اور ہم جنس پرستی یعنی لڑکے لڑکوں کے ساتھ اور عورتیں عورتوں کے ساتھ غیر فطری عمل میں مشغول ہوجائیں۔ (ہم جنس پرستی کی وجہ سے لڑکے اور لڑکیاں آج شادی جو شرعی طریقہ ہے اس کی طرف راغب نہیں ہیں اور معاشرے میں ایک وبا پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہماری ملت و امت کا محافظ ہے۔)

اس حدیث میں اُمت کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ خاص کر جب آپس میں لوگ ایک دوسرے پر لعن وطعن کرنے لگیں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کی تباہی و بربادی کا جذبہ دل میں ہو تو خیر و بھلائی کا نزول نہ ہوگا اور منجانب اللہ ہلاکت و تباہی کے اَن گنت اور نت نئے عذاب نازل ہوں گے۔ یہ عذابِ الٰہی ہوگا۔ آج اُمت پر نئے نئے انداز کا عذاب مسلط ہے؛ کبھی غیروں کے ہاتھ کبھی آسمانی بلا واسطہ۔ ہیں سب کے سب عذاب مگر اس کی شکلیں مختلف ہیں۔ یہ ہمارے اعمالِ ظاہری و باطنی کی سزا ہے۔ شامتِ اعمال ماصورت نادر گرفت!

چار لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت

(۹۰) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : اَرْبَعَۃٌ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ، وَ اَمَّنَتِ الْمَلَائِکَۃُ ؛ رَجُلٌ جَعَلَہُ اللّٰہُ ذَکَرًا فَاَنَّثَ نَفْسَہُ وَ تَشَبَّہَ بِالنِّسَاءِ، وَ امْرَأَۃٌ جَعَلَھَا اللّٰہُ اُنْثٰی فَتَذَکَّرَتْ وَ تَشَبَّھَتْ بِالرِّجَالِ، وَ الَّذِیْ یُضِلُّ الْاَعْمٰی وَ رَجُلٌ حَصُوْرٌ وَ لَمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ حَصُوْرًا اِلَّا یَحْیٰی بْنَ زَکَرِیَّا. (رواہ الطبرانی، ترغیب ، ج:۳،ص:۱۰۵)

حضرت ابی امامہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار آدمیوں پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور فرشتوں نے اس پر آمین کہی۔

(۱) وہ آدمی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مرد بنایا اور وہ اپنے آپ کو عورت بنا کر پیش کرتا ہے اور عورت کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔

(۲) وہ عورت کہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عورت بنایا اور وہ (چال وچلن، لباس وگفتار سے) مرد بننے کی کوشش کرتی ہے اور مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔

(۳) جو اندھے کو راستہ بھٹکا دے یعنی غلط راستہ بتلا دے کہ اندھا راستہ سے بھٹک کر پریشان ہو اور وہ اس طرح اس کا وہ تحریہ و مذاق اُڑائیں۔ اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی راہ گیر و راستہ معلوم کرنے والے کو غلط راستہ بتلا کر پریشان کرے اور منزل سے دور کردے۔ یہ محاسنِ اسلام ہے کہ دینی و دنیوی دونوں راستوں کے متلاشی کو صراطِ مستقیم کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو منزل کی صحیح رہنمائی کی ہدایت کرتا ہے اور غلط رہنمائی پر لعنت کی وعید شدید سناتا ہے۔)

(۴) اور وہ شخص جو (منکوحہ بیوی کی جنسی حقوق سے اپنی شہوت وطلب کے باوجود اعراض کرکے) عورت کے پاس نہ جائے (اور اپنی پارسائی جتلانے کے لیے لذات و شہوات سے بہت زیادہ رُکنے والا اپنے کو ظاہر کرے اور اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہے کہ عورت کی طرف التفات کی نوبت نہ آئے۔) اور اللہ تعالیٰ نے یہ مخصوص صفت کے

ساتھ صرف حضرت یحییٰ بن زکریا کو پیدا فرمایا تھا (یعنی عورت کی طرف طبعی میلان سے وہ پاک تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کا یہ حال خود بیان فرمایا ہے۔

رہبانیت اتباعِ سنت میں پوشیدہ ہے

ہماری شریعتِ محمدی میں حکم ہے "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ" نکاح میری سنت ہے۔ دوسری روایت ہے: "فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ." جو میری سنت سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔ اسلام میں نکاح، بیوی کے ساتھ قربت و صحبت، ملاعبت و مجامعت عبادت اور دین ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ایسی عورت سے شادی کرو جو زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو۔ "فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ" کیونکہ میں قیامت کے دن تمھاری کثرت کی وجہ سے دوسری اُمتوں پر فخر کروں گا۔ وعید اس شخص پر آرہی ہے جو شادی شدہ ہو اور کوئی جسمانی بیماری بھی نہ ہو، قوت و توانائی بھی خوب ہو، تقاضا اور طلب بھی بھرپور ہو مگر خواہ مخواہ کے لیے ایسا بنتا ہو اور اپنے کو دِکھلاتا ہو کہ اس میں عورت کی شہوت و طلب نہیں، رغبت و التفات نہیں۔ ہماری اسلامی شریعت میں ربانیت کو فوقیت ہے نہ کہ رہبانیت کو۔ ربانیت یہ کہ حضورِ اقدس ﷺ کی سنت و شریعت پر عمل پیرا ہو۔ ہماری معاشرت بھی عبادت و ربانیت ہے۔ شادی بیاہ، بیوی کے ساتھ خلوت و جلوت کے لمحاتِ مسرت بھی عین عبادت و ربانیت ہیں۔ صحبت و جماع پر بھی اجر و ثواب کی بشارت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ معلوم ہوا کہ منکوحہ کے ساتھ خلوت کے اوقات بھی عبادت ہی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں زندگی کے تمام اعمال و افعال، حرکات و سکنات اتباعِ سنت کی برکت سے عبادت و ربانیت کی بشارت کے ساتھ رحمت ہی رحمت ہیں۔

اب اگر کوئی رحمت و بشارت جو اتباعِ سنت میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے، اس کو چھوڑ کر غیر سنت کی راہِ تقرب و تعبد اور ربانیت کو حاصل کرنا چاہے گا تو اس کا یہ عمل بارگاہِ ربّ العزت میں قبول نہ ہوگا کیونکہ قبولیت مشروط ہے اتباعِ سنت کے ساتھ۔ ہماری شریعت کا

کمال یہی تو ہے کہ بشری تقاضوں کی تکمیل پر بھی اتباعِ رسولِ رحمت ﷺ کی برکت سے بارگاہِ حق میں قبولیت و ربانیت کا مقام ملتا ہے

نقشِ قدم نبی کے ہیں جنت کے راستے

اللہ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

اگر حکمرانوں میں تین خوبیاں نہیں تو پھر ان پر لعنت

(۹۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ : قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی بَیْتٍ فِیْہِ نَفَرٌ مِنْ قُرَیْشٍ، فَاَخَذَ بِعُضَادَتَیِ الْبَابِ فَقَالَ هَلْ فِی الْبَیْتِ اِلَّا قَرَشِیٌّ؟ فَقَالُوْا : لَا، اِلَّا ابْنُ اُخْتٍ لَنَا. قَالَ : اِبْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ. ثُمَّ قَالَ : اِنَّ هٰذَا الْاَمْرُ فِیْ قُرَیْشٍ مَا اِذَا اسْتُرْحِمُوْا رَحِمُوْا، وَ اِذَا حَکَمُوْا عَدَلُوْا، وَ اِذَا اَقْسَمُوْا اَقْسَطُوْا، وَ مَنْ لَمْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَ الْمَلَائِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.

(رواہ الطبرانی فی الصغیر الاوسط۔ ترغیب، ج:۳، ص:۲۰۲ و ج:۳، ص:۱۷۱)

حضرت سعید خدری رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ایک مکان میں کھڑے ہوئے جس کے اندر قریش کی ایک جماعت موجود تھی تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دروازے کے چوکھٹ کو پکڑ لیا اور فرمایا کہ کیا گھر کے اندر غیر قریشی تو کوئی نہیں ہے؟ حاضرینِ مجلس نے فرمایا: نہیں قریشی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے مگر ہمارا بھانجا (بہن کا بیٹا)۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا بہن کا بیٹا انہی میں ہوتا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا یہ ولایت و سیادت قریش میں ہوگی جب تک کہ لوگ ان سے رحم و کرم کا سوال کریں گے وہ رحم و کرم کرتے رہیں گے، اور جب وہ فیصلہ کریں تو عدل و انصاف کریں گے اور جب وہ (مالِ غنیمت وغیرہ) تقسیم کریں تو آپس میں برابری و منصفانہ برتاؤ کریں گے اور جو ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت و پھٹکار ہو۔

وَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ : کُنَّا فِیْ بَیْتٍ فِیْہِ نَفَرٌ مِنَ

الْـمُهَـاجِـرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَجَعَلَ كُلُّ رَجُلٍ يُوْسِـعُ رَجَـاءً اَنْ يَـجْلِسَ اِلَى جَنْبِهٖ. ثُمَّ قَامَ اِلَى الْبَابِ فَاَخَذَ بِعُضَادَتَيْهِ فَقَالَ : اَلْاَئِـمَّةُ مِـنْ قُـرَيْـشٍ وَ لِىَ عَلَيْكُمْ حَقٌّ عَظِيْمٌ وَ لَهُمْ ذٰلِكَ مَا فَعَلُوْا ثَـلَاثًا : اِذَا اسْتُرْحِمُوْا رَحِمُوْا، وَ اِذَا حَكَمُوْا عَدَلُوْا ، وَ اِذَا عَاهَدُوْا اَوْفُوْا ، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَـعَـلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. (رواه الـطبراني في الكبير بـاسـنـاد صـحـيـح. و احـمـد بـاسـنـاد جيـد و ابن حبان في صحيحه. ترغيب، ج:۳، ص:۲۰۳ و ج:۳، ص:۱۷۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک مکان میں تھے جہاں انصار و مہاجرین جمع تھے۔ اتنے میں خاتم النّبیین ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہر شخص اپنے بازو جگہ بنانے لگا کہ حضرت ﷺ اس کے پاس بیٹھ جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ دروازے کی جانب کھڑے ہوگئے اور دروازے کا حلقہ و چوکھٹ تھام لیا اور ارشاد فرمایا: امام و قائد قریش سے ہوگا۔ اور میرا تم پر بہت ہی عظیم حق ہے اور ان کا بھی (یعنی قریش کا بھی تم پر عظیم حق ہے) جب تک کہ وہ تین کام کا اہتمام و التزام کریں۔ جب تک لوگ ان سے رحم و کرم کی درخواست و سوال کریں اور وہ لوگوں پر رحم و کرم کرتے رہیں، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل و انصاف کریں گے اور جب عہد و پیمان ہو تو اس کو پورا کریں گے۔ وہ جو ایسا نہ کریں گے تو ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ (ترغیب، ج:۳، ص:۲۰۳ و ج:۳، ص:۱۷۰)

صاحبِ سلطنت کو رحم و کرم، عدل و انصاف، عہد کی پابندی قدم جما دیتی ہے

اس حدیث میں حضرت محمد خاتم النّبیین ﷺ نے فرمایا کہ قریش میں امامت و قیادت اور منصبِ سیادت ہوگی، اس بات کو حضرت ﷺ نے بہت خوبصورت انداز سے ذہن نشین فرمایا کہ میرا تم پر بہت ہی عظیم حق ہے۔ وَ صَلَّـى اللّٰـهُ عَـلٰى سَيِّـدِىْ وَ سَـنَـدِىْ وَ قُـرَّةِ عَيْنِىْ وَ فِدَاهُ اَبِىْ وَ اُمِّىْ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

كَثِيْـرًا. اللــه اكبر كبيرًا. خاتم النّبيين صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا حق کون ادا کرسکتا ہے اور کس سے ادا ہوسکتا ہے؟ مگر یہ بات اس لیے کہی گئی تا کہ جو بات کہی جارہی ہے اس کو دھیان سے اور اس پر خوب مضبوطی سے عمل پیرا ہوں۔

پھر یہ بات بھی قریش کے ذہن نشین کرائی گئی کہ اگر ان میں تین خوبیاں ہوں گی تو قیادت و امامت ان کو راس آئے گی۔ تائید غیبی اور نصرتِ الٰہی ان کا ساتھ دے گی اور قوت و استحکام ان کے قدم جما دیں گے۔ دراصل حکام کو اور حکومت کو جو چیز زیب دیتی ہے یا قوت و استحکام عطا کرتی ہے وہ ہے عدل و انصاف، خواہ اپنے ہوں یا بیگانے، امیر ہو یا غریب، عدالت کی چہار دیواری میں سب برابر ہوں۔ کسی قسم کا امتیاز اور فرق نہ ہو۔ عدالت کو عدل اور حاکم کو رحم و کرم کا پیکر ہونا چاہیے۔ عدل سے حکومت منجانب اللہ مستحکم ہوتی ہے اور رحم و کرم سے حاکم پر رحمت اُترتی ہے۔ غریبوں، مسکینوں کی فریاد رسی اور نصرتِ غیبی سے طمانیت و استقامت نصیب ہوتی ہے اور عہد و وفا سے مخلوق کا خالق سے رشتہ استوار ہوتا ہے۔ الغرض حکومت اور حاکم میں عوام کے لیے ہمدردی اور رحم و کرم کا جذبہ ہوتا ہے تو ہر طبقے کو خوشی و مسرت ملتی رہتی ہے۔ اور جب حاکم رحم دل نہ ہو، ظلم و جور اور عیش وعشرت اور عوام کا مال غیر شرعی طریقے اور مختلف حیلے بہانے، بے جا ٹیکس اور انسانی حقوق کو پامال کر کے جمع کرتا ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت لعنت میں بدل جاتی ہے۔ حاکم عشار اور ٹیکس وصولنے والا بن جائے تو پھر اس کی عوام خوشی کا سانس کیسے لے گی؟ حاکم کو ضریبہ و ٹیکس دے کر پریشان رہے گی، دل سے دعا کی بجائے بددعا کے کلمات نکلیں گے۔ رحمت کی بجائے لعنت برسے گی۔ بارش کے قطرات رُک جائیں گے۔ زمین کی خیرات تباہ و برباد ہوجائے گی۔

سخت وتنگ دل حکمراں پر لعنت

(۹۲) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا : اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقِقْ عَلَيْهِ. وَ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفِقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ. (رواه مسلم و النسائی و رواه أبو عوانة فی صحيحه و قال فيه : مَنْ وَلِيَ مِنْهُمْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَعَلَيْهِ بَهْلَةُ اللّٰهِ. قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ مَا بَهْلَةُ اللّٰهِ؟ قَالَ لَعْنَةُ اللّٰهِ. (ترغیب، ج:۳، ص: ۱۷۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے اپنے اس گھر میں رسول اللہ ﷺ سے سنا: اے اللہ! میری اُمت کے کسی معاملہ کا جب تو کسی شخص کو ولی ونگراں بنا اور وہ لوگوں پر سختی وتنگی، مشقت ومصیبت مسلط کردے تو اس پر بھی حالات کو سخت وتنگ کردے اور جو ولی بنے میری اُمت کا کسی معاملے کا تو وہ نرمی کا معاملہ کرے اُمت پر تو اے اللہ! تو بھی نرم ہو جا اس پر۔ (بخاری ومسلم۔ اور ابن عوانہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ: جو ولی و نگراں بنے ان کا کسی بھی معاملے میں اور ان پر دشوار ومشکلات ڈال دے تو اس پر اللہ کی بہلت ولعنت ہو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! بہلت کیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت۔ (ترغیب۔ صحیح ابن عوانہ)

حاکم جو کھائے وہی عوام اور رعیت کو سہولت بہم پہنچائے

حکمراں ووالی کو نرم خو اور نرم جو ہونا چاہیے۔ جو اپنی ذات کے لیے پسند کرے وہی اپنی رعیت وعوام کے لیے پسند کرے۔ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ نے اپنے عہد خلافت میں آذربائیجان کے ایک گورنر کو لکھا کہ ''یہ ولایت وقیادت جو تم کو ملی ہے نہ تمھاری نہ تمھارے باپ یا ماں کی جدوجہد سے ملی ہے (بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوئی ہے) لہٰذا جو تم کھاتے ہو وہی مسلمان کو ان کی آرام گاہوں میں کھلاؤ اور سیراب کرو۔ خبردار! عیش عشرت، ناز وادا والی زندگی سے بچنا۔ اور خبردار مشرکین کی عادات واخلاق، چال ڈھال،

لباس وہیئت سے بچنا اور ریشم کے استعمال سے دور رہنا۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ شَیْئًا لَمْ یَحْفَظْھُمْ بِمَا یَحْفَظُ بِهٖ نَفْسَهٗ اِلَّا لَمْ یَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

میری اُمت میں جب کوئی لوگوں کے امور کا نگراں بنے کچھ بھی اور وہ لوگوں کی ایسی حفاظت ونگرانی نہ کرے جیسی وہ خود اپنی کرتا ہے تو وہ حکمراں ووالی جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ (طبرانی، ترغیب، ج:۳، ص:۱۷۵)

الغرض بے شمار وعیدیں احادیث میں وارد ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ جس حاکم کو احکم الحاکمین کی جناب میں پیشی کا پیشگی خوف ہو اور اپنی آخرت کی تباہی وبربادی سے بچنے کی فکر دامن گیر ہوگی وہ مومنانہ صفات اور اخوت ومساوات، رحم دلی اور رعیت کے ساتھ جود وسخا کا معاملہ کرے گا اور جو فکر آخرت سے غفلت برتے گا اور رعیت وعوام کے اوپر ظلم وستم کرے گا اپنے عشرت کردہ کو جاہ وباہ کی شہوت رانی میں صرف کرے گا تو بالآخر ایک دن موت اس کے انجام کو سامنے کردے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

مصور یعنی تصویر بنانے والے پر لعنت

(۹۳) عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم الْوَاشِمَةَ وَ الْمُسْتَوْشِمَةَ وَ آكِلَ الرِّبَا وَ مُؤَكِّلَهٗ وَ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَ كَسْبِ الْبُغِیِّ وَ لَعَنَ الْمُصَوِّرِیْنَ. (بخاری وابوداؤد۔ ترغیب، ج:۳، ص:۴)

ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کیا گودنا گودنے والیوں پر اور گدوانے والیوں پر اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر اور منع فرمایا کتا فروخت کرکے اس کی قیمت کھانے سے، اور زانیہ کی اُجرت کھانے سے، جو اجماعاً حرام ہے۔ اور لعنت فرمائی تصویر بنانے والے پر۔ (بخاری وابوداؤد)

مرتد پر لعنت

(۹۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ آكِلُ الرِّبَا وَ مُؤَكِّلُهُ وَ شَاهِدَاهُ وَ كَاتِبَاهُ اِذَ عَلِمُوْا بِهِ وَ الْوَاشِمَةُ وَ الْمُسْتَوْشِمَةُ لِلْحُسْنِ وَ لَاوِى الصَّدَقَةِ وَ الْمُرْتَدِّ أَعْرَابِيًّا بَعْدَ الْهِجْرَةِ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ.

(رواه احمد و ابو يعلى و ابن خزيمة و ابن حبان في صحيحهما و زاد في آخره 'يوم القيامة'. ترغيب ، ج:۳، ص:۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے فرمایا: سود کھانے والا، کھلانے والا، اس کا گواہ، اس کا لکھنے والا، جبکہ جانتا ہو کہ یہ سود ہے اور گودنے والیاں اور گدوانے والیاں حسن و جمال کے لیے، اور زکوٰۃ واجبہ سے اعراض کرنے والا، ٹال مٹول کرنے والا اور گاؤں والا دین اسلام سے پلٹ کر مرتد ہو جائے ہجرت کے بعد، سب ملعون ہیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زبان پر۔ اور ابن حبان کی روایت میں ہے 'قیامت کے دن'۔

(ترغیب، ج:۳،ص:۵)

مرتد وہ شخص ہے جو اسلام قبول کرنے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹ جائے۔

بوڑھے زانی پر سات زمین و آسمان لعنت کرتے ہیں

(۹۵) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِنَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعَ وَ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ لَيَلْعَنَّ الشَّيْخَ الزَّانِيَ ، وَ اِنَّ فُرُوْجَ الزُّنَاةِ لَيُؤْذِىْ اَهْلَ النَّارِ نَتْنُ رِيْحِهَا. (رواه البزار. ترغيب، ج:۳، ص: ۲۷٦)

حضرت بریدہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین بوڑھے زانی آدمی پر لعنت کرتے ہیں اور زانیہ کی شرم گاہ کی بدبو سے دوزخی کو بہت زیادہ تکلیف واذیت ہوگی۔ (رواہ البزار، ترغیب ج:۳،ص:۲۷٦)

اس حدیث میں اس بوڑھے پر سات زمین و آسمان کی لعنت و پھٹکار کا وبال بیان کیا گیا ہے جو عمر کے آخری دنوں میں بھی جبکہ قبر میں پاؤں داخل کر چکا ہے، بدکاری سے

توبہ کیا کرتا، گندے عمل میں مشغول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِیْ وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ. (بخاری)

یعنی زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ (بخاری)

۱) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کا خون مباح نہیں جو اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتا ہو مگر تین صورتوں میں؛ شادی شدہ زانی، جان کے بدلہ جان، مرتد۔ (مسلم)

۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ. زنا فقر و فاقہ کو کھینچ کر لاتا ہے۔ (بیہقی)

۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْہُ الْاِیْمَانُ. یعنی جب آدمی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْمُقِیْمُ عَلَی الزِّنَا کَعَابِدِ وَثَنٍ. یعنی ہمیشہ زنا کرنے والا ایسا ہے جیسے بت کی پوجا کرنے والا۔ (رواہ الخرائطی)

ظلم و ستم کی جگہ حاضری دینا لعنت کا سبب ہے

(۹۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : لَا یَقِفَنَّ اَحَدُکُمْ مَوْقِفًا یُقْتَلُ فِیْہِ رَجُلٌ ظُلْمًا، فَاِنَّ اللَّعْنَةَ تَنْزِلُ عَلٰی کُلِّ مَنْ حَضَرَ حِیْنَ لَمْ یَدْفَعُوْا عَنْہُ وَ لَا یَقِفَنَّ اَحَدُکُمْ مَوْقِفًا یُضْرَبُ فِیْہِ رَجُلٌ ظُلْمًا، فَاِنَّ اللَّعْنَةَ تَنْزِلُ عَلٰی مَنْ حَضَرَہٗ حِیْنَ لَمْ یَدْفَعُوْا عَنْہُ.

(رواہ الطبرانی و البیھقی باسناد حسن. ترغیب، ج:۳، ص:۳۰۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! تم میں سے کوئی آدمی ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں کسی آدمی کو ظلماً قتل کیا جا رہا ہو، اس لیے کہ لعنت ہر اس شخص پر نازل ہوتی ہے جو وہاں حاضری دے جبکہ وہاں حاضرین اس مظلوم کا دفاع نہ کریں۔ خبردار! تم میں سے کوئی آدمی ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں کسی آدمی کو

ناحق مارا پیٹا جائے، اس لیے کہ لعنت ہر اس شخص پر نازل ہوتی ہے جو وہاں حاضری دے جبکہ حاضرین اس مظلوم کا دفاع نہ کریں۔ (طبرانی، بیہقی اچھی سند کے ساتھ)

جہاں ظلم وستم کا مظاہرہ ہو وہاں جانا شریعت میں لعنت کا سبب ہے اس لیے کہ حاضرین سے ظلم وستم کو تقویت ہوتی ہے اور ظلم وستم کو قوت اس لیے ملتی ہے کہ نکیر اس پر نہیں کی جاتی اور ظالم کو مزید ظلم کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ ہاں اس لعنت سے وہی بچتا ہے جو مظلوم کی مدد کرے اور ظلم پر ردّ وکد کا مظاہرہ کرے۔ نیز ظالم جب عام مجمع میں ظلم وستم کرتا ہے اور حاضرین کی جانب سے اس پر خاموشی ہوتی ہے تو یہ رضا کی دلیل ہوئی کہ جو کچھ ہورہا ہے صحیح ہورہا ہے اور اس سے ظالم کو مزید ظلم کا حوصلہ ملتا ہے۔ مزید ظلم کی جانب جرأت ہوتی ہے۔ اور اگر ظلم وستم کی مجلس سے دوری اختیار کی جائے تو آدمی لعنت سے بھی بچ جاتا ہے اور ظالم کو بھی خاموش پیغام ملتا ہے کہ عوام ہمارے ساتھ نہیں اور یہ حرکت قابل مذمت ہے۔ الغرض حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ ظالم کے ظلم کا تماشا بھی دیکھنا لعنت و پھٹکار کا سبب ہے۔

فتح مکہ کے دن ابلیس کا ماتم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنهما قَالَ : لَمَّا افْتَتَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم مَكَّةَ رَنَّ إِبْلِيْسُ رَنَّةً اِجْتَمَعَتْ اِلَيْهِ جُنُوْدُهُ، فَقَالَ : أَيْأَسُوْا اَنْ تَرُدُّوْا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الشِّرْكِ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ لٰكِنْ اَفْتِنُوْا فِيْ دِيْنِهِمْ وَ اَفْشُوْا فِيْهِمُ النَّوْحَ. (رواہ احمد باسناد حسن. ترغیب، ج: ۴، ص: ۳۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا (یعنی کفر وشرک سے پاک وصاف کیا) تو ابلیس چیخا چلایا۔ یہ آواز سن کر اس کے چیلے جمع ہوگئے۔ پس ابلیس لعین نے ان سے کہا کہ اب نا اُمید ہو جاؤ کہ اُمتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آج کے بعد تم کفر کی طرف لوٹا سکو گے (یعنی فتح مکہ کے بعد کفر کے تانے بانے اپنی جڑ سے اُکھڑ گئے اور اسلام وایمان قدم جما چکا) مگر ہاں تم دین میں فتنہ و

فساد کے ذریعے ان کو تباہ و برباد کر سکتے ہو اور دوسرے یہ کہ ان میں مصیبت کے وقت چیخنا چلانا، نوحہ کرنا رواج ڈال دو۔ (احمد)

معلوم ہوا مصیبت کے وقت چیخنا، نوحہ کرنا بڑا فتنہ ہے جس سے اسلام و ایمان کی روح نکل جاتی ہے۔ نوحہ کے ذریعے اسلام کی روح چلی جاتی ہے۔

اعلانیہ طور پر تو مسلمان شرک کی طرف نہیں جائیں گے خواہ جان ہی چلی جائے مگر شیطانی کوشش کا رُخ پوری طاقت وقوت کے ساتھ اُمت کے افراد پر جاری ہے کہ دینی فتنہ وفساد کے ذریعے مسلمانوں کے اندر سے توحید کی روح نکال دی جائے، جس کا مشاہدہ بدعتوں کے ذریعے خوب ہو رہا ہے۔ غیر اللہ کی نیاز، غیر اللہ کا تقرب، غیر اللہ سے اُمیدیں وابستہ رکھنا، غیر اللہ کو سجدہ کرنا، غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنا اور بھی بے شمار دینی فتنوں میں شیطانِ لعین نے لوگوں کو مبتلا کیا ہوا ہے۔ صحابہؓ کو معیارِ حق نہ سمجھنا، اصحابِ رسولؐ پر سب وشتم کرنا، علماء و ائمہ اربعہ کو نشانہ بنانا، مطلقہ ثلاثہ، مغلظہ کو بیوی بنا کر گھر میں رکھنا اور پوری زندگی حرام کاری میں مبتلا رہنا۔ (اہلسنّت والجماعت کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ مغلظہ سے بغیر حلالہ کے نکاح درست نہیں، قادیانی اور شیعہ حضرات کے یہاں تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا جاتا ہے اور حرام کاری کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔)

الغرض شیطان لعین مختلف حیلوں اور دینی فتنوں کے ذریعے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا چکا ہے اور دین کے نام پر بد دینی پھیلا چکا ہے اور پھیلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہر طرح شیطانی کید وحیل اور فتنوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

دو آواز پر دنیا و آخرت میں لعنت

(۹۷) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضى الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه و سلم صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ؛ مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَ رَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ. (رواه البزار و رواته ثقات. ترغيب، ج:۴، ص: ۳۵۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا دو آوازوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے؛ ایک جب (اللہ تعالیٰ خوشی دے اور) نعمت کی فراوانی ہو تو باجا بجائے (جیسا کہ آج کل اولاد کی نعمت ملی یا کوئی اور نعمت ملی تو لوگ خوشی میں گاجا باجا بجواتے ہیں۔ حدیث بتلا رہی ہے کہ اس آواز پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لعنت و پھٹکار اُترتی ہے یعنی رحمت و برکت سے دوری بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے دوری ہوتی ہے۔ نعمت پر حمد و شکر اور عبادت و اطاعت کی شان بڑھنی چاہیے نہ کہ لعنت و پھٹکار کا ارتکاب کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اُمت وملتِ اسلامیہ کو صلاح و فلاح، رشد و ہدایت پر گامزن کردے اور لعنتی کاموں سے محفوظ فرمائے، آمین۔)

دوسری آواز جس پر لعنت ہے وہ ہے مصیبت وغم کے وقت چیخنا چلانا، ماتم کرنا، گریہ ونوحہ کرنا۔ اسلام نعمت پر حمد اور مصیبت وغم پر صبر کی تلقین کرتا ہے نہ کہ ماتم و بین اور جسم کو مارنا پیٹنا، کپڑے پھاڑنا۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے مکہ کو فتح کیا تو ابلیس نے چیخ ماری اور ماتم کرنے لگا۔

راستہ میں تکلیف دہ چیز ڈالنے والے پر لعنت

(۹۸) خَطَبَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ اِیَّاکُمْ وَ الْمَلَاعِنَ : اَنْ یَقْذِفَ اَحَدُکُمْ اَذَاہُ فِی الطَّرِیْقِ فَلَا یَمُرُّ اَحَدٌ فِی الطَّرِیْقِ اِلَّا قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا. (الخرائطی فی مساوی الاخلاق، رقم : ۷۵۳)

حضرت سعد بن وقاص رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے خطبہ دیا تو اس میں فرمایا خبردار لوگو! لعنت والی چیزوں سے بچو کہ ایک آدمی تکلیف دہ اذیت والی چیز راستے میں ڈال دیتا ہے تو جو بھی راستے سے گزرتا ہے تو کہتا ہے اللہ کی پھٹکار ہو جس نے راستے میں اذیت دہ چیز ڈالی ہے۔

حدیث میں واضح طور پر آیا ایمان کی علامات اور اعلیٰ درجے اور ادنیٰ درجے کی وضاحت کی گئی ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ایمان کا کم درجہ بتلایا گیا ہے۔ جب اسلام میں راستے کی تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کا حکم ہے تو پھر عام گزرگاہوں میں اذیت کی چیز رکھ دینا، کوڑا کرکٹ پھینک دینا، پاخانہ و غلاظت کر دینا کیسے درست ہوگا؟ لہٰذا پانی

پینے کا گھاٹ ہو یا عام گزر گاہ یا راستہ کا وہ سایہ دار درخت جہاں سے لوگ گزرتے ہوں اور آرام کرتے ہوں ایسی جگہوں پر بول و براز یعنی پیشاب و پاخانہ کرنا اس وعید میں داخل ہوگا۔ وہ جگہیں جو عام گزر گاہ نہیں بلکہ جنگل و بیابان ہیں وہ اس وعید سے خارج ہوں گے۔ مثلاً گاؤں و دیہات میں، بانس و جنگل اسی غرض کے لیے استعمال ہوتے ہیں کہ محلّہ کی خواتین مخصوص و متعین جگہ اور عام گزر گاہوں سے علیحدہ جہاں پردہ و ستر کا قدرتی نظم ہے قضائے حاجت کے لیے جاتی ہیں وہ اس حکم سے علیحدہ ہے۔ حدیث میں وہ جگہ جو پانی پینے اور عام راستہ اور ایسا درخت جو لوگوں کے سایہ میں بیٹھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اس سے ممانعت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اگر ایسی جگہوں کو گندہ کیا گیا ہے تو لوگوں کی لعنت و پھٹکار کا سبب بنے گا۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ! معلمِ انسانیت نے کیا کیا ہدایات سے ہم کو نوازا!

کنویں میں گندگی ڈالنا لعنت کا سبب

(۹۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم یَقُوْلُ : اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ. قِیْلَ مَا الْمَلَاعِنُ الثَّلَاثُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و سلم؟ قَالَ : أَنْ یَقْعُدَ اَحَدُکُمْ فِیْ ظِلٍّ یُسْتَظَلُّ بِہٖ اَوْ فِیْ طَرِیْقٍ ، اَوْ نَقْعِ مَاءٍ. (رواہ احمد. ترغیب، ج: ۱، ص: ۱۳۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے فرماتے ہوئے سنا: لعنت کی تین چیزوں سے بچو۔ سوال کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں لعنت والی کیا ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ایک شخص اپنی حاجت (بول و براز کی) پوری کرنے کے لیے ایسے سائے کی جگہ میں بیٹھ جائے جہاں عام لوگ سایہ حاصل کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں یا راستے میں حاجت کردے یا ایسے کنویں میں جس کا پانی مفید اور لوگوں کو سیراب کرتا ہو۔ (احمد۔ ترغیب، ج:۱، ص:۱۳۴)

وَ عَنْ حُذَیْفَۃَ بْنِ اُسَیْدٍ رضی اللہ عنہ اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ و سلم

قَالَ : مَنْ آذَى الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ.
(رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسلمانوں کی گزرگاہوں یعنی راستوں میں اذیت وتکلیف دہ چیزوں کو ڈال دے تو ان اذیت دینے والی چیزوں کی وجہ سے اس پر لعنت واجب وضروری ہو جاتی ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْن رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَفْتَيْتَنَا فِيْ كُلِّ شَيْءٍ يُوْشِكُ اَنْ تُفْتِيَنَا فِي الْخَرَّاءِ. فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم يَقُوْلُ : مَنْ غَسَلَ سَخِيْمَتَهُ عَلٰى طَرِيْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمُسْلِمِيْنَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.
(رواه الطبرانی فی الاوسط و البیهقی. الترغیب ، ج: ۱ ، ص: ۱۳۴)

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ تمام چیزوں کے سلسلے میں فتویٰ دیتے ہیں تو اُمید ہے کہ آپ ہم کو لید و پاخانہ کے بارے میں بھی فتویٰ دیں گے۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے: جو شخص اپنی گندگی کو مسلمانوں کے راستے میں دھوئے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ (طبرانی)

انوکھے اندازِ نبویؐ میں آدابِ زندگی

ان تمام احادیث میں خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت رحمت کو آگاہ فرمایا ہے کہ موانعاتِ رحمت کیا کیا ہیں۔ رحمتوں اور برکتوں کو کون کون سی حرکتیں اور اعمال و افعال روکتی ہیں اور زندگی بھر فرحت و مسرت کی جگہ لعنت برستی ہے، ایمانیات کی حلاوتوں سے بندہ محروم ہو جاتا ہے اور ان محرومیوں کے اسباب بڑے اعمال و افعال نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے بھی ہو سکتے ہیں۔ ایمان دار مومن نفع بخش ہوتا ہے اور نفع رساں ہوتا ہے۔ سایہ دار جگہوں پر انسان تو انسان حیوان بھی گرمیوں میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ چرند و

پرند بھی ٹھنڈی سانس لیتے ہیں۔ ایسی عام نفع کے مقامات پر پیشاب و پاخانہ کرنا یا راستہ جو عام لوگوں کی گزرگاہ ہو، بول و براز کرنا بدترین نازیبا حرکتوں میں سے ہے۔ پھر ایسا کنواں جس کا پانی مفید انسان ہوں یا حیوان، ان کی سیرابی کا ذریعہ اور نفع بخش ہو، اس میں غلاظت کردینا یا ڈال دینا سنگدلی و قساوت کی دلیل ہے۔ عام راستہ اور گزرگاہوں سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا کم درجہ ایمان کی دلیل ہے تو پھر جو اذیت دہ چیز ڈال دے اس پر لعنت نہ ہوگی تو کیا ہوگا۔ بول و براز کرنا تو بہت دور کی بات، حدیث میں تو راستہ میں بول و براز پیشاب و پاخانہ دھوئے اور راستہ کو ملوث کردے اس پر بھی لعنت کی وعید آئی ہے۔ عام طور پر ان چیزوں کا مشاہدہ گاؤں و دیہات میں ہوتا ہے۔ اُمت کے مبلغین و واعظ اور دعوت کے ساتھیو! امام و خطیب کو ان امور سے ہمارے بے علم بھولے بھالے مسلمانوں کو ان ہدایاتِ نبوی سے آگاہ کرنا چاہیے۔ خاص کر گھروں کی گندی نالیوں کا رُخ لوگ عام راستہ پر کردیتے ہیں جو لوگوں کی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ گھروں کا کوڑا کرکٹ راستہ پر ڈال دینا، الغرض وہ تمام چیزیں جن سے عام راہ گیر اور راستہ چلنے والوں کو تکلیف و دِقت پیش آئے اس سے بچنا چاہیے۔

عام راستہ کے درمیان پڑاؤ ڈالنا یا نماز پڑھنا لعنت کا سبب ہے

(۱۰۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رضی الله عنه قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم : اِيَّاكُمْ وَ التَّعْرِيْسَ عَلٰى جَوَادِ الطَّرِيْقِ، وَ الصَّلَاةَ عَلَيْهَا فَاِنَّهَا مَأْوَى الْحَيَّاتِ وَ السِّبَاعِ ، وَ قَضَاءَ الْحَاجَةِ عَلَيْهَا، فَاِنَّهَا الْمَلَاعِنُ.

(رواه ابن ماجه، و رواته ثقات. الترغيب، ج: ۱، ص: ۱۳۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار! سفر میں آخری رات کے حصے میں استراحت و آرام کی نیت سے عام راستہ کے درمیان پڑاؤ نہ ڈالو اور خبردار! عام راستہ کے درمیان نماز نہ پڑھو کہ سانپوں اور درندوں کی آمد و رفت کی جگہ ہے اور قضاءِ حاجت (پاخانہ) کرنا عام چوراہوں پر۔ ان

تمام کام کرنے والوں پر لعنت ہے یعنی یہ حرکتیں لعنت کا مستحق بناتی ہیں۔ (ابن ماجہ)

اس حدیث میں آدابِ سفر سکھلائے جارہے ہیں کہ عام طور پر مسافر رات بھر سفر کرتا ہے اور آخری رات کے حصے میں سفر سے تھک تھکا کر نڈھال ہوجاتا ہے اسے استراحت و آرام کی غیر معمولی جسمانی طلب ہوتی ہے۔ ایسے اوقات میں کہیں بھی آدمی لیٹ جاتا ہے مگر حدیث بتلا رہی ہے کہ عام چوراہوں یا ایسا راستہ جہاں کئی جانب سے راستے آکر ملتے ہوں وہاں سونا خطرے سے خالی نہیں اور آج کے اس تیز رفتار سواری کے دور میں تو کئی حادثوں کا مشاہدہ بھی ہوچکا ہے۔ سکنڈوں میں کئی جانیں واصل حق ہوگئیں۔ سواری اگر راستے کے کنارے کھڑی کردی گئی ہو پھر بھی استراحت و آرام تو راستے سے نیچے دور مقام پر ہو، تاکہ حادثہ سے انسان محفوظ رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز بھی راستے کے درمیان پڑھنے سے منع فرمارہے ہیں۔ نماز اللہ تعالیٰ سے ربط و تعلق کو استوار کرتی ہے، اپنی برتری یا لوگوں کے سامنے دکھلاوا یا نمائش کے جذبے کو فنا کرنے کا نام ہے۔ راستے میں نماز سے لوگوں کو تکلیف بھی ہوگی۔ دل جمعی جو اصل نماز کی روح ہے اس میں خلل و فتور ہوگا۔ راستہ گزرنے والوں کو اذیت و دِقت ہوگی۔ انسان تو انسان حشرات الارض زمین پر رینگنے والوں اور رات میں نکلنے والوں درندوں سے بھی خطرات لاحق ہوں گے۔

الغرض انسان میں انسانیت کی وجہ سے کمال اور خوبی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے آدابِ زندگی بتلا دیے جن پر گامزن ہونے کے بعد دنیا و آخرت دونوں کی عزت و راحت اور ہر طرح کی مسرت و خوشی ملتی ہے، جان و مال کی حفاظت کے ساتھ رحمت و برکت کا بندہ مستحق ہوتا ہے، لعنت و پھٹکار سے محفوظ و مامون ہوکر عافیت و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے اور اگر ان آداب پر بندہ عمل نہیں کرتا تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی بنیاد پر ملعون یعنی رحمت سے دور ہوجاتا ہے۔

سحر کرنے والی اور کروانے والی پر لعنت

(۱۰۱) لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ الْعَاضِهَةَ وَ الْمُسْتَعْضِهَةَ. (اخرجه ابو یعلی فی مسنده. و الفتح السماوی للمناوی، ج:۲، ص:۷۵۲ و ابن عدی فی الکامل. یعنی بالعاضهة الساحرة و بالمستعضهة التی تسألها ان تسحر لها. تاویل مختلف الحدیث، ص:۳۴۳)

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمایا ساحرہ جادو کرنے والی پر اور جادو کروانے والی پر۔

سحر کی حقیقت

سِحر (بالکسر) لغت میں ہر ایسے اثر کو کہتے ہیں جس کا سبب ظاہر نہ ہو (قاموس) خواہ وہ سبب معنوی ہو جیسے خاص خاص کلمات کا اثر یا غیر محسوس چیزوں کا ہو جیسے جنات و شیاطین کا اثر یا مسمریزم میں قوتِ خیالیہ کا اثر، یا محسوس کا ہو مگر وہ محسوسات مخفی ہوں جیسے مقناطیس کی کشش لوہے کے لیے جبکہ مقناطیس نظروں سے پوشیدہ ہو، یا دواؤں کا اثر جبکہ وہ دوائیں مخفی ہوں یا نجوم و سیارات کا اثر۔

اسی لیے جادو کی اقسام بہت ہیں، مگر عرفِ عام میں عموماً جادو ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن میں جنات و شیاطین کے عمل کا دخل ہو، یا قوتِ خیالیہ مسمریزم کا، یا کچھ الفاظ و کلمات کا، کیونکہ یہ بات عقلاً بھی ثابت ہے اور تجربہ و مشاہدہ سے بھی اور قدیم و جدید فلاسفہ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ حروف و کلمات میں بھی بالخاصہ کچھ اثرات ہوتے ہیں، کسی خاص حرف یا کلمہ کو کسی خاص تعداد میں پڑھنے یا لکھنے وغیرہ سے خاص خاص تاثرات کا مشاہدہ ہوتا ہے، یا ایسی تاثیرات جو کسی انسانی بالوں یا ناخنوں وغیرہ اعضاء یا اس کے استعمالی کپڑوں کے ساتھ کچھ دوسری چیزیں شامل کر کے پیدا کی جاتی ہیں جن کو عرفِ عام میں ٹونہ ٹوٹکا کہا جاتا ہے اور جادو میں شامل سمجھا جاتا ہے۔

اور اصطلاحِ قرآن و سنت میں 'سحر' ہر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے ان کی مدد حاصل کی گئی ہو۔ پھر شیاطین کو راضی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں،

کبھی ایسے منتر اختیار کیے جاتے ہیں جن میں کفر و شرک کے کلمات ہوں اور شیاطین کی مدح کی گئی ہو، یا کواکب و نجوم کی عبادت اختیار کی گئی ہو جس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

کبھی ایسے اعمال اختیار کیے جاتے ہیں جو شیطان کو پسند ہیں، مثلاً کسی کو ناحق قتل کر کے اس کا خون استعمال کرنا یا جنابت و نجاست کی حالت میں رہنا، طہارت سے اجتناب کرنا، وغیرہ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے پاک فرشتوں کی مدد، ان اقوال وافعال سے حاصل کی جاتی ہیں جو کو فرشتے پسند کرتے ہیں مثلاً تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی، بدبو اور نجاست سے اجتناب، ذکر اللہ اور اعمالِ خیر۔

اسی طرح شیاطین کی امداد ایسے اقوال وافعال سے حاصل ہوتی ہے جو شیطان کو پسند ہیں۔ اسی لیے سحر صرف ایسے ہی لوگوں کا کامیاب ہوتا ہے جو گندے اور نجس رہیں، پاکی اور اللہ کے نام سے دور رہیں، خبیث کاموں کے عادی ہوں، عورتیں بھی ایامِ حیض میں یہ کام کرتی ہیں تو مؤثر ہوتا ہے۔ باقی شعبدے اور ٹوٹکے یا ہاتھ چالاکی کے کام یا مسمریزم وغیرہ ان کو مجازاً سحر کہہ دیا جاتا ہے۔ (روح المعانی)

سحر کی اقسام

امام راغبؒ اصفہانی 'مفردات القرآن' میں لکھتے ہیں کہ سحر کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو محض نظر بندی اور تخییل ہوتی ہے، جس کی کوئی حقیقتِ واقعیہ نہیں، جیسے بعض شعبدہ باز اپنی ہاتھ چالاکی سے ایسے کام کر لیتے ہیں کہ عام لوگوں کی نظریں اس کو دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں یا قوتِ خیالیہ مسمریزم وغیرہ کے ذریعے کسی کے دماغ پر ایسا اثر ڈالا جائے کہ وہ ایک چیز کو آنکھوں سے دیکھتا اور محسوس کرتا ہے مگر اس کی کوئی حقیقتِ واقعیہ نہیں ہوتی۔ کبھی یہ کام شیاطین کے اثر سے بھی ہوسکتا ہے کہ مسحور کی آنکھوں اور دماغ پر ایسا اثر ڈالا جائے جس سے وہ ایک غیر واقعی چیز کو حقیقت سمجھنے لگے۔ قرآن مجید میں فرعونی ساحروں کے جس سحر کا ذکر ہے وہ پہلی قسم کا سحر تھا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ﴾ (۷:۱۱٦)

انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾ (۲۰:۶۶)

ان کے سحر سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں یہ آنے لگا کہ یہ رسیوں کے سانپ دوڑ رہے ہیں۔

اس میں 'یخیّل' کے لفظ سے یہ بتلا دیا گیا کہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں جو ساحروں نے ڈالی تھیں نہ درحقیقت سانپ بنی اور نہ انھوں نے کوئی حرکت کی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوتِ متخیّلہ متاثر ہو کر ان کو دوڑنے والے سانپ سمجھنے لگی۔

دوسری قسم اس طرح کی تخییل اور نظر بندی ہے جو بعض اوقات شیاطین کے اثر سے ہوتی ہے، جو قرآن کریم کے اس ارشاد سے معلوم ہوئی:

﴿هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِيْنُ ٥ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ﴾

میں تمھیں بتلاتا ہوں کہ کن لوگوں پر شیطان اُترتے ہیں، ہر بہتان باندھنے والے گنہگار پر اُترتے ہیں۔ (۲۶:۲۲۱-۲۲۲)

نیز دوسری جگہ ارشاد ہے

﴿وَ لٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (۲:۱۰۲)

شیاطین نے کفر اختیار کیا، لوگوں کو جادو سکھانے لگے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ سحر کے ذریعے ایک شئے کی حقیقت ہی بدل جائے، جیسے کسی انسان یا جاندار کو پتھر یا کوئی جانور بنادیں۔ امام راغبؒ اصفہانی، ابوبکر جصّاصؒ وغیرہ حضرات نے اس سے انکار کیا ہے کہ سحر کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت بدل جائے، بلکہ سحر کا اثر صرف تخییل اور نظر بندی ہی تک ہوسکتا ہے۔ معتزلہ کا بھی یہی قول ہے، مگر جمہور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ انقلابِ اعیان میں نہ کوئی عقلی امتناع ہے نہ شرعی، مثلاً کوئی جسم پتھر بن جائے، یا ایک نوع سے دوسری نوع کی طرف منقلب ہو جائے۔

اور فلاسفہ کا جو یہ قول مشہور ہے کہ انقلابِ حقائق ممکن نہیں، اُن کی مراد حقائق سے محال، ممکن، واجب کی حقیقتیں ہیں کہ ان میں انقلاب عقلاً ممکن نہیں، کہ کوئی محال ممکن بن جائے یا کوئی ممکن محال بن جائے۔

اور قرآنِ عزیز میں فرعونی ساحروں کے سحر کو جو تخییل قرار دیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سحر تخییل ہی ہو، اس سے زائد اور کچھ نہ ہو۔ اور بعض حضرات نے سحر کے ذریعے انقلابِ حقیقت کے جواز پر حضرت کعب احبارؓ کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو مؤطا امام مالکؒ میں بروایت قعقاع بن حکیم منقول ہے:

"لَوْ لَا كَلِمَاتٌ اَقُوْلُهُنَّ لَجَعَلَتْنِي الْيَهُوْدُ حِمَارًا"

اگر یہ چند کلمات نہ ہوتے جن کو میں پابندی سے پڑھتا ہوں تو یہودی مجھے گدھا بنا دیتے۔

گدھا بنا دینے کا لفظ مجازی طور پر بے وقوف بنانے کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے، مگر بلاضرورت حقیقت کو چھوڑ کر مجاز مراد لینا صحیح نہیں۔ اس لیے حقیقی اور ظاہری مفہوم اس کا یہی ہے کہ اگر میں یہ کلمات روزانہ پابندی سے نہ پڑھتا تو یہودی جادوگر مجھے گدھا بنا دیتے۔

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں؛ اوّل یہ کہ سحر کے ذریعے انسان کو گدھا بنا دینے کا امکان ہے۔ دوسرے یہ کہ جو کلمات وہ پڑھا کرتے تھے ان کی تاثیر یہ ہے کہ کوئی جادو اثر نہیں کرتا۔ حضرت کعب احبارؓ سے جب لوگوں نے پوچھا کہ وہ کلمات کیا تھے تو آپؓ نے یہ کلمات بتلائے:

اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِىْ لَيْسَ شَىْءٌ اَعْظَمَ مِنْهُ وَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِىْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ وَ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ بَرَاَ وَ ذَرَاَ.

(اخرجه في المؤطا باب التعوذ عند النوم)

میں اللہ عظیم کی پناہ پکڑتا ہوں جس سے بڑا کوئی نہیں اور پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے

کلماتِ تامات کی جن سے کوئی نیک و بد انسان آگے نہیں نکل سکتا اور پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے تمام اسماءِ حسنٰی کی جن کو میں جانتا ہوں، اور جن کو نہیں جانتا، ہر اس چیز کے شر سے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، اور وجود پایا اور پھیلایا ہے۔

سحر اور معجزے میں فرق

جس طرح انبیاء علیہم السلام کے معجزات یا اولیاء کی کرامات سے ایسے واقعات مشاہدے میں آتے ہیں جو عادۃً نہیں ہو سکتے، اسی لیے ان کو خرقِ عادت کہا جاتا ہے۔ اظاہر سحر اور جادو سے بھی ایسے ہی آثار مشاہدے میں آتے ہیں، اس لیے بعض جاہلوں کو ان دونوں میں التباس بھی ہو جاتا ہے، اور اس کی وجہ سے وہ جادوگروں کی تعظیم و تکریم کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے دونوں کا فرق بیان کرنا ضروری ہے۔

سو یہ فرق ایک تو اصل حقیقت کے اعتبار سے ہے اور ایک ظاہری آثار کے اعتبار سے۔ حقیقت کا فرق تو یہ ہے کہ سحر اور جادو سے جو چیزیں مشاہدے میں آتی ہیں یہ دائرۂ اسباب سے الگ کوئی چیز نہیں، فرق صرف اسباب کے ظہور و خفاء کا ہے۔ جہاں اسباب ظاہر ہوتے ہیں، وہ آثار ان اسباب کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور کوئی تعجب کی چیز نہیں سمجھی جاتی، لیکن جہاں اسباب مخفی ہوں تو وہ تعجب کی چیز ہوتی ہے۔ اور عوام اسباب کے نہ جاننے کی وجہ سے اس کو خرقِ عادت سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ وہ درحقیقت تمام عادی امور کی طرح کسی جن شیطان کے اثر سے ہوتی ہے۔ ایک خط مشرقِ بعید سے آج کا لکھا ہوا اچانک سامنے آکر گر گیا، تو دیکھنے والے اس کو خرقِ عادت کہیں گے، حالانکہ جنات و شیاطین کو ایسے اعمال و افعال کی قوت دی گئی ہے، ان کا ذریعہ معلوم ہو تو پھر کوئی خرقِ عادت نہیں رہتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سحر سے ظاہر ہونے والے تمام آثار اسبابِ طبعیہ کے ماتحت ہوتے ہیں، مگر اسباب کے مخفی ہونے کے سبب لوگوں کو مغالطہ خرقِ عادت کا ہو جاتا ہے۔

بخلاف معجزہ کے کہ وہ بلا واسطہ فعل حق تعالیٰ کا ہوتا ہے، اس میں اسبابِ طبعیہ کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود کی آگ کو حق تعالیٰ نے فرما دیا

کہ ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی ہو جائے، مگر ٹھنڈک بھی اتنی نہ ہو جس سے تکلیف پہنچے، بلکہ جس سے سلامتی حاصل ہو۔ اس حکمِ الٰہی سے آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ آج بھی بعض لوگ بدن پر کچھ دوائیں استعمال کر کے آگ کے اندر چلے جاتے ہیں، وہ معجزہ نہیں، بلکہ دواؤں کا اثر ہے۔ دوائیں مخفی ہونے سے لوگوں کو دھوکہ خرقِ عادت کا ہو جاتا ہے۔

یہ بات کہ معجزہ براہِ راست حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، خود قرآنِ کریم کی تصریح سے ثابت ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (۸:۱۷)

کنکریوں کی مٹھی جو آپ نے پھینکی، درحقیقت آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔

مراد یہ ہے کہ ایک مٹھی خاک اور کنکر کی سارے مجمع کی آنکھوں تک پہنچ جانا اس میں آپؐ کے عمل کو کوئی دخل نہیں، یہ خالص حق تعالیٰ کا فعل ہے۔ یہ معجزہ غزوۂ بدر میں پیش آیا تھا کہ آپؐ نے ایک مٹھی خاک اور سنگریزوں کی کفار کے لشکر پر پھینکی تو سب کی آنکھوں میں پڑ گئی۔

معجزہ اور سحر کی حقیقتوں کا یہ فرق کہ معجزہ بلا واسطہ اسبابِ طبعیہ کے براہِ راست حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، اور جادو اسبابِ طبعیہ مخفیہ کا اثر ہوتا ہے، حقیقت سمجھنے کے لیے تو کافی ہے مگر یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ عوام الناس اس فرق کو کیسے پہنچیں، کیونکہ ظاہری صورت دونوں کی ایک سی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عوام کے پہچاننے کے لیے بھی حق تعالیٰ نے کئی فرق ظاہر کر دیے ہیں۔

اوّل یہ کہ معجزہ یا کرامت ایسے حضرات سے ہوتی ہے جن کا تقویٰ و طہارت و پاکیزگی، اخلاق و اعمال کا سب مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جادو کا اثر صرف ایسے لوگوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے جو گندے ناپاک، اللہ کے نام سے اور اس کی عبادت سے دور رہتے ہیں۔ یہ چیز ہر انسان آنکھوں سے دیکھ کر معجزہ اور سحر میں فرق پہچان سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ عادۃ اللہ یہ بھی جاری ہے کہ جو شخص معجزے اور نبوت کا دعویٰ کر کے کوئی

جادو کرنا چاہے اس کا جادو نہیں چلتا، ہاں نبوت کے دعوے کے بغیر کرے تو چل جاتا ہے۔

کیا انبیاء پر بھی جادو کا اثر ہوسکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے۔ وجہ وہی ہے جو اوپر بتلائی گئی کہ سحر درحقیقت اسبابِ طبعیہ ہی کا اثر ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام اسبابِ طبعیہ کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہ تاثر شانِ نبوت کے خلاف نہیں، جیسے ان کا بھوک پیاس سے متاثر ہونا، بیماری میں مبتلا ہونا اور شفاء پانا ظاہری اسباب سے سب جانتے ہیں، اسی طرح جادو کے باطنی اسباب سے بھی انبیاء علیہم السلام متاثر ہوسکتے ہیں اور یہ تاثر شانِ نبوت کے منافی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ پر یہودیوں کا سحر کرنا اور اس کی وجہ سے آپ پر بعض آثار کا ظاہر ہونا اور بذریعہ وحی اس جادو کا پتہ لگنا اور اس کا ازالہ کرنا احادیثِ صحیحہ میں ثابت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سحر سے متاثر ہونا خود قرآن کریم میں مذکورہ ہے۔ آیات ﴿يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى﴾ اور ﴿فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى﴾ (۲۰:۶۶-۶۷) موسیٰ علیہ السلام پر خوف طاری ہونا اسی جادو ہی کا تو اثر تھا۔

سحر کے احکامِ شرعیہ

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے قرآن وحدیث کی اصطلاح میں سحر صرف ایسے عمل کو کہا گیا ہے جس میں کفر و شرک اور فسق و فجور اختیار کر کے جنات و شیاطین کو راضی کیا گیا ہو اور ان سے مدد لی گئی ہو۔ ان کی امداد سے کچھ عجیب واقعات ظاہر ہو گئے ہوں۔ سحر بابل جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ یہی تھا۔ (جصاص) اور اسی سحر کو قرآن میں کفر قرار دیا ہے۔ ابو منصورؒ نے فرمایا کہ صحیح یہی ہے کہ مطلقاً سحر کی سب اقسام کفر نہیں، بلکہ صرف وہ سحر کفر ہے جس میں ایمان کے خلاف اقوال و اعمال اختیار کیے گئے ہوں۔ (روح المعانی)

اور یہ ظاہر ہے کہ شیاطین پر لعنت کرنے اور ان سے عداوت و مخالفت کرنے کے احکام قرآن وحدیث میں بار بار آئے ہیں۔ اس کے خلاف ان سے دوستی اور ان کو راضی کرنے کی فکر خود ہی ایک گناہ ہے۔ پھر وہ راضی جب ہی ہوتے ہیں جب انسان کفر و

شرک میں مبتلا ہو جس سے ایمان ہی سلب ہو جائے۔ یا کم از کم فسق و فجور میں مبتلا ہو، اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی مرضیات کے خلاف گندہ اور نجس رہے، یہ مزید گناہ ہے اور اگر جادو کے ذریعے کسی کو ناحق نقصان پہنچایا تو یہ اور گناہ ہے۔

غرض اصطلاحِ قرآن وسنت میں جس کو سحر کہا گیا ہے وہ کفر اعتقادی یا کم از کم کفر عملی سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر شیاطین کو راضی کرنے کے لیے کچھ اقوال یا اعمالِ کفر و شرک کے اختیار کیے تو کفر حقیقی اعتقادی ہو گا، اور اگر کفر و شرک کے اقوال و افعال سے بچ بھی گیا مگر دوسرے گناہوں کا ارتکاب کیا تو کفرِ عملی سے خالی نہ رہا۔ قرآن مجید کی آیاتِ مذکورہ میں جو سحر کو کفر کہا گیا ہے وہ اسی اعتبار سے ہے کہ یہ سحر کفرِ حقیقی اعتقادی یا کفرِ عملی سے خالی نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس سحر میں کوئی عملِ کفر اختیار کیا گیا ہو جیسے شیاطین سے استغاثہ و استمداد یا کواکب کی تاثیر کو مستقل ماننا یا سحر کو معجزہ قرار دے کر اپنی نبوت کا دعویٰ کرنا وغیرہ تو یہ سحر باجماع کفر ہے اور جس میں یہ افعالِ کفر نہ ہوں مگر معاصی کا ارتکاب ہو وہ گناہِ کبیرہ ہے۔

مسئلہ : جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ سحر کفر اعتقادی یا عملی سے خالی نہیں تو اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہوا۔ اس پر عمل کرنا بھی حرام ہوا۔ البتہ اگر مسلمانوں سے دفعِ ضرر کے لیے بقدرِ ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔ (شامی، عالمگیری)

مسئلہ : تعویذ، گنڈے وغیرہ جو عامل کرتے ہیں ان میں بھی اگر جنات و شیاطین سے استمداد ہو تو بحکمِ سحر ہیں، اور حرام ہیں۔ اور اگر الفاظ مشتبہ ہوں یعنی معلوم نہ ہوں اور شیاطین اور بتوں سے استمداد کا احتمال ہو تو بھی حرام ہے۔

مسئلہ : قرآن وسنت کے اصطلاحی سحرِ بابل کے علاوہ باقی قسمیں سحر کی ان میں بھی اگر کفر و شرک کا ارتکاب کیا جائے تو وہ بھی حرام ہیں۔

مسئلہ : اور خالی مباح اور جائز امور سے کام لیا جاتا ہو تو اس شرط کے ساتھ جائز

ہے کہ اس کو کسی ناجائز مقصد کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ : اگر قرآن و حدیث کے کلمات ہی سے کام لیا جائے مگر ناجائز مقصد کے لیے استعمال کریں تو وہ بھی جائز نہیں۔ مثلاً کسی کو ناحق ضرر پہنچانے کے لیے کوئی تعویذ کیا جائے یا وظیفہ پڑھا جائے۔ اگرچہ وظیفہ اسماءِ الٰہیہ یا آیاتِ قرآنیہ ہی کا ہو وہ بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ قاضی خان)

اہلسنّت کا عقیدہ

اہلسنّت جادو کے وجود کے قائل ہیں۔ یہ مانتے ہیں کہ جادوگر اپنے جادو کے زور سے ہوا پر اُڑ سکتے ہیں اور انسان کو بظاہر گدھا اور گدھے کو بظاہر انسان بنا ڈالتے ہیں مگر کلمات اور منتر تنتر کے وقت ان چیزوں کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ آسمان کو اور تاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا اہلسنّت نہیں مانتے۔

جادو کی قسمیں

ایک جادو تو ستارہ پرست فرقہ کا ہے۔ وہ سات سیارہ ستاروں کی نسبت عقیدہ رکھتے ہیں کہ بھلائی برائی انہی کے باعث ہوتی ہے، اس لیے ان کی طرف خطاب کرکے مقررہ الفاظ پڑھا کرتے۔ دوسرا جادو قوی نفس اور قوتِ واہمہ والے لوگوں کا ہے۔ مرگی والوں کو زیادہ روشنی والی اور تیز حرکت کرنے والی چیزوں کے دیکھنے سے منع کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قوتِ واہمہ کا ایک خاص اثر طبیعت پر پڑتا ہے۔

صحیح حدیثوں میں دجال کی بابت کیا کچھ آیا ہے؟ وہ کیسے کیسے خلافِ عادت کام کرکے دِکھائے گا لیکن ان کی وجہ سے وہ خدا کا ولی نہیں بلکہ وہ ملعون و مطرود ہے۔

تیسری قسم کا جادو جنات وغیرہ زمین والوں کی روحوں سے امداد و اعانت طلب کرنے کا ہے۔

چوتھی قسم بعض چیزوں کی ترکیب دے کر کوئی عجیب کام اس سے لینا مثلاً گھوڑے کی شکل بنادی، اس پر ایک سوار بنا کر بٹھا دیا۔

پانچویں قسم جادو کی بعض دواؤں کے مخفی خواص معلوم کر کے انھیں کام میں لانا۔
چھٹی قسم دل پر ایک خاص قسم کا اثر ڈال کر اس سے جو چاہے منوا لینا ہے۔

جادوگر کا حکم

جادو کے سیکھنے والے اور اسے استعمال میں لانے والے کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ تو کافر بتلاتے ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جادوگر سے دریافت کیا جائے، اگر وہ بابل والوں کا سا عقیدہ رکھتا ہو اور سات سیارہ ستاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا جانتا ہو تو کافر ہے۔ اگر یہ نہ ہو پھر اگر جادو کو جائز جانتا ہو تو بھی کافر ہے۔

امام احمدؒ کا فرمان ہے کہ جادوگر سے توبہ بھی نہ کرائی جائے۔ اس کی توبہ سے اس پر سے حد نہیں ہٹے گی۔

جادو کھلوانا

حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ کیوں جادو کھلواتے نہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے تو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی اور میں لوگوں پر برائی کھلوانے سے ڈرتا ہوں۔

حضرت وہبؒ فرماتے ہیں: بیری کے سات پتے لے کر سل بٹے پر کوٹ لیے جائیں اور پانی ملا لیا جائے پھر آیت الکرسی پڑھ کر اس پر دم کر دیا جائے اور جس پر جادو کیا گیا ہے اسے تین گھونٹ پلا دیا جائے اور باقی پانی سے غسل کرا دیا جائے، انشاء اللہ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔ یہ عمل خصوصیت سے اس شخص کے لیے بہت ہی اچھا ہے جو اپنی بیوی سے روک دیا گیا ہو۔ جادو کو دور کرنے اور اس کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سب سے اعلیٰ چیز ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ کی سورتیں ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان جیسا کوئی تعویذ نہیں۔ اسی طرح آیت الکرسی بھی شیطان کو دفع کرنے میں اعلیٰ درجے کی چیز ہے۔ (تفسیر ابن کثیرؒ)

جادو کا حکم

علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ سحر کا وجود اہلسنّت کے نزدیک ایک حق ہے لیکن اس پر عمل کرنا کفر ہے۔ اور شیخ ابو منصورؒ فرماتے ہیں کہ مطلقاً یہ کہنا کہ سحر کفر ہے ٹھیک نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر اس کے اندر کوئی ایسی بات ہو کہ جس سے کسی شرعی بات کی تردید ہوتی ہے تو البتہ کفر ہے ورنہ کفر نہیں۔

سحر کی تاثیرات

علامہ بغویؒ نے فرمایا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سحر کی تاثیرات عجیب ہیں۔ خلافِ واقعہ کو تخیل کر دیتا ہے۔ تندرست کو مریض کر دیتا ہے اور بسا اوقات اس کے اثر سے قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے حتیٰ کہ جس نے اس کے ذریعے سے کسی کو قتل کیا ہے اس پر قصاص واجب ہو جاتا ہے۔ ختم ہوا قول امام شافعیؒ کا۔

امام شافعیؒ کے اس قول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ سحر کا بعض حصہ تو کفر ہے اور بعض نہیں اور مدارات میں ہے کہ جو سحر کفر ہے، اسے اگر کوئی مرد سیکھے تو حنفیہ کے نزدیک قتل کر دیا جائے، عورت اگر سیکھے تو قتل نہ کی جائے جیسا کہ مرتد کے بارے میں یہی حکم ہے اور جو سحر کفر نہیں ہے لیکن ایسا ہے کہ اس سے کسی کو ہلاک کر سکتے ہیں تو ایسے سحر سیکھنے والوں کا حکم قطاع الطریق رہزن کا سا ہے۔ اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ دونوں کو سزا دی جائے اور اگر ساحر توبہ کرے تو توبہ اس کی قبول کی جاوے گی۔ خواہ وہ سحر کفر ہو یا نہ ہو۔ جس نے یہ کہا ہے کہ ساحر کی توبہ مقبول نہیں اس نے غلطی کی۔ دیکھو فرعون کے ساحروں کی توبہ مقبول ہو گئی حالانکہ وہ کفار تھے۔

نیز فرمایا ہے ﴿وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَ لٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ﴿يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔) اور آیت کریمہ ﴿وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ (اور بے شک وہ جان چکے تھے کہ جس نے اس سحر کو خریدا اس کے

لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) ان جملہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر کے کل یا اکثر الفاظ و اعمال کفر کے موجب اور شرائطِ ایمان کے بالکل مخالف ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ شیطان آدمی سے جب ہی راضی ہوتا ہے جبکہ وہ کفر کرے اور بغیر راضی ہوئے اس کی تسخیر اور اس سے تقرب ممکن نہیں۔ رہا امام شافعیؒ اور ابو منصورؒ کا قول کہ سحر کے کل اعمال والفاظ کفر نہیں ہیں، سو اس کی بناء احتمالِ عقلی پر ہے (یعنی ممکن ہے کہ سحر کا کوئی فرد ایسا نکلے کہ اس کے الفاظ و اعمال کفر نہ ہوں۔)

فائدہ: جاننا چاہیے کہ جو شخص بذریعہ سیفی یا دعا یا بذریعہ اسماءِ جلالیہ ایسے آدمی کو قتل کر ڈالے کہ جس کا خون حلال نہیں یا اس کی نعمت بدنی یا مالی کو ضائع کر دے تو وہ اگرچہ کافر نہیں لیکن فاسق قطعاً ہے اور اس کا حکم رہزنوں جیسا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

جو لوگ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کو بلا قصور ستاتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ"

یعنی مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچیں۔

جادو کی سزا

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر ان کی ایک لونڈی نے جادو کیا جس پر اسے قتل کیا گیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تین صحابیوں سے جادوگر کے قتل کا فتویٰ ثابت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ کی لعنت کو حق تعالیٰ نے رحمت میں بدل دیا

(۱۰۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی الله عنهما قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ أُحُدٍ : اَللّٰهُمَّ الْعَنْ أَبَا سُفْیَانَ ، اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْحَارِثَ بْنَ الْهِشَامِ ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ سُهَیْلَ بْنَ عَمْرٍو ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ صَفْوَانَ بْنَ أُمَیَّةَ. فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ ﴿لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ﴾

(آلِ عمران : ۱۲۸) فتیب علیهم. (روح المعانی، ج:۲، ص:۲۶۴). رواه البخاری و الترمذی و النسائی و احمد و غیرهم. تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۳۹۸)

آیت کا شانِ نزول

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن دعا کی اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر، اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر، اے اللہ! سہیل بن عمرو پر لعنت کر، اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی اور ان سب کو توبہ کی توفیق عنایت کی گئی۔ (بخاری، ترمذی)

اُحد میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے تھے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر شہداء کا مُثلہ کیا (ناک، کان، وغیرہ کاٹے) پیٹ چاک کیے حتیٰ کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر ہندہ نے چبایا۔ خلاصہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس لڑائی میں چشم زخم پہنچا۔ سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا دایاں دانت شہید ہوا، خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں، پیشانی زخمی ہوئی اور بدن مبارک لہولہان تھا۔ اسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہوگئے۔ کفار نے مشہور کردیا "اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ" (محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے) اس سے مجمع بدحواس ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آیا۔ اس وقت زبان مبارک سے نکلا کہ "وہ قوم کیونکر فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا جو ان کو اللہ کی طرف بلاتا تھا۔"

مشرکین کے وحشیانہ شدائد و مظالم دیکھ کر آپؐ سے نہ رہا گیا اور ان میں سے چند نامور اشخاص کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی جس میں ظاہر ہے، آپؐ ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپؐ اپنے منصبِ جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں، وہ ظلم کرتے جائیں، آپؐ خاموش رہیں۔ جتنی بات کا آپؐ کو حکم ہے (مثلاً دعوت و تبلیغ اور جہاد وغیرہ) اسے انجام دیتے رہیں۔ باقی انجام کار اللہ کے حوالے کریں۔ اس کی جو حکمت ہوگی کرے گا۔ آپؐ کی بددعا سے وہ ہلاک کر دیے جائیں... کیا اس کی جگہ یہ بہتر نہیں کہ انہی دشمنوں کو اسلام کا محافظ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جاں نثار عاشق بنا دیا جائے؟ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ و سلم بددعا کرتے تھے، چند روز کے بعد سب کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے قدموں پر ڈالا اور اسلام کا جانباز سپاہی بنا دیا۔ غرض ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ﴾ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرمایا کہ بندے کو اختیار نہیں نہ اُس کا علم محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے، اگر چہ کافر تمھارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن چاہے وہ اس کو ہدایت دے چاہے عذاب کرے تم اپنی طرف سے بددعا نہ کرو.... تمام زمین و آسمان میں اللہ واحد کا اختیار چلتا ہے۔ سب اسی کی مملوک و مخلوق ہے، وہ جس کو مناسب جانے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑے۔ شاید اخیر میں ﴿وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ فرما کر اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کو جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بددعا کرنا چاہتے تھے ایمان دے کر مغفرت و رحمت کا مورد بنایا جائے گا۔ (تفسیر عثمانی)

ایک روایت میں ہے کہ جب قبیلہ رعل اور ذکوان نے ستّر صحابہ کو شہید کر ڈالا جس کو بیرِ معونہ کہتے ہیں جب آپ ﷺ نے ان قبائل پر بددعا کی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حافظ عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعات احد ہی کے سال میں پیش آئے اور بیرِ معونہ کا واقعہ احد کے چار ماہ بعد صفر سنہ ۴ ہجری میں پیش آیا۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ آیت کا نزول ان تمام واقعات میں ہوا۔ (معارف القرآن، کاندھلوی، ۲/ ۴۷)

میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد لے رکھا ہے

عَنْ اَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنهما قَالَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم : اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَتَّخِذُ عِنْدَکَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ، فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ آذَیْتُهُ اَوْ شَتَمْتُهُ اَوْ لَعَنْتُهُ اَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ زَکَاةً وَ صَلَاةً وَ قُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

(مسند احمد : ۹۸۰۲، مسلم، معجم اوسط : ۸۷۷۵، صحیح ابن حبان)

نیز یہ روایت مختصراً بخاری شریف میں بھی ہے۔ بخاری (۶۳۶۱) کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله عنه : اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی الله علیه و سلم یَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٌ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ ذٰلِکَ لَهُ قُرْبَةً اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

جیسا کہ ظاہر ہے کہ اس میں "لعنته ، جلدته ، آذیته" وغیرہ الفاظ نہیں ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں تجھ سے یہ وعدہ لیتا ہوں جس کی تو مجھ سے کبھی خلاف ورزی نہیں کرے گا، میں نے انسان ہونے کے ناطے جس مسلمان کو کوئی اذیت پہنچائی ہو یا اسے برا بھلا کہا ہو یا اسے کوڑے مارے ہوں یا اسے لعنت کی ہو تو اس شخص کے حق میں اسے باعثِ رحمت وتزکیہ اور قیامت کے دن اپنی قربت کا ذریعہ بنا دے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَتَّخِذُ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ. اے اللہ میں تجھ سے یہ وعدہ لیتا ہوں جس کی تو مجھ سے کبھی خلاف ورزی نہیں کرے گا، مسلم اور مسند احمد کی ایک روایت میں اس کے بجائے یہ الفاظ ہیں: وَ اِنِّیْ اِشْتَرَطْتُ عَلٰی رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ (میں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ وعدہ کیا ہے)۔ ان دونوں عبارتوں کا مطلب اور مفہوم بقول علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا اور میرے رب نے میرے اس سوال و درخواست کو قبول کر کے مجھے یہ عطا کر دیا۔ (فیض القدیر، ج:۲،ص:۵۶۷)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ سے آپ ؐ

نے یہ دعا کی ہے اور یہ دعا قبول ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر ہونے والی ایذاء اور شتم ولعنت کو رحمت وقربت میں تبدیل کردے۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو ایذاء اور شتم ولعنت سے پرہیز کرنے والے اور دوسروں کو اس سے روکنے والے تھے۔ پھر آپؐ سے ان چیزوں کا صدور کیسے ہوا؟

شراحِ حدیث نے اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں ایسے لوگوں کو جو کسی معصیت یا اپنے ظاہری اعمال کی وجہ سے تعزیت اور ڈانٹ ڈپٹ کے مستحق تھے، ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعزیر نافذ کیا یا انھیں تربیت کی خاطر ڈانٹا یا کچھ سخت سست کہا اس کے بارے میں آپؐ نے یہ بات فرمائی ہے اور آپ ان موقعوں کی اپنی باتوں کو احتیاطاً ایذا اور شتم ولعنت کے درجے میں رکھتے ہوئے اس کو رحمت وقربت کی دعا میں تبدیل کرنے کی دعا کر رہے ہیں؛ کہ ہوسکتا ہے کہ وہ الفاظ ایذاء اور شتم ولعنت کے وسیع مفہوم میں داخل ہوں، ورنہ حقیقت میں وہ باتیں شتم و لعنت اور ایذاء رسانی نہ تھیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حد درجہ بچنے والے تھے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

'اِنَّ الْمُرَادَ لَیْسَ بِاَھْلٍ لِذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ فِیْ بَاطِنِ الْأَمْرِ وَ لٰکِنَّهُ فِی الظَّاھِرِ مُسْتَوْجِبٌ لَهُ فَیَظْھَرُ لَهُ – صلی الله علیه و سلم – اِسْتِحْقَاقُهُ لِذٰلِکَ بِأَمَارَةٍ شَرْعِیَّةٍ وَ یَکُوْنُ فِیْ بَاطِنِ الْأَمْرِ لَیْسَ أَھْلًا لِذٰلِکَ، وَ ھُوَ – صلی الله علیه و سلم – مَأْمُوْرٌ بِالْحُکْمِ بِالظَّاھِرِ، وَ اللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَائِرَ.'

(شرح النووی علیٰ مسلم، ج:۱۶، ص:۱۵۲)

اس حدیث کے ورود کے پس منظر سے بھی یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ کسی کی کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری اور اس پر آپؐ نے انھیں تنبیہ کی خاطر جو کچھ کہا اس کو آپؐ نے شتم ولعنت کے درجے میں رکھ کر اس کی حقیقت کو بدلنے اور اس کو دعائے رحمت وقربت بنانے کے لیے یہ دعا فرمائی، جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

مروی ایک روایت میں ہے :

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنه، قَالَتْ : دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه و سلم رَجُلَانِ فَکَلَّمَاهُ بِشَیْءٍ ، لَا اَدْرِیْ مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ، فَلَعَنَهُمَا وَ سَبَّهُمَا، فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَیْرِ شَیْئًا مَا اَصَابَهُ هٰذَانِ. قَالَ : وَ مَا ذَاکِ؟ قَالَتْ : قُلْتُ : لَعَنْتَهُمَا وَ سَبَبْتَهُمَا. قَالَ : أَوَ مَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَیْهِ رَبِّیْ؟ قُلْتُ : اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ، فَاَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ لَعَنْتُهُ اَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَکَاةً وَ اَجْرًا. (مسلم : ۲۶۰۰)

شراحِ حدیث نے اس کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا کہ بہت سے جملے کلامِ عرب میں ایسے بولے جاتے ہیں جن کے معنی میں بددعا وغیرہ کا مفہوم ہے، گر چہ کہ اس کے بولنے میں اس کا معنی مراد نہیں لیا جاتا، بلکہ آپس میں ان جملوں کو بول کر ترغیب و ترہیب اور تحریص مراد لیا جاتا ہے جیسے کہ "تکلتک أمک" ، "تَرِبَتْ یَمِیْنُکَ" ، "لا أکثر الله منک" ، "رغم انفه" وغیرہ، کہ عام طور پر بات چیت کے درمیان اس طرح کے جملے اہل عرب کے یہاں مروّج تھے، لیکن ان کا مفہوم و معنی مراد نہیں لیا جاتا تھا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف موقعوں پر اس طرح کے جملوں کو اپنی بات چیت میں استعمال کیا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جملوں کے بارے میں اندیشہ ہوا کہ شاید یہ جملے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوں اپنے حقیقی معنی میں مقبول ہوگئے ہوں، گر چہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک محاورے کے طور پر استعمال کیا ہے اور ان کا معنی مراد نہیں لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت پر کمال شفقت کی وجہ اس کی حقیقت کو بدلنے اور انھیں دعائے رحمت و قربت میں تبدیل کرنے کے لیے یہ دعا فرمائی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، قاضی عیاض کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یَحْتَمِلُ أَنْ یَکُوْنَ مَا ذَکَرَهُ مِنْ سَبٍّ وَ دُعَاءٍ غَیْرِ مَقْصُوْدٍ وَ لَا مَعْنِوِیٍّ لٰکِنَّ جَرٰی عَلٰی عَادَةِ الْعَرَبِ فِی دَعْمِ کَلَامِهَا وَ صِلَةِ خِطَابِهَا عِنْدَ الْحَرَجِ وَ

التَّاكِيدِ لِلْعَتَبِ لا عَلٰى نِيَّةِ وُقُوْعِ ذٰلِکَ کَقَوْلِهِمْ عقرى حلقى وَ تَرِبَتْ يَمِيْنُکَ فَأُشْفِقُ مِنْ مُوَافَقَةِ أَمْثَالِهَا الْقَدْرِ فَعَاهَدَ رَبَّهُ وَ رَغِبَ اِلَيْهِ اَنْ يَجْعَلَ ذٰلِکَ الْقَوْلَ رَحْمَةً وَ قُرْبَةً. انتهى و هذا الاحتمال حسن. (فتح الباری، ج:۱۱،ص:۱۷۲)

صاحب عون المعبود لکھتے ہیں:

وَ الْمَعْنٰى اِنَّمَا وَقَعَ مِنْ سَبِّهِ وَ دُعَائِهِ صلى الله عليه و سلم عَلٰى اَحَدٍ وَ نَحْوِهِ لَيْسَ بِمَقْصُوْدٍ بَلْ هُوَ مِمَّا جَرَتْ بِهِ الْعَادَةُ فَخَافَ صلى الله عليه و سلم أَنْ يُصَادِفَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِکَ إِجَابَةٍ فَسَأَلَ رَبَّهُ سُبْحَانَهُ وَ رَغِبَ اِلَيْهِ فِيْ اَنْ يَجْعَلَ ذٰلِکَ رَحْمَةً وَ کَفَّارَةً وَ قُرْبَةً وَ طَهُوْرًا وَ اَجْرًا وَ اِنَّمَا کَانَ يَقَعُ هٰذَا مِنْهُ صلى الله عليه و سلم نَادِرًا لِاَنَّهُ صلى الله عليه و سلم لَمْ يَکُنْ فَاحِشًا وَ لَا لَعَّانًا وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ. (عون المعبود. ج:۱۲، ص:۱۷۲)

اس مفہوم کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے جملوں کو جن میں بددعا یا لعنت کا معنی ہے بددعا یا لعنت کے طور پر نہیں کہا ہے بلکہ محض محاورہ کے طور پر کہا ہے بلکہ اس کو کہہ کر بھی کہے جانے والے کو رحمت کا مستحق بنایا ہے۔ حضرت اُمّ سلیم سے مروی ہے کہ ان کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی۔ آپ نے ان سے فرمایا: "لقد کبر لا کبر الله سنک" یہ سن کر ان کی بیٹی روتی ہوئی گھر آئی۔ اُمّ سلیم نے رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تو بددعا دے دی ہے۔ حضرت اُمّ سلیم گھبرا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئیں اور آپؐ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر انھیں جواب دیا:

يَا أُمَّ سُلَيْمٍ اَمَا تَعْلَمِيْنَ اَنِّيْ اِشْتَرَطْتُ عَلٰى رَبِّيْ فَقُلْتُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَرْضٰى کَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَ اَغْضَبُ کَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَاَيَّمَا اَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ اُمَّتِيْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِاَهْلٍ اَنْ تَجْعَلَهَا لَهُ طَهُوْرًا وَ نَجَاةً وَ قُرْبَةً تُقَرِّبُهُ

بِهَا. (البیان و التبیین فی اسباب ورود الحدیث، ج: ا، ص: ۲۶۲)

أَخْرَجَ أَحْمَدُ عَنْ اَنَسٍ بْنِ مَالِکٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ دَفَعَ إِلٰی حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَجُلًا فَقَالَ لَهَا : اِحْتَفِظِیْ بِهِ فَغَفَلَتْ حَفْصَةُ عَنْهُ وَ مَضَی الرَّجُلُ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : یَا حَفْصَةُ مَا فَعَلَ الرَّجُلُ؟ قَالَتْ : غَفَلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، فَخَرَجَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ : قَطَعَ اللّٰہُ یَدَکِ فَرَفَعَتْ یَدَهَا هٰکَذَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : مَا لَکِ یَا حَفْصَةُ؟ قَالَتْ : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قُلْتَ قَبْلُ کَذَا وَ کَذَا. فَقَالَ : ضَعِیْ یَدَکِ فَأَنِّیْ سَأَلْتُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَیَّمَا اِنْسَانٍ مِنْ اُمَّتِیْ دَعَوْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ اَنْ یَجْعَلَهَا لَهُ مَغْفِرَةً . (و اخرج نحوه عن عائشة رضی الله عنها) (البیان و التعریف، ج: ا، ص: ۳۱۷)

حاصل کلام

رسول اللہ ﷺ نے اُمّ سلیم کی روایت میں اس امر کو واضح فرمادیا کہ جن اشخاص کے حق میں نام لے کر لعنت و بددعائیہ کلمات ارشاد فرمایا اور وہ علمِ الٰہی ازلی میں اس کے مستحق و اہل نہیں، ان کے حق میں رحمت للعالمین ﷺ کی لعنت رحمت ہی ہوگی اور ان کے گناہوں، خطاؤں، لغزشوں کا ازالہ ہوجائے گا اور وہ عند اللہ معاصی سے طہارت اور عذاب سے نجات اور قربت الی اللہ و رضائے الٰہی کا ذریعہ ہوجائے گا اور یہ حضرت ﷺ کو ایک خاص عطیۂ الٰہی ہے۔ گویا کہ جہاں اور بہت ساری نعمتیں ملیں وہاں یہ بھی ایک عظیمت نعمت اور منّتِ کبریٰ بارگاہِ بے نیاز سے عطا کی گئی ہے۔

لعنت کا کفارہ

بندۂ ناچیز نے جب اس حدیث پر بہت غور وخوض کیا اور مختلف کتبِ احادیث اور شارحین کی طرف رجوع کیا تو سب نے وہی لکھا ہے جو ماقبل میں سپردِ قلم کردیا گیا۔ تاہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یا اس سے ہم معنی تمام احادیث سے ایک

اور مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے۔ توسّعاً وہ یہ کہ جس طرح مجلس کے اختتام پر کفارہ کے طور پر صاحبِ شریعت ﷺ سے ایک دعا منقول ہوئی ہے، جس دعا کے پڑھ لینے کے بعد مجلس کی تمام خطائیں ناقابلِ مواخذہ منجانب اللہ ہوجاتی ہیں، اسی طرح یہ حدیث حضرت محمد ﷺ کی اشارہ کررہی ہے کہ پوری زندگی میں انسان سے جوبھی قولی وفعلی وعملی لغزشیں ہوئیں ان تمام باتوں کا بارگاہِ ربّ العزت میں یہ دعا کفارہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس کی دلیل یہی حدیث ہوگی کہ یا اللہ! میں بشر ہوں، بشر ہی کی طرح خوش بھی ہوتا ہوں اور بشر ہی کی طرح ناراض بھی ہوتا ہوں۔ لہٰذا جس شخص کو بشری تقاضوں کے تحت میں نے کچھ بھی اذیت دی ہوتو وہ اس کے حق میں عند اللہ معاصی سے طہارت اور آخرت میں عذابت سے نجات اور قرب ورضائے الٰہی کا ذریعہ بنادیجیے۔ اور ایسا ہونا اس شخص کے حق میں حتمی ویقینی ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے حق جل مجدہ سے عہد لےلیا ہے جس کے خلاف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے عہد ووعدے کو پورا کریں گے۔ تو اب یہ کہنا بالکل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام حیاتِ طیبہ طاہرہ زکیہ ونقیہ میں جس امتی کے لیے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں ان سب کے حق میں لعنت و رحمت وطہارت ہوگی اور پوری حیاتِ طیبہ پر دعا کفارہ کے مقام کی حیثیت رکھتی ہے۔ تو جس طرح رسول اللہ ﷺ کی لسانِ مقدس سے پوری حیات کا کفارہ ہوئی اسی طرح اگر ہم میں سے کوئی شخص ناحق وبے جا کسی کو لعن وطعن کرچکا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس دعا کے ذریعے بارگاہِ ربّ العزت میں اپنے اِس عمل سے معاملہ صاف کرلے اور جس پر لعن وطعن کرچکا ہے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت کی دعا کرکے آخرت کی رسوائی سے خود کو بچالے۔ ایک بات ذہن نشین رہے کہ جب رحمت للعالمین ﷺ جو صاحبِ وحی ہیں اور لعان نہیں ہیں کہ اپنے کسی ذاتی معاملے کی بناء پر کسی پر لعن وطعن کی ہو۔ اُحد کے موقع پر نام لے کر اُن چند لوگوں پر جنھوں نے کفر وطاغوت کی حمایت میں خاتم النّبیین ﷺ کو زخمی کیا اور اصحابِ رسول ﷺ کا بے دردی سے مُثلہ کیا جن کو دیکھ کر آپ ﷺ سے رہا نہ گیا اور اُن اشخاص کے حق میں بددعا کردی

جس میں ظاہر ہے آپ حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا اور آیت ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ نازل ہوئی تو پھر ہما شما اور کسی دوسرے کو یہ حق کبھی بھی نہ ہوگا کہ وہ کسی پر لعن وطعن کرے جبکہ وہ ایک عام امتی ہے اور اس کی رائے عین ممکن ہے کہ سو فیصد غلط ہو اور حق بجانب نہ ہو، جذبات کی رو میں ہو۔ اقرباء پروری اور عصبیتِ جاہلیت کا شیطانی حملہ ہو کیونکہ جو صاحبِ وحی، صاحبِ شریعت اور اجماعاً مکمل معصوم ہیں، حق بجانب ہیں اور اس پر جو کفر و طاغوت کی حمایت میں مزاحمت کر رہا ہے، انسانیت کی علامت اور شرافت و کرامت کو مثلہ کر کے وحشیانہ حرکت اور ظالمانہ سلوک کر چکا ہے، اُن پر لعن وطعن سے ربّ العزت رسول اللہ ﷺ کو منع فرما رہے ہیں۔ اس لیے ہر اُمتی کو چاہیے کہ کسی شخص کو نشانہ بنا کر لعن وطعن نہ کریں اور اگر کسی پر کر چکے تو معاً وفوراً غفور و رحیم کی بارگاہ میں خود کے لیے استغفار کرے اور جس پر لعن وطعن کر چکا ہے اس کے حق میں خیر و بھلائی اور رحمت و مغفرت کی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دعا کرے اور اپنی ذات میں نادم و شرمسار ہو کیونکہ ماقبل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ لعنت کرنے والے کو شہادت و شفاعت کا حق نہیں دیا جائے گا۔ اس لیے یہ حکمت بھی سمجھ میں آتی ہے کہ رحمت للعالمین ﷺ جو شافعِ محشر ہیں اپنی لعنت کو بھی اُمت کے حق میں قیامت کے دن کے لیے گناہ و معصیت سے طہارت اور عذاب و عقاب سے ذریعۂ نجات اور رضائے الٰہی اور قرب کا وسیلہ بنا دیا اور وہ شخص رحمت للعالمین ﷺ کے ان الفاظ کے ظاہری معنی کے خلاف بارگاہِ بے نیاز میں رحمت للعالمین ﷺ کی شانِ رحمت کا مشاہدہ کرے گا۔ سچ فرمایا ربّ عرشِ عظیم نے کہ رحمت للعالمین رؤف الرحیم ہیں اور رؤف الرحیم رحمت للعالمین ہیں جن کی ہر شان رحمت ہی رحمت، لعنت بھی رحمت!

سُبْحَانَ اللّٰهِ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا! وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ عَلَيْهِ سَرْمَدًا وَ اَبَدًا. سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعَالَمِيْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنَجِّيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَ الْاٰفَاتِ وَ تَقْضِى لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَ تُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَ تُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِى الْحَيٰوةِ وَ بَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ. سُبْحَانَكَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.

آج بتاریخ ۲۳؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ م ۲۸؍نومبر ۲۰۱۳ء کو بعد نمازِ مغرب یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکمل ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوّلاً وَ آخراً۔

العبد محمد ثمین اشرف ابن الحاج محمد ابراہیم نقشبندیؒ

کان اللہ عوضاً لهما عن كل شئ

متوطن مادھوپور سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

حال مقیم مصلی الحبتور۔ دبئی

ہماری چند اہم مطبوعات   Our important publications
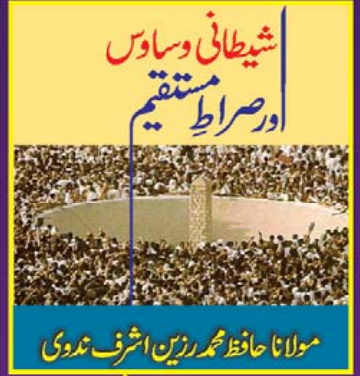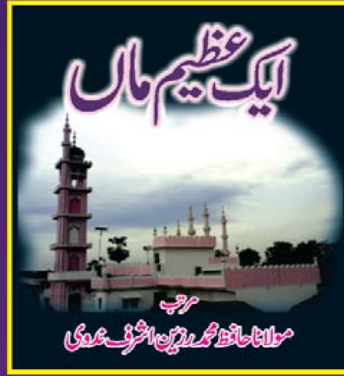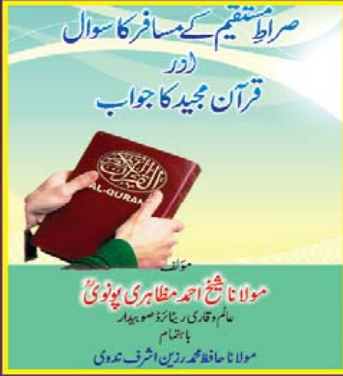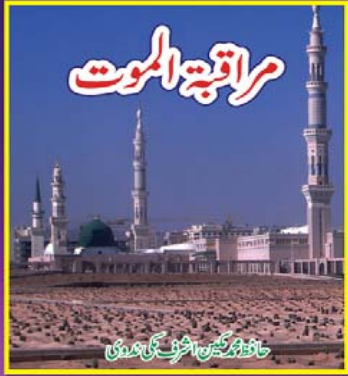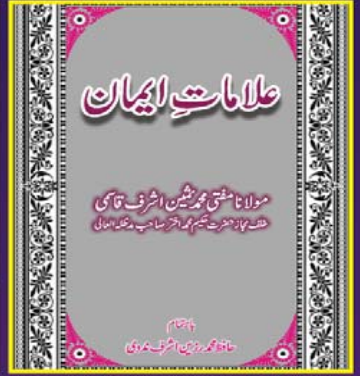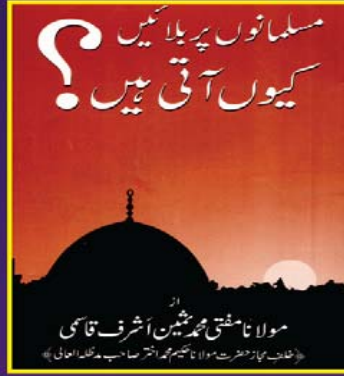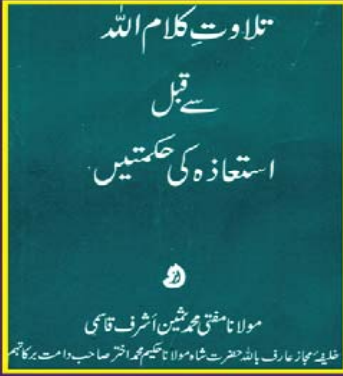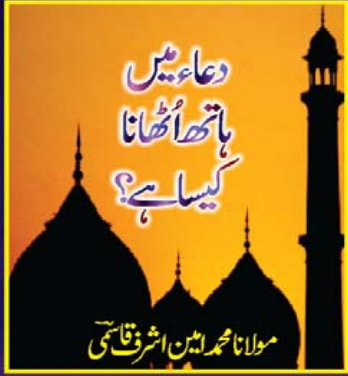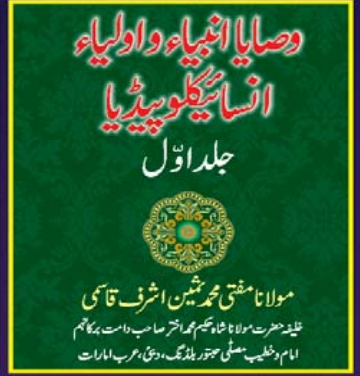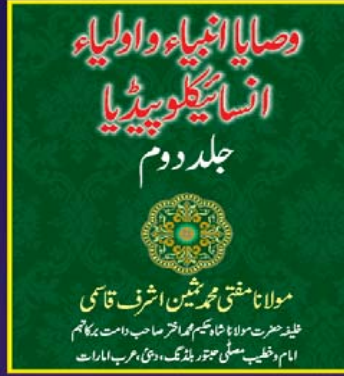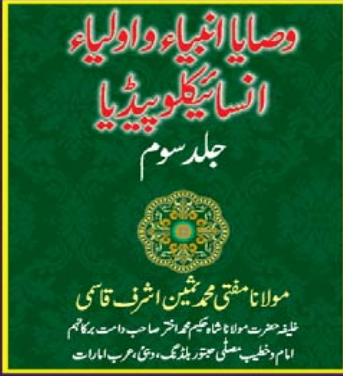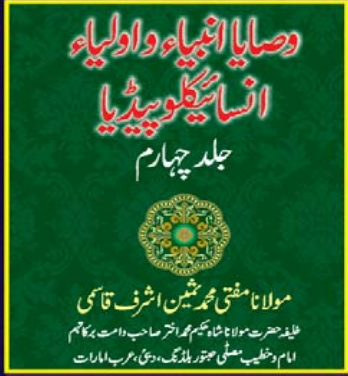
نیز مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی حفظہ اللہ کی احادیثِ قدسیہ کے موضوع پر زیر طبع معرکۃ الآراء کتابیں

رابطہ کار

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

Flat No. 301, Zamzam Tower, Sr. No. 50/1/1, Kondhwa, Pune - 411 048
Mob.: 09370187569